قرآن وحدیث کی روشنی میں

نیک اعمال کو ضائع کرنے والے گناہ

قرآن وحدیث کی روشنی میں 60 ایسے گناہوں کی نشاندہی!
جن سے ایک مسلمان کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں

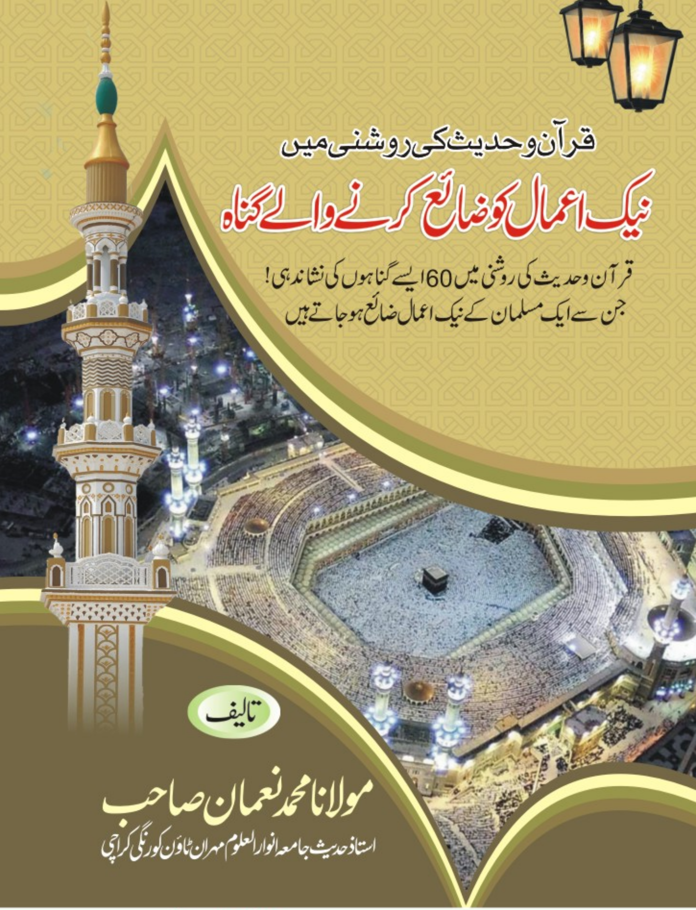

تالیف

مولانا محمد نعمان صاحب

استاذ حدیث جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن کورنگی کراچی

مکتبۃ المتین

قرآن و حدیث کی روشنی میں

نیک اعمال کو ضائع کرنے والے گناہ

تالیف

مولانا محمد نعمان صاحب

استاذ حدیث جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن کورنگی کراچی

ناشر

مکتبۃ المتین - کراچی

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نامِ کتاب	قرآن وحدیث کی روشنی میں نیک اعمال کو ضائع کرنے والے گناہ
مؤلف	مولانا محمد نعمان صاحب زید مجدہ
ضخامت	336 صفحات
تعداد	500
طبع اول	جمادی الاول ۱۴۴۴ھ / دسمبر 2022ء
ناشر	مکتبۃ المتین نزد جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن کورنگی کراچی
اوقاتِ رابطہ	ظہر تا مغرب(0332 255 76 75)

استاکسٹ

مکتبۃ المتین نزد جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن کورنگی کراچی

0311-2645500

ادارۃ المعارف کراچی (احاطہ جامعہ دار العلوم کراچی، کورنگی انڈسٹریل ایریا-کراچی)
021-35123161,021-35032020,0300-2831960

مولانا محمد ظہور صاحب (جامعہ سراج الاسلام، پارہوتی، مردان)
0334-8414660,0313-1991422

فہرستِ مضامین

مضامین	صفحہ نمبر
عرضِ مؤلف	۱۹
۱......کفر کرنا	
کافروں کی اقسام اور نام	۲۲
مثال کی توضیح	۲۶
مؤمن اور کافر کی مثال	۲۶
مؤمن کی مثال گندم کے خوشے کی ہے	۲۷
کیا کافر کی نیکی کا بدلہ ہے؟	۲۷
۲......مرتد ہونا	
اسلام میں مرتد کی سزا	۳۰
میں اس وقت تک سواری سے نہ اتروں گا جب تک اِسے قتل نہ کر دیا جائے	۳۰
۳......شرک کرنا	
شیطان ہمارا ازلی دشمن ہے	۳۴
شرک تمام اعمال کو ضائع کر دیتا ہے	۳۵
اللہ کی نظر میں مشرک کی کوئی وقعت نہیں	۳۵
شرک نہ کرنا اگرچہ تمہیں جلا دیا جائے	۳۶
حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحت	۳۶
جس کی موت شرک پر ہوئی وہ جہنمی ہوگا	۳۶
شرک اللہ کے ساتھ غداری ہے	۳۷

۴......منافق ہونا

(۱) منافق اعتقادی	۳۸
(۲) منافق عملی	۴۱
منافق عملی کی علامات	۴۱
آج ہمارے وعدوں کا کیا حال ہے	۴۲

۵......اللہ رب العزت کے نازل کردہ احکامات کو ناپسند کرنا

کیا احکام شرعیہ کی حکمت کا جاننا ضروری ہے؟	۴۴
احکام شرعیہ کی حکمت کا ادراک نری عقل سے ممکن نہیں	۴۶
حکم کا مدار علت پر ہوتا ہے حکمت پر نہیں	۴۶

۶......اللہ کی ناراض کردہ چیزوں کی پیروی کرنا

شراب اور زنا کے وقت ایمان باقی نہیں رہتا	۵۰
حرام سے پرورش پانے والا جسم جہنم کا حقدار ہے	۵۱
خوشی اور غمی کے موقع پر اللہ کی رضا اور ناراضگی کو دیکھنا چاہیے	۵۱

۷......اہلِ کتاب میں گمراہ لوگوں کی پیروی کرنا

تشبّہ بالکفار کی وضاحت اور حکم	۵۹
غیر کی مشابہت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہارِ ناراضگی	۶۰
بیٹے کے انتقال کی خبر سن کر بھی پردے کا اہتمام	۶۱
ایک باحیاء اور پاک دامن عورت کی وجہ سے بارش برس گئی	۶۲

۸......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آواز بلند کرنا

حضرت ثابت بن قیس کا خوف کی وجہ سے مجلس میں نہ آنا	۶۵
اگر یہ مدینہ کے باشندے ہوتے تو میں انہیں سزا دیتا	۶۸

۹......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنا

اجماعِ امت حجت ہے ۷۲

۱۰......اللہ رب العزت کے احکامات کو جھٹلانے والا

انسان بے قیمت کب بنتا ہے؟ ۷۵
انسان کی عظمت وترقی مجاہدے اور اطاعت میں ہے ۷۵

۱۱......قیامت کے دن کو جھٹلانے والا

۱۲......انبیاء علیہم السلام کو اور خیر کی دعوت دینے والوں کو قتل کرنا

داعی زمین میں اللہ خلیفہ ہے ۸۱
لوگوں میں سے بہترین شخص کون ہے؟ ۸۱
کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ سکتے ہیں؟ ۸۳
ہر مسلمان اپنی حیثیت کے مطابق دعوت دے ۸۴
اولاد کو دین کی بنیادی تعلیم دینا والدین کی ذمہ داری ہے ۸۵

۱۳......دنیا کی زیب وزینت کو چاہنے والے

دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ ۸۸

۱۴......عصر کی نماز کو ترک کرنا

نمازِ عصر کے فوت ہونے کا نقصان ۹۱
اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے ۹۱
عصر کے بعد ذکر کرنے کی فضیلت ۹۴
عصر کے وقت کی اہمیت کیوں؟ ۹۵

۱۵......کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنا

مسلمان کی جان اللہ کے ہاں بیت اللہ سے زیادہ محترم ہے ۹۸

قتل میں شریک ہونے والے سب لوگ عذاب کے مستحق ہوں گے ۹۹
قتل میں مدد کرنے والا اللہ کی رحمت سے ناامید ہے ۹۹
قاتل کی مستقبل کی زندگی اجیرن ہوتی ہے ۱۰۰

۱۶......احسان جتلانا

قیامت کے روز تین شخص اللہ تعالیٰ کی عنایت سے محروم ہوں گے ۱۰۴
حضرت صدیق اکبر کا رات کے اندھیرے میں رعایا کی خدمت کرنا ۱۰۵
حضرت زین العابدین کا خفیہ تعاون کرنا ۱۰۶

۱۷......دین اور اہل دین کا استہزا کرنے والا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے والے پانچ افراد کا خطرناک انجام ۱۰۸

۱۸......ریاکاری

اللہ رب العزت کے ہاں کون سا عمل قبول ہوتا ہے ۱۱۱
ریا شرک اصغر ہے ۱۱۲
ریاء کاروں سے اللہ پاک بیزار ہے ۱۱۲
جس کے لیے عمل کیا ثواب بھی اُسی سے لو ۱۱۳
ریاکار قراء کا انجام ۱۱۳
ریاکار قاری، شہید اور سخی کا انجام ۱۱۴
عبادت اخلاص نیت کے ساتھ ہو ۱۱۷
سب سے زیادہ طاقت ور چیز خفیہ صدقہ کرنا ہے ۱۱۷
بے ریا عبادت پر دنیوی انعام ۱۱۹
بنی اسرائیل کے عابد کو حسنِ نیت پر اجر وثواب ۱۱۹

۱۹......نجومی اور کاہن کی بات کی تصدیق کرنا

نجومی اور کاہن کی توضیح	۱۲۱
کاہنوں کی باتیں بے بنیاد ہوتی ہیں	۱۲۳

۲۰......حسد کرنا

حسد دین کو ختم کر دیتا ہے	۱۲۴
حسد کس چیز میں جائز ہے؟	۱۲۵
حسد اور غبطہ میں فرق	۱۲۵
حسد کا دینی اور دنیاوی نقصان	۱۲۶
حسد کا عملی علاج	۱۲۷
حسد کے سبب اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا	۱۲۷
دنیا میں سب سے پہلا گناہ حسد ہوا	۱۲۸

۲۱...... بدعت ایجاد کرنا

بدعت کی حقیقت	۱۲۹
ایصالِ ثواب کے لیے دن متعین کرنا	۱۳۰
ہر بدعت گمراہی ہے	۱۳۱
بدعتی شخص کی تعظیم نہ کی جائے	۱۳۱
بدعتی کی نظر میں حضور کی حیثیت	۱۳۱
بدعتی کو عموماً توبہ کی توفیق نہیں ہوتی	۱۳۲

۲۲......والدین کی نافرمانی کرنا

والدین کی حق تلفی کی سزا آخرت سے پہلے دنیا میں بھی ملتی ہے	۱۳۳
والدین کی نافرمانی جہنم میں لی جاتی ہے	۱۳۳

والدین کی بددُعاء تیر بہدف ہے	۱۳۴
ایک والدین کے نافرمان میجر کا عبرتناک انجام	۱۳۴
ماں باپ کے احسانات	۱۳۵
والدین کے ادب کی رعایت خصوصاً بڑھاپے میں	۱۳۵
روس میں زلزلہ کے دوران ماں کا اپنے بچے کے لیے قربانی	۱۳۷
والدین پر نظرِ شفقت کا مقبول حج کا ثواب	۱۳۹
باپ جنت کا بڑا دروازہ ہے	۱۳۹
اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے	۱۳۹
والدین کی اطاعت کن چیزوں میں ہے	۱۴۰
میرے والدین کا مجھ پر کیا حق ہے؟	۱۴۰
والدہ کی نافرمانی کے سبب قبر سے گدھے کی آواز کا آنا	۱۴۱
والدہ کے نافرمان کی عبرت ناک موت	۱۴۲
جا، تو اور تیرا مال سب باپ کا ہے	۱۴۳
والد کی خدمت کے عوض دنیا میں نوّے خچر سونے کے لدے ہوئے ملے	۱۴۵

۲۳......تقدیر کو جھٹلانا

میں منکرِ تقدیر سے بیزار ہوں	۱۴۷
تقدیر کا منکر قرآن کا منکر ہے	۱۴۸
ایمانیات میں تقدیر شامل ہے	۱۴۸
تقدیر میں مسلمان کے لیے تسلی ہے	۱۴۹

۲۴......جھوٹ بولنا

جھوٹ انسان کو جہنم کی طرف لے جاتا ہے	۱۵۰

تمام خرابیوں کی جڑ جھوٹ ہے ۱۵۱
جھوٹ کی بدبو سے فرشتے دور ہو جاتے ہیں ۱۵۲
حضرت ابوبکر صدیق کی جانی دشمنوں کے سامنے بھی سچائی ۱۵۲
شیخ عبدالقادر جیلانی کی سچائی پر ڈاکوؤں کا توبہ تائب ہونا ۱۵۳
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تیس ہزار دراہم فقراء میں تقسیم کرنا ۱۵۴

۲۵......بلاضرورت کتا پالنا

کتا پالنا شرعاً کیسا ہے؟ ۱۵۶
کتے کا لعاب اور اُس کے جوٹھے برتن کا حکم ۱۵۷
رحمت کے فرشتے کس گھر میں نہیں آتے ۱۵۸
کتے کی وجہ سے جبرائیل علیہ السلام کا نہ آنا ۱۵۸
ایک سرمایہ دار کا کتے کے لیے فرض حج کو چھوڑ دینا ۱۶۰

۲۶......غلام کا آقا کی اجازت کے بغیر جانا

۲۷......شوہر کو ناراض کرنا

چار خصلتوں پر دخولِ جنت کی بشارت ۱۶۴
شوہر کو راضی رکھنے والی عورت جنت میں داخل ہوگی ۱۶۵
بیوی پر اپنے شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری لازم ہے ۱۶۵
دوزخ میں عورتیں کیوں زیادہ ہوں گی؟ ۱۶۶
نافرمان عورت کو جنت کی حور بددعا دیتی ہے ۱۶۶
نافرمان عورت پر انسان وجن کے علاوہ ہر چیز کی لعنت برستی ہے ۱۶۷
شوہر کی اطاعت گزار بیوی کے دو بیٹے دوبارہ زندہ ہو گئے ۱۶۷

۲۸......مقتدیوں کا امام سے شرعی عذر کی وجہ سے ناراض ہونا

جہاں کہیں بھی ہوں حق بات کہیں ۱۷۱

۲۹......نماز تعدیل ارکان کے ساتھ نہ پڑھنا

تعدیلِ ارکان کا مطلب اور حدیث سے مستنبط فوائد ۱۷۳
مسئلہ تعدیلِ ارکان ۱۷۴
نماز کے واجبات جن کے ترک پر سجدہ سہو لازم ہوتا ہے ۱۷۵

۳۰......شراب پینا

شرابی کو جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی ۱۷۷
شراب پیتے وقت ایمان نہیں رہتا ۱۷۸
شرابی کا ایمان کیسے نکلتا ہے ۱۷۸
شرابی کی عبادت رائیگاں جاتی ہیں ۱۷۹
شراب کی وجہ سے دس آدمیوں پر لعنت ۱۷۹
بغیر توبہ کیے مرنے والے شرابی بتوں کے پجاری کی طرح ہے ۱۸۰
شراب پینے والا ایمان سے محروم ہو گیا ۱۸۰
شرابی کا منہ قبلہ سے پھر گیا ۱۸۱
شرابی کے متعلق صحابہ کرام کے اقوال ۱۸۱
شرابی کو سلام مت کرو ۱۸۲
شرابی کی عیادت نہ کرو ۱۸۲
شرابی کو قتل کرنے کا حکم ۱۸۲
شراب سے کون واقف نہیں ۱۸۳
شراب کے جسمانی، عقلی اور مالی نقصانات ۱۸۴

۳۱......نماز میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا

اللہ تعالیٰ کے ہاں اس شخص کی کوئی اہمیت نہیں	۱۹۰
تہبند اوپر کرنے کے دو فائدے	۱۹۰
حضرت عمر کا زخمی حالت میں بھی اِس فعل پر نکیر کرنا	۱۹۱

۳۲......غیر والد کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا

غیر کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا کفر ہے	۱۹۵
ایک اہم مسئلہ	۱۹۵

۳۳......حرام کھانا

حرام مال سے صدقہ اللہ قبول نہیں کرتا	۱۹۸
حضرت ابوبکر صدیق کا قے کرنا	۱۹۸
حضرت عمر نے حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی	۲۰۰
حرام اور مشتبہ مال سے بچیں	۲۰۱
ایک دیانت دار تاجر کا واقعہ	۲۰۱
حلال مال کی برکات	۲۰۳
جَو میں برکت	۲۰۳
کھجوروں میں برکت	۲۰۴

۳۴......قطع تعلقی کرنا

دو گناہوں کی سزا دنیا میں ملتی ہے	۲۰۸
قطع تعلقی کرنے والے کے اعمال قبول نہیں ہوتے	۲۰۸
قرآن وحدیث کی روشنی میں صلہ رحمی کی اہمیت وفضیلت	۲۰۹
صلہ رحمی سے کون سے رشتے مراد ہیں؟	۲۱۰

قطع رحمی کی وجہ سے رحمتِ الٰہی سے محروم ہونا	۲۱۱
حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا صلہ رحمی کو برقرار رکھنا	۲۱۲
صلہ رحمی کیسے کی جائے؟	۲۱۲
آپس میں صلہ رحمی کرنے والوں کی عزت	۲۱۵
اقرباء پر خرچ کرنے میں دگنا ثواب ملتا ہے	۲۱۶
صلہ رحمی کے دو فائدے	۲۱۷
مہمان کی آمد سے پہلے غیبی طور پر رزق بڑھ جاتا ہے	۲۱۸
صلہ رحمی کرنے پر اللہ نے دنیا میں انعامات سے نوازا	۲۲۰
قطع رحمی سے رحمتِ الٰہی نازل نہیں ہوتی	۲۲۱
قطع رحمی جہنم میں جانے کا سبب ہے	۲۲۲
والد کے دوستوں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا	۲۲۳
نفلی نماز، روزہ اور صدقہ سے افضل عمل	۲۲۴

۳۵......مسلمانوں کی جماعت سے نکلنا

۳۶......مسلمانوں کے دیئے گئے امان کو توڑنا

جان کی حفاظت	۲۲۷
ذمیوں کی جان ومال مسلمانوں کی جان ومال کی طرح ہے	۲۲۸
میں اِن کے خون کا زیادہ حق دار ہوں	۲۲۹

۳۷......جاہلیت کی طرح آہ وبکاہ کرنا

تمہارا بیٹا جنت الفردوس میں ہے	۲۳۱
بیٹے کی شہادت کی خبر سننے کے باوجود پردے کا اہتمام	۲۳۲
غم کے موقع پر رسم ورواج سے بچیں	۲۳۳

مصائبِ سرورِ کونین	۲۳۵

۳۸......اہلِ مدینہ کو خوف زدہ کرنا

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ اور حدیثِ رسول کا احترام	۲۳۷
امام مالک رحمہ اللہ کا مدینہ رسول اور حدیث کا ادب واحترام	۲۳۸
علامہ قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا مدینہ میں برہنہ پاؤں چلنا	۲۳۸
علامہ قاسم نانوتوی کا ساری عمر سبز رنگ کا جوتا استعمال نہ کرنا	۲۳۹

۳۹......سود کھانا

سود خور قبروں سے کس طرح اٹھیں گے	۲۴۱
سود خور پاگل ہو کر اٹھے گا	۲۴۱
اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سود نہ کھاؤ	۲۴۲
سود سے مال بالآخر کم ہوتا ہے	۲۴۲
سود ہلاک کر دینے والا گناہ ہے	۲۴۲
سود خور اور اس کے معاونین سب لعنتی ہیں	۲۴۳
سود کھانا اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے کے مترادف ہے	۲۴۳
سود کھانا تینتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ جرم ہے	۲۴۴
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں سود خور کے عذاب کا مشاہدہ کروایا گیا	۲۴۴
حضرت عبد اللہ بن یزید خطمی نے سود کے بیس ہزار درہم چھوڑ دیئے	۲۴۹
ایک زمانہ آئیگا کہ لوگ سود سے نہیں بچ سکیں گے	۲۴۹
سود خوروں کے پیٹوں میں سانپ دیکھے گئے	۲۴۹
سود خور کی قبر زمین میں دھنس گئی	۲۵۰
سود میں لیے گئے کھانے میں خون ہی خون	۲۵۰

مالِ حرام کی وجہ سے ہر مرتبہ قبر ٹیڑھی ہو جاتی تھی ۲۵۱
رشوت خور کی قبر سے آگ کے شعلے ۲۵۲
آج کل ہدیہ رشوت بن چکا ہے ۲۵۳

۴۰......عورت کا خوشبو لگا کر باہر نکلنا

ایک فیشن ایبل لڑکی کا سخت عذاب الٰہی میں مبتلا ہونا ۲۵۵
بال چھوٹے کرنا اور مصنوعی ناخن لگانے کا حکم ۲۵۸
اس کو شہر سے باہر نکال دو ۲۵۸

۴۱......عُجب میں مبتلا ہونا اور خواہشات پر چلنا

۴۲......حضراتِ صحابہ کرام کو برا بھلا کہنا

گستاخوں کے لیے وعیدیں ۲۶۱
صحابہ کرام کے معاملے میں اللہ سے ڈرو ۲۶۲
میرے صحابہ کی تعظیم وتکریم کرو ۲۶۳
صحابہ کرام کا راہِ خدا میں ایک مُد احد کے برابر ہے ۲۶۳
اللہ کے ولیوں کو برا بھلا کہنے والوں کے لیے اعلانِ جنگ ۲۶۴

حضراتِ صحابہ کرام کے گستاخوں کا دنیاوی انجام

حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے گستاخ کی دونوں آنکھیں باہر نکل گئیں ۲۶۵
شیخین کی گستاخی کرنے والے خنزیر کی صورت میں مسخ ہو گیا ۲۶۸
شیخین کی گستاخی کرنے والے پر سرخ بھڑوں کا حملہ کرنا ۲۶۶
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گستاخی کرنے والا بندر کی صورت میں مسخ ہو گیا ۲۶۷
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گستاخ کا چہرہ خنزیر کی صورت میں مسخ ہو گیا ۲۶۸
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی کرنے والے کی پُراسرار موت ۲۶۹

۴۳......تہمت لگانا

ایک منافق چور کا یہودی پر الزام لگانا	۲۷۰

۴۴......چغل خوری کرنا

مخلوق میں بدترین لوگ چغل خور ہیں	۲۷۲
چغل خوری کی وجہ سے عذاب قبر میں مبتلا ہونا	۲۷۳
چغل خور غلام کی وجہ سے دو خاندانوں میں لڑائی	۲۷۵
چغل خور کا فعل شیطان سے زیادہ نقصان دہ ہے	۲۷۶
آئندہ کبھی چغل خوری نہیں کروں گا	۲۷۶
چغل خور کی وجہ سے بارش کا نہ ہونا	۲۷۷

۴۵......غیبت کرنا

معاشرے میں غیبت کا گناہ کیسے پایا جاتا ہے	۲۷۸
غیبت کرنے والے کو عموماً توبہ کی توفیق نہیں ہوتی	۲۷۹

۴۶......بداخلاق ہونا

قیامت کے روز سب سے زیادہ محبوب کون ہوگا؟	۲۸۱
حسنِ اخلاق کسے کہتے ہیں	۲۸۲
اچھے اخلاق دخول جنت کا سبب ہیں	۲۸۳
اسلام میں اخلاقِ حسنہ کی اہمیت	۲۸۴

۴۷......دیوث انسان

دیوث آدمی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی نظر کرم سے محروم رہے گا	۲۸۶
مسلمان کی نشانی کیا ہے؟	۲۸۶

اپنی اہلیہ کا دوستوں سے پردہ نہ کرانے کا عبرتناک انجام ۲۸۶
تجارت میں عورتوں کی شرکت ۲۸۷
بے پردگی کے حامی لوگوں میں دو چیزیں مشترک ہیں ۲۸۹
کیا پردہ تعلیم اور دنیوی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے ۲۸۹

۴۸......رعایا کو دھوکہ دینے والا حکمران

ظالم حاکم کے لیے آسمان کے دروازے بند ہوتے ہیں ۲۹۰
قیامت کب آئے گی؟ ۲۹۱

۴۹......لوگوں کے سامنے اپنی حیثیت بڑھانے والا

علمیت جتانے یا معتقد بنانے کے لیے علم حاصل کرنا ۲۹۳

۵۰......مؤمن کے قتل پر خوش ہونے والا

مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوش ہونے کی ممانعت ۲۹۵

۵۱......حقوق العباد میں کمی کوتاہی کرنا

ناحق مال چھیننے کی وجہ سے عذاب قبر میں گرفتار ہونا ۲۹۸
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تجارت میں احتیاط ۲۹۸

۵۲......بُرے القاب سے پکارنا اور کسی کو برا بھلا کہنا

برے اور بے معنی ناموں کا بدلنا سنت ہے ۳۰۱
کسی کی نقل اتارنا ۳۰۱
نقل اتارنے پر تنبیہ ۳۰۲

۵۳......خلوت میں گناہ کرنے والا

بہترین خطا کار وہ ہے جو توبہ کرتا رہے ۳۰۵

انسان گناہ کیوں کرتا ہے	٣٠٦
گناہوں کا اعتراف صرف اللہ کے سامنے	٣٠٧
استغفار کی برکت	٣٠٧
اللہ کو استغفار کرنے والا انسان پسند ہے	٣٠٩
اللہ تعالیٰ گنہگاروں کی توبہ کا منتظر رہتا ہے	٣١٠
استغفار کا طریقہ	٣١٠
استغفار کا تعلق دل سے ہے	٣١١

۵۴......فرض نماز کا چھوڑنے والا

بے نمازی سے اللہ پاک بری ہے	٣١٢
اللہ کے رسول کا آخری کلام نماز کی تاکید	٣١٢
نماز میں سستی کرنے کا انجام	٣١٣
باجماعت نماز پڑھنے سے ستائیس نمازوں کا ثواب	٣١٣
حضرت ابن عباس کا نماز کے سبب آنکھوں کا علاج نہ کروانا	٣١۴
جسم میں تین تیر لگنے کے باوجود صحابی رسول کا نماز کو نہ توڑنا	٣١۴
جماعت کی نماز چھوٹنے پر خواب میں تنبیہ	٣١٦
فرشتوں کی آمین کا کیا ہوگا؟	٣١٧
حضرت سعید بن مسیّب کا چالیس سال تک تکبیر اولی کا اہتمام	٣١٨
میاں جی نور محمد کا تکبیر اولی کا اہتمام	٣١٨
تکبیر اولی کے دو بڑے فائدے	٣١٩

۵۵......خودکشی کرنے والا

زندگی ایک امانت ہے	٣٢٠

خودکشی کرنے والے کی سزا	۳۲۱
انسان اپنے اعضاء کا مالک نہیں	۳۲۲
انسانی اعضاء نعمت بھی ہیں اور امانت بھی	۳۲۲
کیا انسان اپنے اعضاء دوسروں کو دے سکتا ہے؟	۳۲۲
۵۶......عورت کی نماز بغیر دوپٹہ کے قبول نہیں	
۵۷......وارث کیلئے وصیت جائز نہیں	
۵۸......زنا کرنے والا	
زنا کے وقت ایمان نہیں رہتا	۳۲۶
زانی کا ایمان کیسے نکلتا ہے	۳۲۶
زنا کی مختلف صورتیں	۳۲۶
کان آنکھ اور دل کے متعلق قیامت کے روز سوال ہوگا	۳۲۷
۵۹......بے فائدہ گفتگو کرنے والا	
بسا اوقات ایک جملہ جہنم میں جانے کا ذریعہ بن جاتا ہے	۳۲۹
اللہ تعالیٰ کو تین چیزیں ناپسند ہیں	۳۳۲
جسم کے بہترین اور بدترین عضو	۳۳۳
۶۰......اللہ تعالی پر جھوٹی قسم کھانے والا	
قیامت میں مکذبین کے چہرے سیاہ ہوں گے	۳۳۵
خلاصہ تفسیر	۳۳۶

عرضِ مؤلف

قرآن وحدیث کی روشنی میں ساٹھ (۶۰) ایسے گناہوں کا تذکرہ ملتا ہے جن سے انسان کے نیک اعمال ضائع ہوجاتے ہیں، بسا اوقات انسان کو معلوم ہی نہیں ہوتا اور اس کی عبادات اور اعمالِ صالحہ ضائع ہوجاتے ہیں، ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اعمالِ صالحہ کرنے کے بعد اُن کی حفاظت بھی کرے، تو اب یہ حفاظت تب ہی ممکن ہے کہ اُسے ایسے گناہوں کا علم ہوتا کہ وہ اُن سے بچنے کا خوب اہتمام کرے۔ راقم نے درسِ حدیث میں اس عنوان کا انتخاب کیا تو ابتداء میں تتبع وتلاش سے ایسے چالیس (۴۰) گناہ سامنے آئے، جن پر میں نے دروس دیئے، جب یہ دروس واٹس ایپ پر چلے تو بعض احباب نے مشورہ دیا کہ اِسے کتابی شکل میں لایا جائے، تو پھر ریکاڈنگ سے لکھنے کے بعد حتی الامکان تحریر کا جامہ پہنایا اور نصف سے زائد اس میں اضافہ کیا، عنوان کے مناسبت سے احادیث، آثار اور واقعات کا اضافہ کیا، اور مزید ایسے گناہوں کو تلاش کرتا رہا جن سے اعمالِ صالحہ برباد ہوتے ہیں، یا فرائض ونوافل قبول نہیں ہوتے، تو میری ناقص تلاش کے مطابق ساٹھ (۶۰) ایسے گناہ جمع ہوگئے جن سے حبطِ اعمال ہوتے ہیں۔ تو ان گناہوں سے انسان خود بھی بچے اور اپنے دوست واحباب کو بھی بچانے کا اہتمام کرے، اور انہیں آگاہ کرے کہ ان گناہوں سے نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں۔ اس میں زیادہ تر مواد نصوص کی صورت میں ذکر کیا ہے، اس لیے کہ آج کل عموماً نصوص کی طرف اعتناء نہیں کیا جاتا۔ اس کتاب میں احادیث وآثار کو تحقیق کے بعد ذکر کیا ہے، معتدل مزاج ائمہ محدثین ومتأخرین کی تحقیقات کو سامنے رکھا ہے، اس میں زیادہ تر روایات صحاحِ ستہ سے ذکر کی ہیں، دیگر جن کتابوں سے جو روایات لی ہیں اس میں مکمل حوالہ ذکر کردیا ہے، اس میں موضوع، غیر مستند اور شدید ضعف والی روایات سے اجتناب کیا ہے۔

اس کتاب میں ہر گناہ کی مناسبت سے قرآنی آیات، احادیث، آثار، سلف کے اقوال اور واقعات بھی ذکر کیے ہیں تاکہ ترغیب وترہیب کا پہلو خوب نمایاں ہو۔ مساجد میں مختصر درس کے لیے یہ مجموعہ نہایت مفید ہوگا، اگر روزانہ ایک ایک گناہ بیان کردیا جائے تو دو ماہ میں یہ موضوع مکمل ہو جائے گا، اور عوام الناس بھی اِن گناہوں سے واقف ہو جائیں گے، اور ان وعیدات اور حبطِ اعمال کو سن کر اِن سے بچنے کا اہتمام کریں گے۔

اس کاوِش میں میرے ساتھ میرے شاگردِ رشید مولانا محمد خالد صاحب حفظہ اللہ نے کافی تعاون کیا ہے، اللہ رب العزت اِن کے علم وعمل اور عمر میں برکتیں نصیب فرمائے۔ آمین

رب العالمین اس کاوِش کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور راقم کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

محمد نعمان

استاذ الحدیث جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن کورنگی کراچی

۲۲ ربیع الأول ۱۴۴۴ھ / 18 اکتوبر 2022ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ کے ذخیرے میں ساٹھ ایسے گناہوں کا تذکرہ ملتا ہے کہ جن کی وجہ سے انسان کے ماضی کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں، بسا اوقات اس کی وجہ سے انسان کے تمام اعمال ضائع ہوجاتے ہیں اور بعض اوقات ان گناہوں کی وجہ سے انسان کے فرائض اور نوافل اللہ رب العزت کے ہاں قبول نہیں ہوتے، انسان زندگی میں نیک اعمال کررہا ہوتا ہے اور اسے یہ تمنا اور امید ہوتی ہے کہ میرے یہ اعمال اللہ کے ہاں قبول ہوں گے، لیکن ان گناہوں کی وجہ سے اس کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔ اس انسان کی مثال اس طرح ہے، جیسے قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾ (الکھف: ۱۰۴)

ترجمہ: ان لوگوں کی مثال اس طرح ہے کہ وہ دنیا کی زندگی میں کوشش کررہے ہوتے ہیں، وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم اچھے کام کررہے ہیں، لیکن حقیقت میں ان کے اعمال کا اُنہیں کوئی بدلہ نہیں ملتا۔

اب ایسے کون کونسے گناہ ہیں کہ جس سے نیک اعمال ضائع ہوتے ہیں تاکہ انسان اُس سے بچے اور اُس کے نیک اعمال باقی رہیں، تو ایسے گناہوں کو بالتفصیل ذکر کیا جارہا ہے۔

۱......کفر کرنا

سب سے پہلا گناہ ہے، کفر کرنا، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس دین کے ساتھ مبعوث ہوئے ان میں سے کسی قطعی بات کا انکار کرنا یا اُس کی تصدیق نہ کرنا کفر ہے۔ گویا ضروریاتِ دین سے کسی بات کا انکار کرنا، یا اُس کی غلط تاویل کرنا کفر کہلاتا ہے۔

تَکْذِيبُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَيْءٍ مِمَّا جَاءَ بِهِ مِنَ الدِّينِ ضَرُوْرَةً. ①

کفر کی دیگر اقسام اور نام ہیں، جو مختصراً آپ حضرات کے سامنے پیش خدمت ہیں۔

کافروں کی اقسام اور نام

کافر ہر اس شخص کا نام ہے جو مؤمن نہ ہو۔ اب اگر وہ زبان سے اسلام کا دعوی کرتا ہے تو اس کا خاص نام منافق ہے، اور اگر پہلے مسلمان تھا پھر کافر ہو گیا تو مرتد ہے، اور اگر ایک سے زیادہ معبود مانتا ہے تو مشرک ہے اس لیے کہ وہ خدا کا شریک مانتا ہے، اور اگر کسی منسوخ آسمانی مذہب اور کتاب کا پیروکار ہے تو کتابی ہے، جیسے یہودی، نصرانی اور اگر زمانہ کو قدیم اور دنیا کے تمام حادثات وموجودات کو زمانہ کی طرف منسوب کرتا ہے تو دھریہ ہے، اور اگر خالق عالم کا وجود ہی تسلیم نہیں کرتا اور سمجھتا ہے کہ عالم باقتضاء مادہ خود بخود وجود میں آیا ہے تو معطلہ ہے، اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار اور اسلامی شعائر کا اظہار کرنے کے باوجود ایسے عقیدے رکھتا ہے جو متفقہ طور پر کفر ہیں تو زندیق ہے۔ ②

بحرحال کفر کرنا یہ ایک ایسا گناہ ہے کہ انسان نے جتنے بھی نیک اعمال کیے ہوں اس کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، قرآن کریم میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ﴾

ترجمہ: مثال اُن لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا۔

﴿أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ﴾

اُن کے اعمال اِس طرح ہیں جس طرح راکھ ہو اور اُس پر تیز وتند ہوا چلے آندی والے دن میں۔

---

① الدر المختار: کتاب الجهاد، باب المرتد، ج۴ ص ۲۲۳

② شرح المقاصد: ج۲ ص۲۵۷

﴿لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا کَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ ذٰلِکَ ھُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ﴾

(إبراھیم: ۱۸)

پس نہیں وہ قدرت رکھتے جو انہوں نے کیا ہے اُن میں سے کسی شے پر، اور یہ بڑی دور کی گمراہی میں پڑے ہیں۔

قرآنِ کریم کی اس آیت میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ جس انسان نے کفر کیا اس کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے کچھ راکھ جس کو تیز آندھی کے دن ہوا تیزی کے ساتھ اڑا لے جائے، اور دن بھی آندھی والا ہو، آندھی کے دن اگر تیز ہوا راکھ پر چلتی ہے تو راکھ باقی نہیں رہتی، بلکہ یہ ہواؤں میں بکھر جاتی ہے، اول تو تیز ہوا نہ ہو معمولی ہوا ہو تب بھی راکھ بکھر جاتی ہے، لیکن ہوا بھی تیز ہو۔ ﴿فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ﴾ دن بھی آندھی والا ہو کہ تیز ہوا چل رہی ہو تو راکھ باقی نہیں رہتی، اسی طرح کفر کے ساتھ انسان کے نیک اعمال باقی نہیں رہتے، انسان کے وہ اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

کافروں کی وہ خود تراشیدہ نیکیاں جن کے ثواب کے وہ امیدوار تھے جیسے (ان کی مفروضہ) خیرات، کنبہ پروری، اعانتِ فقراء وغیرہ۔ ان تمام کارہائے خیر کی بنیاد ایمان ہے، ایمان کی دولت ان کو نصیب نہیں اور نہ ہی ان تمام کارہائے خیر سے اللہ کی خوشنودی مطلوب ہوتی ہے۔ اس لیے ان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

آخر میں فرمایا:

﴿ذٰلِکَ ھُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ﴾

ذلک یہ یعنی نیکی سمجھ کر کسی کام کو کرنا، اور پھر اس کی نیکی کا برباد ہو جانا اور نیکی کا گمراہی پر مبنی ہونا، یہ (پرلے درجہ کی) حق سے بہت دور کی گمراہی ہے۔ بدکاریوں کا گمراہی ہونا تو درکنار ان کی تو نیکیاں بھی گمراہی ہیں۔

قرآنِ کریم میں دوسرے مقام پر بھی اللہ رب العزت نے کفر سے روکا، اگر ایک آدمی کفر کرتا ہے اس کے ساتھ وہ جتنے بھی بھلائی کے کام کرلے اللہ کے ہاں وہ قبول نہیں ہوں گے:

﴿وَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّى إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَ وَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ وَ اللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾ (النور: ۳۹)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اُن کے اعمال اس طرح ہے جس طرح کہ دور سے ریت جو انسان کو چمکتی ہوئی نظر آتی ہے، چٹیل میدان ہو تو پیاسا آدمی گمان کرتا ہے یہ پانی ہے۔

﴿حَتَّى إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا﴾

اور جب وہ اس کے پاس آتا ہے تو وہ کچھ بھی نہیں پاتا۔

﴿وَوَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ﴾

پس وہ پاتا ہے اللہ کو اس کے پاس اور اللہ تعالی پورا پورا حساب لینے والا ہے۔

﴿وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾

اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

قرآنِ کریم کی اس آیت میں اللہ رب العزت نے فرمایا جو لوگ کفر کرتے ہیں ان کی مثال یوں ہے جس طرح کے چٹیل میدان ہو اور ایک پیاسا آدمی اس میں چل رہا ہو، اگر ایک آدمی کو پیاس لگی ہو جنگل ویرانے میں جا رہا ہو تو دور سے ریت چمکتی ہوئی نظر آتی ہے، ایسا لگتا ہے کہ یہ پانی ہے، حالانکہ وہ حقیقت میں پانی نہیں ہوتا ریت ہوتی ہے، تو جب وہ وہاں پہنچتا ہے اور دیکھتا ہے کہ وہ ریت ہے، تو اس کی امید ٹوٹ جاتی ہے۔

اسی طرح کافروں کے اعمال بکھرے ہوئے ذروں کے مثل ہیں، جیسے کہ سورج کی شعاعیں جو کسی سوراخ سے آ رہی ہوں ان میں نظر تو آتی ہیں، لیکن کوئی انہیں پکڑنا چاہے تو ہاتھ میں نہیں آتیں۔ جس طرح پانی جو زمین پر بہا دیا جائے وہ پھر ہاتھ نہیں آ سکتا۔ یا غبار جو ہاتھ نہیں لگ سکتا۔ یا درختوں کے پتوں کا چورا، جو ہوا میں بکھر گیا ہو، یا راکھ اور خاک جو اڑتی پھرتی ہو۔ اسی طرح ان کے اعمال ہیں، جو محض بیکار ہو گئے، ان کا کوئی ثواب ان کے ہاتھ نہیں لگے گا۔

بحرحال کافر آدمی نے جتنے بھی نیک عمل کیے ہوں وہ یوں سب ضائع ہو جائیں گے، جس طرح دور سے دیکھنے والا پانی سمجھتا ہے قریب آتا ہے تو ریت ہوتی ہے، اس طرح اس کے اعمال بھی ریت کی مانند ہوں گے اگر ان کی زندگی میں کفر ہو گا۔

قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے کافر کو ناپاک بات کے ساتھ تشبیہ دی ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ﴾ (ابراهيم: ۲۴، ۲۵، ۲۶)

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کلمہ طیبہ کی کیسی مثال بیان کی ہے؟ وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے، جس کی جڑ (زمین میں) مضبوطی سے جمی ہوئی ہے، اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ اپنے رب کے حکم سے وہ ہر آن پھل دیتا ہے۔ اللہ (اس قسم کی) مثالیں اس لیے دیتا ہے تا کہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ اور ناپاک کلمے کی مثال ایک خراب درخت کی طرح ہے، جسے زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جائے، اس میں ذرا بھی جماؤ نہ ہو۔

مثال کی توضیح

اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے، کلمہ طیبہ کی کہ وہ مشابہ ہے ایک پاکیزہ درخت کے، جس کا تنہ مضبوط اور بلند ہو اور اس کی جڑیں زمین میں گہری گئی ہوئی ہوں اور زیر زمین پانی کے چشموں سے سیراب ہوتی ہوں، گہری جڑوں کی وجہ سے اس درخت کو استحکام اور مضبوطی بھی حاصل ہو کہ ہوا کے جھونکے سے گر نہ جائے اور سطح زمین سے دور ہونے کی وجہ سے اس کا پھل گندگی سے پاک صاف رہے، دوسری صفت اس درخت کی یہ ہے کہ اس کی شاخیں بلندی پر آسمان کی طرف ہوں، تیسری صفت اس درخت کی یہ ہے کہ اس کا پھل ہر وقت ہر حال میں کھایا جاتا ہو، (مراد کھجور کا درخت ہے) اسی طرح کلمہ توحید یعنی لا الہ الا اللہ کی ایک جڑ ہے۔ اعمال صالحہ اس کی کچھ شاخیں ہیں۔

اور دوسری مثال بیان فرمائی ہے ﴿كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ﴾ اور ناپاک کلمے کی مثال ﴿كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ﴾ ایک خراب درخت کی طرح ہے۔

(یعنی کلمہ کفر وشرک کی) مثال ایسی ہے، جیسے ایک خراب درخت ہو (مراد درخت حنظل ہے) کہ وہ زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جاوے، اکھاڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جڑ اس کی دور تک نہیں ہوتی اوپر ہی رکھی ہوتی ہے، اور ذرا سے اشارہ میں اکھڑ جاتی ہیں، یعنی کافر کے اعمال نیک بالکل بے حیثیت ہیں، نہ وہ آسمان پر چڑھتے ہیں نہ اللہ کی بارگاہ میں وہ قبولیت کا درجہ پاتے ہیں۔ اسی طرح کا مفہوم احادیث مبارکہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

مؤمن اور کافر کی مثال

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِ مَثَلُ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تُفَيِّئُهَا الرِّيَاحُ تَعْدِلُهَا مَرَّةً وَتُضْجِعُهَا أُخْرَى حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمَوْتُ وَمَثَلُ الْكَافِرِ كَمَثَلِ الْأَرْزَةِ الْمُجْذِيَةِ

عَلَى أَصْلِهَا لَا يُصِيبُهَا شَيْءٌ حَتَّى يَكُونَ انْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً. ①

ترجمہ: مسلمانوں کی مثال ایک ایسے کمزور کھیت کی طرح ہے، جس سے تیز ہوا گزرتی ہے تو اسے کبھی سیدھا کر دیتی ہے اور کبھی لٹا دیتی ہے، یہاں تک کہ اسے موت آ جاتی ہے، اور کافر کی مثال اس کھیت کی طرح ہے جو اپنی جڑ کے سہارے کھڑا رہتا ہے اسے کوئی مصیبت لاحق نہیں ہوتی، یہاں تک کہ وہ ایک مرتبہ سے ہی اکھڑ جاتا ہے۔

مؤمن کی مثال گندم کے خوشے کی ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِ مَثَلُ السُّنْبُلَةِ تَسْتَقِيمُ مَرَّةً وَتَخِرُّ مَرَّةً وَمَثَلُ الْكَافِرِ مَثَلُ الْأَرْزَةِ لَا تَزَالُ مُسْتَقِيمَةً حَتَّى تَخِرَّ وَلَا تَشْعُرُ. ②

ترجمہ: مسلمان کی مثال گندم کے خوشے کی سی ہے جو کبھی گرتا ہے اور کبھی سنبھلتا ہے۔ اور کافر کی مثال چاول کی سی ہے، جو ہمیشہ تنا ہی رہتا ہے یہاں تک کہ گر جاتا ہے اور اُسے پتہ نہیں چلتا۔

کیا کافر کی نیکی کا بدلہ ہے؟

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (النساء: ۴۰)

ترجمہ: اللہ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا، اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے کئی گنا کر دیتا ہے، اور خود اپنے پاس سے عظیم ثواب دیتا ہے۔

اللہ ذرہ برابر ظلم نہیں کرے گا۔ ذرہ سرخ چھوٹی چیونٹی یا روشن دان میں دھوپ کے رخ

---

① صحیح البخاری: کتاب المرضی، باب ما جاء فی کفارة المرض، رقم الحدیث: ۵۶۴۳

② مسند أحمد: مسند جابر بن عبد اللّٰه، ج ۲۳ ص ۳۴۸، رقم الحدیث: ۱۵۱۵۴

پر جو ذرے سے اڑتے دکھائی دیتے ہیں اور جن کا کوئی وزن نہیں ہوتا اس کا بھی حساب ہوگا۔ اللہ بالکل ظلم (حق تلفی) نہیں کرے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کسی کی اطاعت کے ثواب میں کمی نہیں کرے گا اور نہ کسی کے گناہ میں بیشی کرے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْكَافِرَ إِذَا عَمِلَ حَسَنَةً أُطْعِمَ بِهَا طُعْمَةً مِنَ الدُّنْيَا، وَأَمَّا الْمُؤْمِنُ، فَإِنَّ اللَّهَ يَدَّخِرُ لَهُ حَسَنَاتِهِ فِي الْآخِرَةِ وَيُعْقِبُهُ رِزْقًا فِي الدُّنْيَا عَلَى طَاعَتِهِ. ❶

ترجمہ: مؤمن کی کسی نیکی (کے اجر) کو کم نہیں کیا جائے گا، دنیا میں اس کے عوض رزق (زیادہ) ملے گا اور آخرت میں بھی اس کی اچھی جزا ملے گی اور کافر کی نیکی کا بدلہ اس کو بصورتِ رزق دنیا میں ہی ملے گا، آخرت میں پہنچے گا تو اس کی کوئی نیکی باقی ہی نہ رہے گی کہ ثواب پاسکے۔

بحرحال سب سے پہلا گناہ ہے کفر کرنا، کافر انسان نے جتنے بھی نیک اعمال کیے ہوں اس کے تمام نیک اعمال ضائع ہوجاتے ہیں، قیامت کے روز اس کا کوئی بدلہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالی ہمیں آخری سانس تک ایمان کی دولت سے سرفراز فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین

۲......مرتد ہونا

مرتد کہا جاتا ہے کہ ایک آدمی پہلے ایمان لے کر آیا ہو اور اس کے بعد معاذ اللہ! وہ کفر اختیار کردے، یہودی ہوجائے، عیسائی ہوجائے، ہندو ہوجائے، سکھ ہوجائے، رافضی ہو جائے، قادیانی ہوجائے تو اس کے جتنے نیک اعمال ہوں گے وہ تمام اعمال ضائع ہوجائیں

---

❶ صحيح مسلم: كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة، رقم الحديث: ۲۸۰۸

گے، کسی عمل کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔

قرآنِ کریم میں اللہ رب العزت نے اس بات کا تذکرہ فرمایا ہے، سورہ بقرہ آیت نمبر (۲۱۷) میں، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَنْ دِينِهِ﴾

ترجمہ: جو شخص تم میں سے دین سے مرتد ہو جائے گا۔

﴿فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ﴾

اُسے موت آئے گی اس حال میں کہ وہ کافر ہے۔

﴿فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾

دنیا اور آخرت میں اس کے تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

﴿وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ﴾

یہی لوگ جہنمی ہیں۔

﴿هُمْ فِيهَا خَالِدُون﴾ (البقرة: ۲۱۷)

اور یہ جہنم میں رہیں گے ہمیشہ ہمیشہ۔

تو اس لیے انسان کبھی بھی ارتداد کی طرف نہ جائے، بسا اوقات دولت کی وجہ سے، پیسہ کی وجہ سے، عورت کی وجہ سے، باہر کے ویزے اور ٹکٹ کی وجہ سے، غیر مسلم ممالک کی شہریت کی وجہ سے، سرکاری نوکری کی وجہ سے بعض لوگ قادیانی ہو جاتے ہیں، بعض عیسائی ہو جاتے ہیں، بعض یہودی بن جاتے ہیں۔ یہ دنیا کا تھوڑا سا نفع تو مل جائے گا، لیکن آخرت کی سزا ابد الآبادکی ہوگی، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہ جہنم میں ہوگا، اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ للَّهَ شَيْـًا﴾ (آل عمران: ۱۴۴)

ترجمہ: اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا (یعنی مرتد ہو جائے گا) تو خدا کا کچھ نقصان نہیں کر سکے گا۔

اس کا اپنا نقصان ہے، ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی جہنم میں گزارے گا۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اسلام میں مرتد کی سزا

مرد اگر مرتد ہو جائے تو اُسے قتل کیا جاتا ہے اور ایسے مرتد کی حالت کافر اصلی سے بدتر ہے، مرتد اگر اسلام قبول نہ کرے تو اگر مرد ہے تو اس کی سزا یہ ہوتی ہے کہ اسے تین دن کی مہلت دی جاتی ہے، تین دن میں اگر وہ اسلام کی طرف دوبارہ لوٹ آئے تو فبہا، ورنہ تین دن کے بعد جو وقت کا قاضی ہوگا اس کے حکم کے مطابق ایسے شخص کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ ہی شریعت کا حکم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوهُ. ❶

ترجمہ: جو شخص مرتد ہو کر اپنا دین بدل لے، اسے قتل کر دو۔

اور اگر عورت مرتد ہو جاتی ہے تو اس کے لیے دائمی قید کی سزاء ہے، یہ سزائیں شریعت نے اس لیے طے کی ہیں کہ ارتداد سے اسلام کی اہانت ہوئی ہے اور دین کی اہانت والا اسی سزا کے لائق ہے کہ اِس کو قتل کیا جائے، اور اگر عورت ہے تو اسے دائمی قید کی سزا دی جائے۔

میں اس وقت تک سواری سے نہ اتروں گا جب تک اِسے قتل نہ کر دیا جائے

عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا مُوسَى وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ وَبَعَثَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى مِخْلَافٍ قَالَ

---

❶ صحيح البخاري: كتاب الجهاد والسير، باب: لا يعذب بعذاب الله، رقم الحديث: ٣٠١٧

وَالْيَمَنُ مِخْلافَانِ ثُمَّ قَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا......الخ ❶

ترجمہ: حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا اور ہر ایک کو الگ الگ صوبہ میں بھیجا، یمن کے دو صوبے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا.

تم دونوں نرمی کرنا سختی نہ کرنا، لوگوں کو خوش رکھنا رنجیدہ نہ کرنا، چنانچہ ہر ایک اپنی اپنی حکومت پر چلا گیا، حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک جب اپنی حدودِ حکومت میں سیر کرتا اور وہ حصہ اس کے لیے دوسرے ساتھی سے قریب ہوتا تو وہ ملاقات کر کے سلام کرتا، حضرت معاذ بن جبل حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کی حدود کے قریب اپنی حدود میں اپنے خچر پر سیر کرتے کرتے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے اور ایک آدمی جس کی مشکیں کسی ہوئی تھیں اور اس کے اردگرد لوگ جمع تھے۔ حضرت معاذ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما سے کہا:

"**يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسٍ أَيُّمَ هَذَا**" اے عبداللہ بن قیس! یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: "**هَذَا رَجُلٌ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلَامِهِ**" یہ آدمی اسلام لا کر مرتد ہو گیا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "**لَا أَنْزِلُ حَتَّى يُقْتَلَ**" جب تک اسے قتل نہ کر دیا جائے میں (اپنی سواری) سے نہ اتروں گا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اسے قتل ہی کے لیے لایا گیا ہے، لہذا آپ اتر آئیں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک یہ قتل نہ ہو میں نہ اتروں گا، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے حکم سے اُسے قتل کر دیا گیا، پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ (خچر سے) اترے۔

---

❶ صحيح البخاري: كتاب المغازي: باب بعث أبي موسى ومعاذ إلى اليمن قبل حجة الوداع، رقم الحديث: ۴۳۴۱

معلوم ہوا کہ حضراتِ صحابہ کرام ایسے شخص کی سزا میں معمولی توقف نہیں کرتے تھے، فوراً سزا کے نفاذ کا حکم دیتے تھے۔

تو بہرحال مرتد نے حالتِ اسلام میں جتنے نیک اعمال کیے ہوں گے وہ تمام اعمال ضائع ہوجائیں گے، کسی عمل کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔

﴿فَأُولَئِکَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾

دنیا اور آخرت میں اس کے تمام اعمال ضائع ہوجائیں گے۔

اس لیے اس ارتدار کے فتنے سے بچیں اور دیگر مسلمان بھائیوں کی بھی فکر کریں، جو مال دولت کے نشے میں آکر مرتد ہوجاتے ہیں، سب سے بڑی نعمت ایمان کی نعمت ہے اور ایمان کی نعمت کی قدر تب آئے گی جب انسان کی آنکھیں بند ہوجائیں گی، تب معلوم ہوگا ایمان کتنی طاقتور چیز ہے، قبر وحشر میں اس کی قدر معلوم ہوگی۔ تو دوسرا بڑا گناہ ہے ارتداد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، اور ایمان پر موت نصیب فرمائے۔ آمین۔

۳......شرک کرنا

شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ کی ربوبیت اور الوہیت میں کسی غیر کو شریک ٹھہرانا، شریک کی حقیقت یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت اس طرح کی جائے جس طرح اللہ کی عبادت کی جاتی ہے، غیر اللہ کی تعظیم اس طرح کی جائے جس طرح رب العالمین کی تعظیم کی جاتی ہے:

وهو جعل شريک للّٰه تعالی فی ربوبيته والهيته، وحقيقة الشرک باللّٰه: أن يعبد المخلوق كما يعبد اللّٰه، أو يعظم كما يعظم اللّٰه...... الخ. ①

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے ساتھ کسی غیر کو شریک کرنا۔ اللہ کی ذات

---

① تفسیر السعدی: سورۃ الأنعام، ج ۱ ص ۲۷۹

میں ہو، چاہے اللہ کی صفات میں ہو، تو کوئی اگر اللہ کے ساتھ معاذ اللہ ! کسی اور کو شریک کرے کہ اللہ کے علاوہ بھی دنیا میں فلاں شخص یا فلاں معبود، یہ کام کر رہا ہے، نظام چلا رہا ہے، اولاد دے رہا ہے، نفع نقصان اس کی طرف سے ہے، تو ایسا آدمی مشرک ہے۔ یا جو صفات اللہ کے لیے ثابت ہیں ان صفات کو غیر اللہ کے لیے ثابت کرنا، جیسے نفع نقصان دینا، اولاد دینا، ہر جگہ موجود ہونا، ہر انسان کی پکار کو سننا، پوشیدہ باتوں کا علم رکھنا، یہ سب اللہ کی صفات ہیں، تو اگر کوئی غیر اللہ کے لیے مانتا ہے تو یہ شرک ہے۔

یا اسی طرح اللہ کو چھوڑ کر کسی مخلوق کی پوجا اور پرستش کرنا، یا اللہ کی بھی عبادت کرے اور کسی دوسرے کی بھی پوجا و پرستش کرے، جیسے ہندو لوگ خدا کو بھی مانتے ہیں اور مخلوق کی بھی پوجا کرتے ہیں، بتوں کے سامنے سجدہ بھی کرتے ہیں، ان کے نام کی نذریں مانتے ہیں اور ان پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں، اور ان کے سامنے جانوروں کو کاٹتے ہیں اور جیسے نصرانی (جنہیں عیسائی کہا جاتا ہے) اللہ کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم کو معبود مانتے ہیں اور صلیب کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بھی کہتے ہیں اور ان کی والدہ کی عبادت بھی کرتے ہیں۔ یہ شرک اعظم ہے۔ دیکھنے میں نصرانی کیسے مہذب ہیں، بڑے بڑے ملکوں کو چلاتے ہیں اور دنیا کی سیاست پر چھائے ہوئے ہیں، لیکن اللہ کے ساتھ شرک کرنے اور اس کے آخری نبی و رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر اور مشرک ہیں، چاند پر پہنچ گئے تو کیا ہوا، اصل تو آخرت کی ابدی زندگی کو دیکھنا ہے، وہاں دوزخ میں چلا گیا تو یہاں کا چاند پر پہنچنا کیا کام دے گا۔

بہت سے کمزور ایمان والے مسلمان یہود و نصاریٰ کے طور طریق دیکھ کر چلتے ہیں۔ کافر و مشرک جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے ان کے حال پر رشک کرنا بہت بڑی حماقت ہے۔

اللہ نے جو ہمیں ایمان کی دولت دی ہے اس نعمت کے ملنے پر خوش اور سرشار رہنا چاہیے۔ جب ایمان کی حلاوت نصیب ہو جائے اور اس کی بشاشت دل میں پیوست ہو کر رچ بس جائے تو پوری دنیا اور اہلِ دنیا مؤمن کی نظروں میں بے حقیقت ہو کر رہ جاتے ہیں۔

شیطان ہمارا ازلی دشمن ہے

شیطان بہت بڑا دشمن ہے، وہ جانتا ہے کہ کافر اور مشرک نے جتنے نیک اعمال کیے ہوں گے وہ تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے، کسی عمل کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ اس لیے لوگوں کو کفر وشرک پر لگاتا ہے، اور مسلمانوں کے دلوں میں ایمان اور ایمانیات کے بارے میں شکوک وشبہات ڈالتا ہے، تاکہ شرک پر مر کر ہمیشہ کے لیے دوزخی ہو جائیں، جیسے نصرانیوں کو کفر وشرک پر ڈال رکھا ہے اور یہ سمجھا رکھا ہے کہ آخرت میں صرف تمہاری نجات ہوگی کیوں کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہو۔

(العیاذ باللہ) اسی طرح شیطان نے بہت سے نام کے مسلمانوں کو شرکیہ کاموں پر لگا رکھا ہے۔ بہت سے لوگ قبروں کو سجدہ کرتے ہیں، قبروں والوں کے نام پر نذریں مانتے ہیں، ان کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں اور قبروالوں کے بارے میں عالم الغیب ہونے کا یا حاجتیں پوری کرنے کی قدرت رکھنے کا یا عالم میں تصرف کرنے کا عقیدہ رکھتے ہیں، یہ سب شرکیہ عقائد واعمال ہیں۔

عورتیں بہت کچے عقیدہ کی ہوتی ہیں، بہت سے شرکیہ کام کرتی ہیں، ٹوٹکے کرنا تو ان کا خاص مشغلہ ہے۔ بہرحال شرک کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ ماقبل میں جتنے نیک اعمال کیے ہوں گے وہ تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے، کسی عمل کا کوئی ثواب نہیں ملے گا، قرآن کریم میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (الأنعام: ۸۸)

ترجمہ: اگر یہ لوگ شرک کر دیں گے تو انہوں نے جتنے بھی اعمال کیے ہوں گے ان کے تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

یعنی شرک ایسا گناہ ہے جو انسان کی ماضی کے سارے نیکیوں کو ختم کر دیتا ہے۔

شرک تمام اعمال کو ضائع کر دیتا ہے

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْکَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِک لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (الزمر: ٦٥)

ترجمہ: اور یہ حقیقت ہے کہ تم سے اور تم سے پہلے تمام پیغمبروں سے وحی کے ذریعے یہ بات کہہ دی گئی تھی کہ اگر تم نے شرک کا ارتکاب کیا تو تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے گا۔ اور تم یقینی طور پر سخت نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے، حالانکہ نبی کبھی بھی شرک نہیں کرتا، شرک تو بہت بڑا گناہ ہے، نبی سے تو صغیرہ گناہ بھی سرزد نہیں ہوتا، انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں، لیکن اللہ تعالی نے حضور کو مخاطب کر کے فرمایا اگر آپ سے شرک ہوگا آپ کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے، جب نبی کے لیے یہ حکم ہے تو امتی کے اعمال تو بطریقِ اولی ضائع ہوں گے، اس میں خطاب حضور کو ہے مراد اُمت ہے کہ اُمت اس گناہ سے اپنے آپ کو بچائے۔

اللہ کی نظر میں مشرک کی کوئی وقعت نہیں

﴿وَمَنْ يُشْرِکْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ﴾ (الحج: ٣١)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر یا تو پرندے اُسے اچک لے جائیں، یا ہوا اسے کہیں دور دراز کی جگہ لا پھینکے۔

شرک نہ کرنا اگرچہ تمہیں جلا دیا جائے

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کے متعلق وصیت فرمائی، ان میں ایک وصیت یہ تھی:

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَإِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ. ❶

ترجمہ: اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ آپ قتل کر دیے جاؤ اور جلا دیئے جاؤ۔

حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحت

﴿وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (لقمان: ۱۳)

ترجمہ: اور وہ وقت یاد کرو، جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، یقین جانو شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

جس کی موت شرک پر ہوئی وہ جہنمی ہوگا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ أَنَا: مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ. ❷

ترجمہ: جو مرا اس حال میں کہ شریک ٹھہراتا ہو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو تو وہ جہنم میں داخل ہوگا اور میں نے کہا: جو مرے اس حال میں کے وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

---

❶ مسند أحمد: حديث معاذ بن جبل، ج۳٦ ص ۳۹۲، رقم الحديث: ۲۲۰۷۵

❷ صحيح البخاري: كتاب الجنائز، باب ما جاء في الجنائز، رقم الحديث: ۱۲۳۸

شرک اللہ کے ساتھ غداری ہے

بس اللہ کی معافی کی شرط اتنی ہے کہ وہ شرک نہ کرے، اس لیے اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں شرک کی معافی نہیں۔ فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ (النساء: ۴۸)

ترجمہ: بالیقین اللہ تعالیٰ شرک کرنے والوں کو معاف نہیں کرتا، اس کے علاوہ جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔

مشرک جب تک شرک سے سچی توبہ نہ کرلے معافی کا حقدار نہیں، کیونکہ شرک غدّاری ہے، اور جرائم معاف ہو سکتے ہیں، غداری نہیں۔ بہر حال مشرک انسان نے جتنے بھی نیک اعمال کیے ہوں گے وہ تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے، کسی عمل کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنا صحیح دین سمجھائے اور شیطان سے اور اس کے وسوسوں اور اس کے بتائے ہوئے کاموں سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

۴......منافق ہونا

منافق کسے کہتے ہیں؟

مَنْ يُبْطِنُ الْكُفْرَ وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ تَعَالَى وَيُظْهِرُ الْإِسْلَامَ فَهُوَ الْمُنَافِقُ.

ترجمہ: العیاذ باللہ جو کفر کو چھپائے اور اسلام کا اظہار کرے وہ منافق ہے۔

جو شخص ظاہری شکل وصورت میں مسلمان اور ارکانِ اسلام کا پابند ہو، لیکن در پردہ کفریہ عقائد پر قائم ہو، یا اسلامی عقائد کے بارے میں شک وشبہ میں مبتلا ہو تو ایسے شخص کو شریعت کی زبان میں منافق کہا جاتا ہے۔ ❶

---

❶ البحر الرائق: كتاب الجهاد، أحكام المرتدين، ج۵ ص ۱۳۶

منافق کی دو قسمیں ہوتی ہیں (۱) منافق اعتقادی (۲) منافق عملی۔

(۱) منافق اعتقادی

نفاق اعتقادی یخرج صاحبه عن الإیمان وهو إظهار الإِسلام وإخفاء الکفر.

ترجمہ: منافق اعتقادی اُسے کہتے ہیں جو اسلام کا اظہار کرے اور کفر کو چھپائے، یہ چیز انسان کو ایمان سے نکال دیتی ہے۔

منافقِ اعتقادی اس کو کہتے ہیں جو زبان سے کلمہ پڑھے، لیکن دل سے ایمان نہ لائے، زبان سے اسلام کا اظہار کرے، لیکن دل سے تصدیق نہ کرے، یہ شخص منافق ہے۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں عبداللہ بن ابی بن سلول اور بہت سے منافقین تھے، زبان سے کلمہ پڑھتے تھے، لیکن دل سے نہیں مانتے تھے، اللہ رب العزت نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ﴾ (البقرة: ۸)

ترجمہ: یہ لوگ جو کہتے ہیں ہم اللہ اور آخرت پر ایمان لے کر آئیں یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

انہی منافقین کے بارے میں یہ آیت ہے:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا﴾ (النساء: ۱۴۵)

ترجمہ: بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں ہوں، اور تو ہرگز ان کے لیے کوئی مددگار نہ پائے گا۔

یعنی ان کے لیے نہایت سخت عذاب ہوگا، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتنا بڑا گناہ ہے کہ جہنم کا سب سے نچلا درجہ ان کے لیے ہوگا۔ منافق انسان نے جتنے بھی نیک اعمال کیے ہوں گے وہ تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے، کسی عمل کا کوئی ثواب نہیں ملے گا، جہنم کا سب سے نچلا طبقہ ان کے لیے تیار ہوگا۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ دوزخ کے سات طبقے ہیں، پہلے طبقے کا نام جہنم اور دوسرے کا لَظٰی اور تیسرے کا حطمہ اور چوتھے کا سعیر اور پانچویں کا سقر اور چھٹے کا جحیم اور ساتویں ھاویہ ہے، منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں ہوگا:

الأولى: جهنم، والثانية: لظى، والثالثة: الحطمة، والرابعة: السعير، والخامسة: سقر، والسادسة: الجحيم، والسابعة: الهاوية. ①

اس قدر سخت سزا کیوں ہے؟ کیونکہ ہر منافق اصلاً کافر ہی ہوتا ہے۔ منافق کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے جرم کفر پر ایک مزید جرم مکر وفریب کا اضافہ کئے ہوئے ہے، اس لیے اگر اسے کھلے ہوئے کافر سے سخت سزا ملے تو یہ عین مقتضائے عمل ہے، اس کا وہ مستحق ہے۔

سورہ مائدہ میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ﴾ (المائدة: ۵۳)

ترجمہ: ''اور وہ لوگ جو ایمان لے کر آئے وہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کے نام کی پختہ قسمیں کہ یقیناً وہ تمہارے ساتھ ہیں۔ ان کے اعمال ضائع ہو گئے۔ پس ہو گئے یہ لوگ خسارہ پانے والے۔

تو اللہ نے اس آیت میں منافقین کا تذکرہ کیا کہ یہ جو منافق لوگ ہیں یہ پختہ قسمیں

---

① روح المعاني: سورة النساء، ج۳ ص ۱۷۰

کھاتے ہیں اللہ کے نام کی قسمیں کھاتے ہیں، لیکن ان کے دل میں ایمان نہیں ہے اس لیے ان کے تمام اعمال ضائع ہو گئے۔

سورہ احزاب میں بھی اللہ رب العزت نے منافقین کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ منافق لوگ جو دل سے ایمان نہیں لاتے ان کے تمام اعمال ضائع ہو گئے، کسی عمل کا ثواب ان کو نہیں ملے گا۔

﴿فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَیْتَهُمْ یَنْظُرُونَ إِلَیْکَ تَدُورُ أَعْیُنُهُمْ کَالَّذِی یُغْشَی عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوکُمْ بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَی الْخَیْرِ أُولَئِکَ لَمْ یُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ وَکَانَ ذَلِکَ عَلَی اللَّهِ یَسِیرًا﴾ (الأحزاب: ١٩)

ترجمہ: جب خوف اِن کے پاس آتا ہے تو آپ اِن کو دیکھو گے، یہ دیکھیں گے آپ کو ان کی نگاہ گھوم رہی ہوں گی۔ گویا کہ موت نے ان کو ڈھانپ لیا ہو۔ جب خوف ختم ہو جاتا ہے تو ان کی زبان بڑی تیز چلتی ہیں۔ یہ لوگ مال پر بڑا بخل کرنے والے ہیں۔ یہ منافق لوگ ایمان لے کر نہیں آئے۔ اللہ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا۔ اور یہ کام اللہ کے لیے بڑا آسان ہے۔

تو اس آیت میں گویا اللہ رب العزت نے فرمایا کہ یہ جو بھی عمل کر رہے ہیں ان کے تمام اعمال ضائع ہو گئے۔ تو ایک ہوتا ہے منافق اعتقادی کہ جو زبان سے کلمہ پڑھے دل سے نہ پڑھے، جو حضور کے دور میں موجود تھے، لیکن آج کے دور میں کسی کو منافق اعتقادی نہیں کہا جا سکتا، اس لیے کہ کسی کے بارے میں ہمیں علم نہیں کہ یہ دل سے ایمان لایا ہے یا نہیں، تو منافق اعتقادی کا پتہ صرف وحی سے چلتا ہے اور وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ دوسرا منافق عملی ہے۔

(۲) منافق عملی

وهو التشبه بالمنافقين في أخلاقهم، وهذا لا يخرج صاحبه عن الإيمان، إلاّ أنه كبيرة. ❶

یعنی منافق عملی کہتے ہیں جو عقیدے کے اعتبار سے تو پکا اور سچا مسلمان ہو، لیکن اس کی ظاہری صفات منافقین سے ملتی جلتی ہوں، مثلاً جھوٹ، وعدہ خلافی اور خیانت جیسے برے افعال میں مبتلا رہتا ہو۔ ایسا شخص مسلمان تو رہے گا، لیکن سخت گناہ گار ہوگا۔

منافق عملی کی علامات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاث: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وإِذَا ائْتُمِنَ خَانَ. ❷

منافق کی تین علامتیں ہیں: پہلی علامت:

إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ.

ترجمہ: جو بات کرے تو جھوٹ بولے۔

وإِذَا وَعَدَ أَخْلَف.

ترجمہ: وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔

وإِذَا ائْتُمِنَ خَانَ.

ترجمہ: امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔

ایک روایت میں چوتھی علامت کا اضافہ ہے:

---

❶ منار القاری: باب علامات المنافق، ج ۱ ص ۱۱۹

❷ صحيح البخاری: كتاب الإيمان، باب علامة المنافق، رقم الحديث: ۳۳

وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ. ❶

ترجمہ: جب لڑائی ہو تو گالم گلوچ کرے۔

تو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق عملی کی چار نشانیاں بیان کیں ہیں:

☆ ......جھوٹ بولنا۔

☆ ......وعدہ خلافی کرنا۔

☆ ......امانت میں خیانت کرنا۔

☆ ......گالم گلوچ کرنا۔

عموماً آج کل یہ تینوں علامات پائی جارہی ہیں، آج کا مسلمان جھوٹ بھی بول رہا ہے، اور اس کو گناہ ہی نہیں سمجھتا، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِيْلًا مِّنْ نَتْنِ مَاجَاءَ بِهِ. ❷

ترجمہ: جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کی بات کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلا جاتا ہے۔

فرشتوں کو جھوٹ سے ایسی گھن آتی ہے کہ جوں ہی کسی کے منہ سے جھوٹ نکلا فرشتہ وہاں سے چلا جاتا ہے اور ایک میل تک دور چلا جاتا ہے۔

آج ہمارے وعدوں کا کیا حال ہے

حضرت عبداللہ بن الحسماء فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی کی حیثیت سے مبعوث ہونے سے پہلے ایک مرتبہ میں نے آپ سے کسی چیز کو خریدا، اور اسکے کچھ حصہ کی ادائیگی مجھ پر باقی رہ گئی، اور میں نے وعدہ کیا کہ میں باقی قیمت لے کر اسی جگہ

---

❶ صحيح البخاري: كتاب الإيمان، باب علامة المنافق، رقم الحديث: ۳۴

❷ سنن الترمذی: كتاب البر والصلة، باب ما جاء فی الصدق والكذب: ۱۹۷۲

جہاں آپ تشریف فرما تھے، آپ کی خدمت میں حاضر خدمت ہونگا۔ لیکن میں اس وعدہ کو بھول گیا اور مجھے تین دن بعد یہ بات یاد آئی کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی وعدہ کیا تھا۔ میں وہ بقیہ رقم لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ اسی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں اور مجھے دیکھ کر فرمایا:

لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَيَّ، أَنَا هَاهُنَا مُنْذُ ثَلَاثٍ أَنْتَظِرُكَ. ①

ترجمہ: تم نے مجھے بڑی زحمت میں مبتلا کیا میں تین دن سے یہاں بیٹھ کر تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کا انتظار محض اس لیے فرمایا کہ جس شخص سے وعدہ کیا ہے، اگر یہ صاحب اس مقام پر آ جائیں اور میں حاضر نہ ہوں اسے تکلیف ہوگی۔ وعدہ پورا کرنے کی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عملی تعلیم دے کر امت کو ایک بہترین نمونہ پیش فرمایا۔

مگر افسوس! کہ آج کل منافق عملی کی چاروں علامات پائی جا رہی ہیں، اس میں غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ کر کے اِسے گناہ ہی نہیں سمجھا جا رہا۔

بہر حال اگر ان میں سے کوئی بات کسی کے اندر ہے تو گویا نفاق کی ایک علامت اس میں پائی جاتی ہے، اس لیے انسان اپنے آپ کو منافق اعتقادی ہونے سے بھی بچائے اور منافق عملی ہونے سے بھی۔

۵...... اللہ رب العزت کے نازل کردہ احکامات کو ناپسند کرنا

اللہ رب العزت نے کسی بات کا حکم دیا اب اگر کوئی نادان مسلمان اس کو ناپسند کرے کہ اللہ نے یہ حکم کیوں دیا ہے، مجھے یہ حکم ناپسند ہے، میں اسے نہیں مانتا، یہ میری سمجھ میں

---

① سنن أبي داؤد: كتاب الأدب، باب في العدة، رقم الحديث: ۴۹۹۶

نہیں آتا، تو اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے، قرآنِ کریم میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ذٰلِکَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ﴾ (محمد: ۹)

ترجمہ: یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ناپسند کیا جس کو اللہ نے نازل کیا تھا اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا۔

اس لیے اللہ کا جو بھی حکم ہو، مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں اللہ اور اللہ کے رسول کے ہر حکم پر ایمان بھی لانا چاہیے اور اس پر عمل بھی کرنا چاہیے، شریعت کے کسی حکم کا انکار نہیں کرنا چاہیے، کسی حکم کو ناپسند نہیں سمجھنا چاہیے، ہماری عقل ناقص ہے، ہماری فہم ناپختہ ہے، ہمارا علم ناقص ہے، اللہ رب العزت کی ذات بہتر جانتی ہے، انسان کو جو حکم دیا ہے اُس میں انسان کے لیے خیر ہے۔ اس لیے جو بھی حکم ہو انسان اس پر عمل کرے، اللہ کے کسی حکم کو ناپسند نہ کرے، ورنہ اس کے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ مسلمان کا کام نہیں کہ وہ اللہ پر اعتراض کرے کہ اللہ نے یہ حکم کیوں دیا ہے، اس کی سائنسی اور عقلی حکمتیں کیا ہیں؟

کیا احکام شرعیہ کی حکمت کا جاننا ضروری ہے؟

احکام شرعیہ کو حکمت اور علت معلوم کیے بغیر ماننا لازم ہے، احکام کی حکمتیں معلوم کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے، لیکن حکمت سمجھ میں نہ آئے تو حکم ہی کو نہ مانے، یہ بہت بڑی جہالت ہے۔ کسی حکم شرعی کی حکمت معلوم ہو گئی تو بہت اچھی بات ہے اور معلوم نہ ہو سکے یا سمجھ میں نہ آئے تو اسی کو اسی طرح سچے دل سے ماننا ضروری ہے، جیسا کہ حکمت سمجھ میں آنے پر مانتے ہیں، اور یہ بات بھی واضح رہے کہ کسی مسئلہ کی اگر کوئی حکمت سمجھ میں آجائے تو اس کو یوں نہ سمجھے کہ اس کی واقعی یہی حکمت ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوسری کوئی حکمت ہو۔

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی شاگرد معاذہ کی سرزنش کی تو انہوں نے جواب دیا میں نیچری نہیں ہوں۔ یعنی دین میں ٹانگ اڑانا میرا مقصد نہیں، البتہ حکمت معلوم کرنے کو جی چاہتا ہے، اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکمت نہ بتائی، بلکہ ایک مؤمنانہ مضبوط جواب دے دیا کہ عمل کرنے کے لیے بس اتنا کافی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم لوگوں کو حیض آتا تھا تو نمازوں کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا اور رمضان میں حیض آجاتا تھا تو ان دنوں کے روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا۔ ❶

درحقیقت ایک مؤمن بندہ کے لیے یہ جواب بالکل کافی ہے، کیوں کہ مقصد زندگی حکمِ ربی کی تعمیل ہے، نہ کہ علت وحکمت کی تلاش، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر اکتفاء کیا، البتہ حکمائے اسلام نے اس میں ایک حکمت یہ بتائی ہے کہ نمازیں روزانہ کی پانچ کی تعداد میں جمع ہوکر بہت زیادہ ہوجاتی ہیں، عورت کو گھریلو کام کاج اور بچوں کی پرورش کے مشاغل کی وجہ سے ان سب کی قضا پڑھنا سخت مشکل ہے۔ اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ کرم فرمایا کہ حیض کے زمانے کی نمازوں کو بالکل ہی معاف فرمادیا اور روزے چوں کہ بارہ ماہ میں صرف ایک مرتبہ آتے ہیں اور حیض کی وجہ سے جو روزے چھوٹتے ہیں وہ زیادہ ہوتے بھی نہیں، ان کی قضا رکھ لینا آسان ہے۔ اس لیے ان کی قضا کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ عورتیں عموماً روزہ رکھنے میں ماہر معلوم ہوتی ہیں اور نمازوں سے جان چھڑاتی ہیں۔ اگر ماہواری کے دنوں کی نمازوں کی قضا لازم کردی جاتی تو قضا نہ پڑھتیں اور گناہگار رہتیں اور ادا کرنا بھی مشکل تھا۔

اس لیے اللہ کے ہر حکم میں بہت سی حکمتیں مصلحتیں اور انسانیت کے فوائد مضمر ہوتے ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہماری محدود عقل ان تمام مصلحتوں اور حکمتوں کا احاطہ بھی کرسکے،

---

❶ صحیح مسلم: کتاب الحیض، باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض دون الصلاۃ، رقم الحدیث: ۳۳۵

ظاہر ہے کہ وہ خالق کائنات جس کے سامنے زمین وآسمان کی تمام موجودات اور ماضی ومستقبل کے تمام حالات ہیں، اس کے علم وحکمت کا کون احاطہ کرسکتا ہے۔

احکام شرعیہ کی حکمت کا ادراک نری عقل سے ممکن نہیں

اگر انسان کو اپنے فائدہ کی تمام باتیں سمجھ میں آسکتی تھیں تو پیغمبروں کو بھیجنے اور آسمانی کتابیں نازل کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی، وحی اور رسالت کا مقدس سلسلہ تو جاری ہی اس لیے کیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ انسان کو ان باتوں کی تعلیم دی جاسکے جس کا ادراک نری عقل سے ممکن نہیں، اس لیے اگر اللہ پر اس کی قدرت کاملہ پر اس کے علم محیط پر اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں پر اور اس کی نازل کی ہوئی کتابوں پر ایمان ہے تو لازماً یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اس کے نازل کیے ہوئے ہر حکم کی پوری پوری مصلحت کا بالکلیہ سمجھ میں آجانا ضروری نہیں۔ اس لیے اللہ کا جو بھی حکم ہو مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں اللہ اور اللہ کے رسول کے ہر حکم پر ایمان بھی لانا چاہیے اور اس پر عمل بھی کرنا چاہیے، چاہے حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

حکم کا مدار علت پر ہوتا ہے حکمت پر نہیں

تمام اہلِ علم کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ شرعی احکام کا دارومدار ان کی حکمتوں پر نہیں بلکہ علتوں پر ہوتا ہے۔

''علت'' اس چیز کو کہتے ہیں جو قانون کے واجب التعمیل ہونے کا لازمی سبب ہوتی ہے، اس کی حیثیت ایک ایسی لازمی علامت کی سی ہے، جسے دیکھتے ہی قانون کے متبعین پر لازم ہوجاتا ہے کہ وہ حکم کی پیروی کریں۔

اور ''حکمت'' اس فائدے اور مصلحت کو کہتے ہیں، جو قانون وضع کرتے وقت قانون ساز کے پیشِ نظر ہوتی ہے، مثلاً قرآن کریم نے شراب کی حرمت کا حکم دیا ہے اور نشہ کو حرمت کی لازمی علامت قرار دیا ہے کہ جس چیز میں بھی نشہ ہو اس کا پینا ممنوع ہے اور اس ممانعت

کی بہت سی مصلحتیں ہیں، جن میں سے ایک یہ کہ لوگ ہوش وحواس کھو کر ایسے افعال میں مبتلا نہ ہوں۔

اس مثال میں قرآن کریم کا یہ ارشاد کہ شراب سے پرہیز کرو، ایک حکم ہے، ''نشہ'' اس حکم کی علت ہے، اور لوگوں کو ہوش وحواس کھو کر برے افعال سے بچانا اس کی حکمت ہے، اب ممانعت کے حکم کا دارومدار اس کی علت، یعنی نشہ پر ہوگا اور جس چیز میں بھی نشہ پایا جائے گا اسے حرام کہیں گے، اس حکم کی حکمت پر حکم کا دارومدار نہیں ہوگا، لہذا اگر کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ آجکل شراب تیار کرنے کے زیادہ ترقی یافتہ ذرائع ایجاد ہو چکے ہیں، جنھوں نے اس کے نقصانات کو کم کر دیا ہے اور شراب پینے والوں کی ایک بڑی تعداد شراب نوشی کے باوجود ہوش وحواس کے ساتھ اپنے کام کرتی رہتی ہے۔ اس لیے آجکل شراب جائز ہونی چاہیے۔ تو ظاہر ہے کہ اس کا عذر قابل سماعت نہیں ہوگا، کیونکہ اللہ کے بندے کی حیثیت سے ہمارا کام حکم کی علت دیکھ کر حکم پر عمل کرنا ہے، اس حکم کی حکمتوں اور مصلحتوں کو پیش نظر رکھ کر احکام کی تعمیل ہمارا منصب نہیں۔

اور یہ قاعدہ صرف اسلامی شریعت ہی کا نہیں، بلکہ موجودہ قوانین میں بھی اسی قاعدہ پر عمل ہے، مثال کے طور پر ٹریفک کے حادثات کی روک تھام کے لیے حکومت نے یہ قانون بنایا ہے کہ جب کسی چوراہے پر سرخ سگنل نظر آئے، ہر گاڑی کے لیے رک جانا لازی ہے۔ اس مثال میں گاڑیوں کے لیے یہ حکم کہ رک جاؤ، ایک قانون ہے، سرخ سگنل اس قانون کی علت ہے اور تصادم کے خطرات سے بچاؤ کرنا اس کی حکمت ہے، لہذا اگر کسی وقت حادثے کا کوئی خطرہ نہ ہو، تب بھی سگنل دیکھ کر رک جانا لازمی ہے اور اگر کوئی ڈرائیور یہ سوچ کر سگنل پار کر جائے کہ اس کی نظر میں حادثے کا کوئی خطرہ نہیں ہے تو قانون کی نظر میں وہ مجرم اور چالان کا مستحق ہے۔

تو بہرحال اللہ تعالی کے نازل شدہ احکامات پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے، ورنہ سارے اعمال ضائع ہوجائے گے۔

آج بعض نادان لوگ پردے پر اشکال کرتے ہیں کہ دین نے پردے کا کیوں حکم دیا، یہ پردہ نہیں ہونا چاہیے، حالانکہ پردہ کا اللہ اور اللہ کے رسول نے حکم دیا، قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ﴾ (النور: ۳۰)

ترجمہ: فرمادیجئے ایمان والوں سے اپنی نگاہیں جھکادیں اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کریں۔

اور سورہ احزاب میں ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ (الأحزاب: ۵۹)

ترجمہ: اے نبی! فرمادیجئے! اپنی بیٹیوں سے، اپنی گھر والیوں سے، مسلمان عورتوں سے جب بھی گھر سے نکلیں بڑی چادر ڈال کر نکلیں، تاکہ وہ پردے میں رہیں اور کوئی ان کو تکلیف نہ پہنچائے۔

تو شریعت نے جو حکم دیا اس میں انسان کے لیے بھلائی ہے، جس رب نے انسان کو پیدا کیا ہے اُسے معلوم ہے کہ اگر پردہ نہیں ہوگا تو فتنہ پیدا ہوگا، بے پردگی ہوگی تو فحاشی وعریانی بڑھے گی، بے پردگی ہوگی تو انسان کی غیرت رخصت ہوجائیگی، انسان کے گھر کا سکون اور اطمینان درہم برہم ہوجائے گا، اللہ بندے کی نفسیات کو جانتا ہے، اس نے بندے کو پیدا کیا وہ بندے کی خواہشات سے واقف ہے، بندے کے ارادوں سے واقف ہے، ہمیں اللہ اور اللہ کے رسول کو، یا دین کو مشورہ دینے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ رب العزت علیم بذات الصدور ہے، سینوں کے بھیدوں کو جانتا ہے، ماضی حال مستقبل تمام زمانوں سے

واقف ہے، اس نے جو حکم دیا اس میں بندے کے لیے خیر ہی خیر ہے۔ تو پانچواں بڑا گناہ ہے اللہ کے نازل کردہ احکامات کو ناپسند سمجھنا۔

اس سے انسان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، اللہ رب العزت ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

۶ ......اللہ کی ناراض کردہ چیزوں کی پیروی کرنا

اللہ تعالیٰ جن چیزوں سے ناراض ہوتے ہیں، جو انسان ان کی پیروی کرے گا اور اللہ کی رضامندی اور ملاقات کو ناپسند کرے گا، تو اللہ رب العزت اس کے سارے اعمال کو ضائع کر دیں گے۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿ذٰلِکَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ﴾ (محمد: ۲۸)

ترجمہ: پس ان لوگوں نے پیروی کی اُن چیزوں کی کہ جو اللہ تعالی کو ناراض کرنے والی تھیں اور انہوں نے اللہ کی رضامندی کو ناپسند سمجھا، اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا۔

تو گویا ایک گناہ اللہ تعالی جن چیزوں سے ناراض ہوتا ہے اس کے پیچھے چلنا، اور اللہ رب العزت کی خوشنودی والے اعمال کو برا جانا، یہ انسان کے اعمال کو ضائع کر دیتا ہے۔ اس لیے ہمیں دیکھنا چاہیے اللہ تعالی کن چیزوں سے ناراض ہوتے ہیں، ہمیں اس سے بچنا چاہیے، اور کن چیزوں سے خوش ہوتے ہیں اُسے اپنانا چاہیے۔

☆......اللہ رب العزت نماز کے چھوڑنے سے ناراض ہوتے ہیں، آج امت میں کتنے فیصد نمازی ہیں، مشکل سے دس فیصد نمازی ہوں گے اور جو نمازی ہیں ان کی نمازوں کا کیا حال ہے۔

صحابہ کی نمازوں کا کیا حال تھا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں پانی اُتر آیا، لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا علاج تو ہوسکتا ہے، مگر چند روز آپ نماز نہ پڑھ سکیں گے، اُنھوں نے فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ:

مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ وَهُوَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يُصَلِّيَ لَقِيَ اللَّهَ تَعَالَى وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. ①

ترجمہ: جو شخص نماز نہ پڑھے حالانکہ وہ نماز پڑھنے کی طاقت رکھتا ہے تو وہ اللہ تعالی سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ رب العزت اُس پر ناراض ہوں گے۔

حالاں کہ اِس عذر کی وجہ سے گنجائش نکل سکتی تھی، لیکن صحابہ کرام کے نزدیک سب سے اہم بات اللہ رب العزت کے احکامات کی ہر حال میں پیروی تھی۔

اسی طرح اللہ رب العزت زنا سے، شراب پینے سے، حرام کھانے سے اور دیگر بے شمار گناہ ہیں، ان کے کرنے سے اللہ ناراض ہوتے ہیں، اس سے انسان بچے۔ قرآن مجید کے اندر اللہ تعالی فرما رہے ہیں:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ (الإسراء: ۳۲)

ترجمہ: زنا کاری اور بدکاری کے قریب مت جاؤ، دراصل یہ بڑی بے شرمی اور بے حیائی کا فعل ہے جس سے بدی کے راستے کھلتے ہیں۔

شراب اور زنا کے وقت ایمان باقی نہیں رہتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ شَارِبُهَا حِينَ

---

① السنن الکبری للبیهقی: کتاب الصلاة، باب من وقع فی عینیه الماء، ج ۲ ص ۴۳۸، رقم الحدیث: ۳۶۸۴

يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ. ❶

ترجمہ: زنا کرنے والا جب زنا کرتا ہے تو مسلمان نہیں رہتا، شراب پینے والا جب شراب پیتا ہے تو مؤمن نہیں رہتا۔

یعنی ان دو گناہوں کے وقت انسان کا ایمان باقی نہیں رہتا، تو یہ بڑے گناہ ہیں۔

حرام سے پرورش پانے والا جسم جہنم کا حقدار ہے

حرام کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ النَّارُ أَوْلَى بِهِ❷.

ترجمہ: وہ گوشت جس نے حرام مال سے پرورش پائی ہے جنت میں داخل نہیں ہوگا اور جو گوشت یعنی جو جسم حرام مال سے نشوونما پائے وہ دوزخ کی آگ ہی کے لائق ہے۔

یہ سارے گناہ اللہ تعالی کی سخت ناراضگی کا سبب ہیں۔ یعنی ہر وہ حکم جس سے رب العالمین نے منع کیا ہے اگر انسان وہ کرتا ہے تو وہ اپنے رب کو ناراض کر رہا ہے۔

خوشی اور غمی کے موقع پر اللہ کی رضا اور ناراضگی کو دیکھنا چاہیے

اسی طرح آج ہماری خوشی اور غمی کے موقع پر عورتوں نے بہت سی بری رسموں کا رواج شروع کیا ہوا ہے ہے، جو اللہ کو ناراض کرنے والی ہیں، جو غیر شرعی ہیں، ان رسموں کی لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتی ہیں، مرد کیسا ہی دیندار ہو، اس کی ایک نہیں چلنے دیتیں، آخر وہی ہوتا ہے جو یہ چاہتی ہیں۔ ان کی پابندی نماز سے بھی بڑھ کر ضروری سمجھی جاتی ہے، اگر مرد سمجھائے کہ یہ شریعت سے ثابت نہیں، انھیں چھوڑ و، ایک نہیں سنتیں، بالآخر مرد مجبور ہو کر ان

---

❶ سنن النسائي: كتاب الأشربة، ذكر روايات المغلظات في شرب الخمر، رقم الحديث: ٥٦٥٩

❷ مسند أحمد: مسند جابر بن عبد اللّٰه، ج ٢٢ ص ٣٣٢، رقم الحديث: ١٤٤٤١

رسموں میں خرچ کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ جو خوشی اللہ کو ناراض کرنے والی ہو، جس خوشی میں اللہ کی رضا اور خوشنودی کا خیال نہ کیا جائے، اندیشہ ہے کہ وہ خوشی ناپائیدار ہوگی۔ گانا بجانا حرام ہے اور جس شادی کے بارے میں پہلے سے معلوم ہو کہ اس میں گانا بجانا، موسیقی، فحاشی اور عریانی ہوگی، اس میں شرکت نہیں کرنی چاہیے۔ ایسی مجلسوں میں نہیں جانا چاہیے۔

مسلمان کے شایانِ شان نہیں کہ وہ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو راضی کرنے کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرلے۔ صحیح حدیث میں ہے :

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ. ❶

ترجمہ: خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی کسی طرح تابع داری جائز نہیں ہے۔

یعنی کسی مخلوق کا کسی قسم کا حکم ماننا جو خالق کے حکم کے خلاف ہو ہرگز جائز نہیں ہے، آج ہم اللہ کی ناراضگی کو نہیں دیکھتے، لوگوں کی ناراضگی کو دیکھتے ہیں، لوگ ناراض نہ ہو جائیں، اللہ کو ناراض کرنے والی چیز کیسے باعثِ خوشی بن سکتی ہے۔ بہت سے لوگ عید کے کپڑے بناتے ہیں تو اس میں بھی حرام حلال کا خیال نہیں کرتے، مرد ٹخنوں سے نیچے کپڑے لٹکاتے ہیں۔ عورتیں باریک کپڑے پہنتی ہیں، اور بہت سے لوگ خوب اچھی طرح داڑھی منڈا کر انگریزی بال تراش کر، نماز عید کے لیے آتے ہیں، جو عید سراپا اطاعت اور فرماں برداری کا مظاہرہ کرنے کے لیے تھی، اسے گناہوں سے ملوث کردیا تو عید کہاں رہی، عید تو اسلامی تہوار ہے اس دن ہر کام خصوصیت کے ساتھ اچھا اور نیک ہونا چاہیے، اس دن گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، ہم ان خاص ایام کو بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں گزار دیتے ہیں۔

دیکھیں! انسان ایک فیکٹری میں مالک کو ناراض کر کے فیکٹری میں نہیں رہ سکتا، اگر

---

❶ مصنف ابن أبي شيبة: كتاب الجهاد، باب في امام السرية، ج٦ ص٥٤٥، رقم الحديث: ٣٣٧١٧

فیکٹری کا مالک اور منیجر مجھ سے ناراض ہو جائے، چند دنوں کے بعد اسے فیکٹری سے نکال دیتے ہیں، رب العالمین اگر کسی سے ناراض ہو جائے تو پھر اسے دنیا میں سکون اور اطمینان نہیں ملتا، پیسہ دولت تو اس کے پاس ہوتا ہے، لیکن اولاد فرمانبردار نہیں ہوتی، دلی سکون نہیں ہوتا، رات کو اطمینان کی نیند نہیں ہوتی، اس کے مال میں برکت نہیں ہوتی، لوگوں میں اس کے لیے عقیدت اور محبت کے جذبات نہیں ہوتے۔ اس لیے اللہ کو ناراض کر کے کوئی انسان سکون نہیں پا سکتا، اس لیے جن چیزوں سے اللہ رب العزت نے منع کیا ہے انسان ہمیشہ ان کاموں سے بچے۔ اللہ پاک ہمیں عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

۷......اہلِ کتاب میں گمراہ لوگوں کی پیروی کرنا

اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ، اب اگر کوئی آدمی ان کی پیروی کرتا ہے اور ان کے پیچھے چلتا ہے، گویا وہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر رہا ہے، اور ایسے شخص کے سارے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے، قرآن کریم میں سورہ توبہ میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنكُمْ قُوَّةً وَأَكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْنَ خَاضُوْا أُوْلٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ﴾ (التوبة: ٦٩)

ترجمہ: تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ تم سے زیادہ طاقتور تھے، تم سے زیادہ مال والے تھے، تم سے زیادہ اولاد والے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے حصے کے مزے اُڑا لیے، پھر تم نے اُسی طرح اپنے حصے کے مزے اُڑائے، جیسے تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے کے مزے اڑائے تھے، اور تم بھی ویسے ہی بے ہودہ باتوں میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے، یہ وہ لوگ تھے جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے خسارے کا سودا کیا۔

بہر حال انسان قوت، طاقت، اقتدار، مال اور اولاد کے نشے میں غیروں کے طریقوں پر نہ چلے اور اللہ رب العزت کی نافرمانی نہ کرے، ورنہ جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو یہ طاقت وسائل کچھ کام نہیں آتے۔

آج ہمارے پاس قوت پہلی قوموں سے کم ہے، قوم عاد اور ثمود کے پاس طاقت ہم سے زیادہ تھی، وہ پہاڑوں کو تراش کے گھر بناتے تھے، لیکن جب اللہ کا عذاب آیا وہ پہاڑ کے گھر بھی اُنہیں نہ بچا سکے، ان کے قد ساٹھ ساٹھ ہاتھ ہوتے تھے، تین سو، چار سو سال اُن کی عمریں ہوتی تھی، اور ان کے قد کھجور کے تنوں کی طرح ہوتے تھے، لیکن جب اللہ کا عذاب آیا تو سارے کے سارے ہواؤں میں بکھر گئے اور ان کے جسم ہواؤں میں لہرانے لگے، آپس میں ٹکرائے اور ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا، قران کریم سورہ حاقہ میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿سَخَّرَهَا عَلَيۡهِمۡ سَبۡعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ﴾

ترجمہ: ہم نے قومِ عاد پر سات دن آٹھ راتیں مسلسل تیز و تند ہوا بھیجی۔

﴿حُسُومًا فَتَرَى الۡقَوۡمَ فِيهَا صَرۡعَى﴾

پس اس قوم کے لوگ سارے کے سارے زمین پر بکھرے ہوئے پڑے تھے۔

﴿كَأَنَّهُمۡ أَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِيَةٍ﴾

گویا کہ کھجور کے تنے ہوں جنہیں جڑوں سے نکال دیا گیا ہو۔

﴿فَهَلۡ تَرَى لَهُمۡ مِنۡ بَاقِيَةٍ﴾ (الحاقة:۷)

بتاؤ! تو صحیح! کیا روئے ارض پر کوئی انسان بچا۔

جب اللہ کا عذاب آئے تو کوئی بچ نہیں سکتا، اس لیے اللہ تعالی نے فرمایا بتاؤ کوئی باقی بچا ہے، نہ قومِ عاد میں سے کوئی بچا، نہ قومِ ثمود میں سے کوئی بچا۔

جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا، اِن پر عذاب پانی کی صورت میں آیا، آسمان سے بھی پانی برسا، زمین سے بھی پانی نکلا، یہاں تک کہ تنور سے پانی نکلنے لگا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہا: بیٹا! ایمان لے آؤ، میرے ساتھ کشتی میں بیٹھ جاؤ، اللہ کے عذاب سے بچ جاؤ گے، لیکن نوح علیہ السلام کا بیٹا ایمان نہ لایا اور وہ کہنے لگا میں پہاڑوں پر چڑھ جاؤں گا اور میں عذاب سے بچ جاؤں گا۔ قرآن کریم نے اس کا تذکرہ کیا ہے:

﴿وَنَادَى نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا﴾

ترجمہ: نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا جبکہ اس کا بیٹا اس سے بالکل جدا اور تنہا ایک جگہ کھڑا تھا، پیارے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ۔

﴿وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ﴾

کافروں میں سے مت بنو۔

بیٹے نے کہا:

﴿سَآوِي إِلَى جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ﴾

میں پہاڑ کے اوپر چڑھ جاؤں گا اور میں پانی سے بچ جاؤں گا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا:

﴿لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ﴾

نہیں کوئی بچ سکتا اللہ کے عذاب سے، مگر جس پر تیرا اللہ رحم کرے۔

﴿وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ﴾

پس ان کے درمیان پانی کے موج حائل ہوئی اور یہ غرق ہونے والوں میں سے ہو گئے۔

نوح علیہ السلام کے سامنے ان کا بیٹا پانی میں غرق ہو گیا، تو اللہ کے عذاب سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی۔ نوح علیہ السلام اللہ سے دعا کر رہے تھے:

﴿رَبِّ إِنَّ ابُنِی مِنُ أَهُلِی﴾

اے اللہ! یہ میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے۔

﴿وَإِنَّ وَعُدَکَ الُحَقُّ﴾

تیرا وعدہ تو برحق ہے۔

﴿وَأَنُتَ أَحُکَمُ الُحَاکِمِینَ﴾

تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

مقصد یہ تھا کہ یہ میری اولاد میں سے ہے، اے اللہ! تو اسے معاف کردے، اس کے لیے کوئی نرمی ہو جائے، اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿یَا نُوحُ إِنَّهُ لَیُسَ مِنُ أَهُلِکَ﴾

اے نوح! یہ تیرا بیٹا تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔

یہ تیرے اہل میں سے ہوتا تو تیرے اوپر ایمان لے کر آتا، جب یہ ایمان لے کر نہیں آیا تو یہ تیرے ماننے والوں میں سے نہیں ہے، یہ نا اہل ہے۔

﴿إِنَّهُ عَمَلٌ غَیُرُ صَالِحٍ﴾ (هود: ۴۲ تا ۴٦)

اس کا عمل ٹھیک نہیں ہے۔

معلوم ہوا نسب نجات نہیں دے سکتا اگر عمل ٹھیک نہ ہو، نبی کا بیٹا ہے، جہنم میں جا رہا ہے کیوں کہ عمل ٹھیک نہیں، ابراہیم علیہ السلام کا باپ ہے، جہنم میں جا رہا ہے عمل ٹھیک نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہے، ابو طالب جہنم میں جا رہا ہے عمل ٹھیک نہیں ہے، لوط علیہ السلام کی بیوی ہے، جہنم میں جا رہی ہے عمل ٹھیک نہیں ہے اور اگر عمل ٹھیک ہو فرعون کی بیوی ہے، حضرت آسیہ، قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے اس کا تذکرہ کیا۔ جب فرعون بدبخت، حضرت آسیہ اور ایمان لانے والوں کے ہاتھوں میں، جسم میں کیلیں ٹھونکتا تھا اور جس

وقت یہ اسے سزا دے رہا تھا تو اس نے کہا کہ اس کا چہرہ میرے محل کی طرف کرو، تا کہ اسے یاد آئے کہ اس نے میرے اوپر ایمان نہیں لایا، تو یہ محل بھی اس کے ہاتھوں سے چلا گیا اور یہ ناز و نعمتیں بھی اس کے ہاتھ سے چلی گئیں، جب وہ سزا دے رہا تھا تو اس کی بیوی حضرت آسیہ نے اللہ سے دعا کی، اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں اس کا تذکرہ فرمایا:

﴿وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ﴾

ترجمہ: اللہ مثال بیان کرتا ہے فرعون کی بیوی، حضرت آسیہ کی۔

﴿إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ﴾

ان کی بیوی نے کہا: اے اللہ! تو میرے لیے جنت میں محل بنا دے۔

جنت میں میرے لیے محل بنا، مجھے فرعون کے محل کی ضرورت نہیں۔

﴿وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (التحریم : ۱۱)

اے اللہ! مجھے فرعون اور فرعون کے کارندوں سے نجات دے اور مجھے ظالم قوم سے نجات دے۔

اللہ رب العزت نے پردے ہٹا دیے اور حضرت آسیہ کو پھر جنت کا محل نظر آنے لگ گیا، تو میں عرض کر رہا تھا نجات اعمال پر ہے نسب پر نہیں ہے، اگر کوئی اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ میں فلاں عالم کا بیٹا ہوں، فلاں مفتی کا بیٹا ہوں، فلاں خان کا بیٹا ہوں، فلاں مالدار، جائیداد والے کا بیٹا ہوں، تو یہ خوش فہمی کام نہ آئے گی۔

بھائی! نبی کا بیٹا ہے اگر ایمان نہیں تو بیٹا ہونا فائدہ نہیں دے رہا، تو ہماری اور آپ کی اولاد سے کیسے فائدہ پہنچے گا، معلوم ہوا اصل چیز ایمان ہے، تو میں عرض کر رہا تھا اللہ تعالی نے منافقین سے کہا تم سے پہلے جو لوگ گزرے طاقت میں تم سے زیادہ، مال اور اولاد، دولت میں بھی تم سے زیادہ تھے۔

﴿فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ ﴾

انہوں نے فائدہ حاصل کیا اپنے حصہ کے ساتھ دنیا میں۔

﴿فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ﴾

تم بھی فائدہ حاصل کرو۔

﴿كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾

جیسے ان لوگوں نے فائدہ حاصل کیا اپنی دنیا کی زندگی سے۔

﴿وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا﴾

تم بھی مشغول ہو گئے دنیا میں جیسے وہ مشغول ہو گئے تھے۔

﴿أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾

ان کے دنیا اور آخرت میں اعمال ضائع ہو گئے۔

﴿وَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ (التوبة: ٦٩)

اس لیے کہ یہ لوگ خسارہ پانے والے ہیں۔

تو گویا ساتواں گناہ ہے کہ اہل کتاب یہود اور نصاریٰ کی اتباع کرنا، ان کی پیروی جو کرے گا اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے، اس لیے ہمیں یہود و نصاریٰ کے طریقوں پر نہیں چلنا ہے، ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر چلنا ہے، آج مسلمان اپنے لیے فخر سمجھتا ہے یہود و نصاری کے طریقوں پر چلتا ہے، یہود و نصاریٰ کا جو لباس اور وضع قطع ہے وہ آج رفتہ رفتہ مسلمانوں میں رائج ہو رہا ہے۔ وہ جس طرح اپنی داڑھی، بالوں کی کٹنگ کرتے ہیں مسلمان بھی دوسرے دن اسی طرح اسی اسٹائل میں بالوں کی کٹنگ کرتے ہیں، معاذ اللہ! نبی کی سنت داڑھی کا مذاق کرتے ہیں، کسی نے دائیں گھال پر داڑھی، کسی نے بائیں پر چھوٹی سی رکھی ہے، کسی نے اپنی تھوڑی پر رکھی باقی ساری کٹوا دی، مسلمان کہتا ہے نیا

فیشن آ گیا، کسی کے پاس پینٹ کا کپڑا کم ہوا اُس نے گھٹنوں سے کپڑا کاٹ دیا اگلے دن مسلمانوں نے پینٹ کے کپڑے کاٹ دیے، نیا فیشن ہے، کسی نے کپڑا تنگ لگایا جسم کی ساخت نظر آ رہی ہے اگلے دن وہ مسلمانوں میں فیشن بن گیا، وہاں کی عورتوں نے اپنی شلواروں کو ٹخنوں سے اوپر کیا مسلمان عورتوں نے کہا نیا فیشن آ گیا، آج جو کام یہود و نصاری کرتے ہیں بعض نادان مسلمان بھی وہی کر رہے ہیں، آج فحاشی عریانی، نیم برہنہ لباس اور غیروں کی نقالی عام ہوگئی ہے، آج ماں، بہن، بیٹی معاذ اللہ! فلم اور ڈرامے دیکھتی ہیں، پھر جو لباس نظر آتا ہے کسی اداکارہ اور گلوکارہ کا تو اپنے شوہر سے، بھائی اور والد سے کہتی ہے وہ لباس لاؤ جو فلاں اداکارہ نے پہنا تھا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ (المآئدة: ۵۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور رفیق ہیں، وہ تمھارے دوست نہیں اور تم میں سے جو ان کو دوست بنائے گا، وہ انہی میں سے ہوگا، تحقیق اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

تشبّہ بالکفار کی وضاحت اور حکم

آج کا مسلمان یہود ونصاری کے طریقوں پر چلنے کو اپنے لیے فخر سمجھتا ہے، جبکہ غیروں کی مشابہت اختیار کرنا غیرت کے بھی خلاف ہے، آخر دینی نشان اور دینی پہچان بھی تو کوئی چیز ہے، جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ شخص فلاں دین کا ہے، پس اگر یہ ضروری ہے تو اس کا طریقہ سوائے اس کے اور کیا ہے کہ کسی دوسری قوم کا لباس نہ پہنیں، جیسے اور قومیں اپنی اپنی

وضع کی پابند ہیں، اسی طرح اسلامی غیرت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ہم اپنی وضع کے پابند رہیں اور دوسری قوموں کے مقابلہ میں ہماری خاص پہچان ہو۔ بلکہ غیر مسلموں کا لباس اور شعار اختیار کرنا ان کی محبت کی علامت ہے، جو شرعاً ممنوع ہے۔ دوسری قوم کا لباس اختیار کرنا اپنی قوم سے لاتعلقی کی دلیل ہے۔

افسوس! کہ دعویٰ تو اسلام کا، مگر لباس، طعام، معاشرت، تمدن، زبان اور طرزِ زندگی سب کا سب اسلام کے دشمنوں جیسی، جب حال یہ ہے تو اسلام کے دعوے ہی کی کیا ضرورت ہے! اسلام کو ایسے مسلمانوں کی نہ کوئی حاجت ہے اور نہ ہی کوئی پرواہ کہ جو اس کے دشمنوں کی مشابہت کو اپنے لیے موجبِ عزت اور باعثِ فخر سمجھتے ہوں۔

غیر کی مشابہت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہارِ ناراضگی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیر اقوام کے ساتھ ہر ممکن سے ممکن امتیاز پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے، ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے ہاتھ میں فارسی کمان (یعنی ملکِ ایران کی بنی ہوئی کمان) دیکھی تو ناخوشی سے ارشاد فرمایا کہ یہ کیا لیے ہوئے ہو؟ اسے پھینک دو اور عربی کمان اپنے ہاتھ میں رکھو، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوت و شوکت دی اور بلادِ ارض کو مفتوح کیا۔ ①

چوں کہ فارسی کمان کا بدل عربی کمان موجود تھی، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیرت دلا کر روک دیا، تاکہ غیر اقوام کے ساتھ ہر ممکن سے ممکن امتیاز پیدا ہو سکے اور چھوٹے سے چھوٹے اشتراک کا بھی انقطاع ہو جائے۔

اگر کوئی مسلمان شریعت کے واضح احکامات کے باوجود بھی ان غیر شرعی امور سے اجتناب نہیں کرتا، تو پھر ایسے لوگوں پر حضورا کا یہ فرمان بالکل صادق آتا ہے:

---

① سنن ابن ماجة: كتاب الجهاد، باب السلاح، رقم الحديث: ٢٨١٠

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. ❶

یعنی جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی، وہ انہی میں سے ہے۔

لہذا جو اغیار کی رسم اپناتا ہے وہ اغیار ہی میں سے گنا جائے گا۔ تو بہر حال مسلمان عورتوں کے لیے آئیڈیل یہود ونصاری کی فحاشی اور بے حیائی میں زندگی گزارنے والی عورتیں نہیں بلکہ ان کے لیے آئیڈیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر والیاں ہیں، آپ کی بیٹیاں ہیں، صحابیات کی زندگیاں ہیں، جو بیٹے کے انتقال کی خبر سن کر بھی پردے کا اہتمام رکھتی تھیں، اور غم کے موقع پر بھی خلافِ شرع امور اور رسم ورواج سے بچتی تھیں۔

بیٹے کے انتقال کی خبر سن کر بھی پردے کا اہتمام

حضرت قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک صحابی عورت جن کو اُمّ خلاد کہا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بیٹے کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوئیں، ان کا بیٹا (کسی غزوہ میں) شہید ہوگیا تھا، جب وہ آئیں تو اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھیں۔ ان کا یہ حال دیکھ کر کسی صحابی نے کہا کہ تم اپنے بیٹے کا حال معلوم کرنے کے لیے آئی ہو اور نقاب ڈالے ہوئے ہو؟ حضرت ام خلاد رضی اللہ عنہا نے جواب دیا:

اِنْ اُرْزَاُ اِبْنِیْ فَلَنْ اُرْزَأَ حَيَآئِیْ. ❷

اگر بیٹے کے بارے میں مصیبت زدہ ہوگئی ہوں تو اپنی شرم وحیا کھو کر ہر گز مصیبت زدہ نہ بنوں گی (یعنی حیا کا چلا جانا ایسی مصیبت زدہ کر دینے والی چیز ہے جیسے

---

❶ سنن أبي داود: كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، رقم الحديث: ۴۰۳۱

❷ سنن أبي داود: كتاب الجهاد، باب فضل قتال الروم على غيرهم من الأمم، رقم الحديث: ۲۴۸۸

بیٹے کا ختم ہو جانا۔)

پردہ ہر حال میں لازم ہے، رنج ہو یا خوشی، نامحرم کے سامنے بے پردہ ہو کر آنا منع ہے، بہت سے مرد اور عورت ایسا طرز اختیار کرتے ہیں کہ گویا ان کے نزدیک شریعت کا کوئی قانون مصیبت کے وقت لاگو نہیں ہے، جب گھر میں کوئی مصیبت ہو جائے تو اس بات کو جانتے ہوئے کہ نوحہ کرنا سخت منع ہے، عورتیں زور زور سے نوحہ کرتی ہیں۔ اور میت کی عمدہ خصلتوں کو رو رو کر بیان کرنا، چلا کر رونا، رخساروں کو پیٹنا، گریبان پھاڑنا، بالوں کو بکھیرنا، مونڈنا اور نوچنا، منہ کالا کرنا، سر پر مٹی ڈالنا اور ایسی تمام چیزیں جو بے صبری پر دلالت کرتی ہیں حرام ہیں۔

اور جب جنازہ گھر سے باہر نکلا جاتا ہے تو عورتیں دروازے کے باہر تک ان کے پیچھے چلی آتی ہیں، اور پردہ کا کچھ خیال نہیں کرتیں، اس لیے خواتین کو بتانا چاہیے، عموماً خواتین میں یہ مرض ہوتا ہے، مسلمان عورتوں کے لیے آئیڈیل، صحابیات کی زندگیاں ہیں، انہوں نے حیاء اور پاکدامنی میں اپنی زندگیاں گزاریں۔

ایک باحیاء اور پاک دامن عورت کی وجہ سے بارش برس گئی

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب دامت برکاتہم نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ ہندوستان میں قحط سالی آگئی، لوگ بڑی دعائیں کرتے رہیں لیکن بارش نہ برسی، استسقاء کی نماز پڑھی پھر بھی بارش نہ ہوئی، اتنے میں عرب کا ایک قافلہ وہاں سے گزر رہا تھا، اُس قافلے کے اندر مرد بھی تھے عورتیں بھی تھیں، اسی قافلے میں ایک عورت اونٹنی پر سوار تھی، دائیں بائیں ہر طرف کپڑے لٹکے ہوئے تھے، نہایت پردے میں تھی، نوجوان نے پوچھا یہ لوگ کیوں جمع ہیں؟ کہا: بارش نہیں ہو رہی ہے، اس لیے تمام لوگ جمع ہیں، تو وہ

نوجوان گیا اپنی والدہ کے پاس اور اپنی والدہ کے دامن کو ہاتھ میں پکڑا آسمان کی طرف ایک نگاہ ڈالی اور اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! جب سے میں ہوش سنبھالا ہے، آج تک میری والدہ نے کسی غیر محرم کو نہیں دیکھا، غیر محرم نے میری والدہ کو نہیں دیکھا، اتنی پاکدامنی کے ساتھ میری ماں نے زندگی گزاری ہے، اے اللہ! اگر یہ عمل تیرے دربار میں قبول ہے تو بارش برسا، ابھی دامن چھوڑا نہیں تھا بارش برسنا شروع ہوگئی۔ ❶

جب انسان کی زندگی نیک اعمال پر گزرتی ہے تو اللہ بڑا قدردان ہے، ان نیک اعمال کا بدلہ دنیا میں بھی دیتا ہے۔ تو بہرحال ہمیں قرآن وسنت کی پیروی کرنی چاہیے یہود ونصاریٰ کے طریقوں سے بچنا چاہیے۔ ان کے طریقوں پر چلنے سے انسان کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔

۸......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آواز بلند کرنا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں موجود ہوں اور کوئی حضور کی موجودگی میں اپنی آواز کو بلند کرے تو اس کے نیک اعمال ضائع ہوجائیں گے۔

قرآن کریم سورہ حجرات میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُو لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ (الحجرات: ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو بلند نہ کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے آگے۔ اور تم بلند آواز سے اس طرح بات نہ کرنا، جیسے تم ایک دوسرے سے بات کرتے ہو، ورنہ تمہارے اعمال ضائع ہوجائیں گے تمہیں پتہ بھی نہیں ہوگا۔

---

❶ خواتینِ اسلام کے کارنامے: ص۲۱۲

تو گویا قرآن نے ادب سیکھایا کہ جب انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہو تو اپنی آواز کو پست رکھے، حضور کے سامنے اپنی آواز کو بلند نہ کرے۔

حضراتِ صحابہ کرام کی زندگیوں میں پیش آنے والے بہت سے واقعات امت کے واسطے عظیم رحمت اور سامانِ ہدایت بنتے ہیں کہ قیامت تک کے واسطے ایک ایسا ضابطہ میسر آجاتا ہے کہ اس پر ایمانی زندگیوں کی تعمیر وتشکیل کی جا سکے۔

حضراتِ مفسرین اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ایک واقعہ میں نازل ہوئی، امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری "کتاب التفسیر" میں حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی آواز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بلند ہوگئی جب کہ بنو تمیم کا ایک وفد آیا، تو ان میں سے ایک نے مشورہ دیا کہ امیر اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو بنایا جائے۔ دوسرے نے کہا: نہیں، ان کو نہیں کسی اور کو بنایا جائے۔ اس پر حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کہا: تم نے میری مخالفت کا ارادہ کرتے ہوئے اس کے خلاف کہا: انہوں نے جواب دیا، نہیں، میں نے تمہاری مخالفت کا کوئی قصد نہیں کیا، تو اس وقت ایک دوسرے سے بات کرتے ہوئے کچھ آواز بلند ہوگئی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ (الحجرات: ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو۔

اس کے بعد ان حضرات کی تو یہ کیفیت ہوگئی کہ بات کرتے وقت انکی آواز ہی نہیں سنائی دیتی تھی، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار پوچھنا پڑتا تھا کہ بھائی کیا کہہ رہے ہو۔ ①

---

① صحیح البخاری: کتاب تفسیر القرآن، باب لاترفعوا أصواتکم فوق صوت النبي، رقم الحدیث: ۴۸۴۵

مسند بزار میں روایت ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگے:

يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَاللَّهِ لا أُكَلِّمُكَ إِلَّا كَأَخِي السِّرَارِ. ❶

ترجمہ: یا رسول اللہ! اب آئندہ کبھی بھی کوئی بات نہ کروں گا، مگر صرف اسی طرح کہ جیسے کوئی آپ سے سرگوشی کرنے والا ہو۔

حضراتِ صحابہ کرام آپ کے آدابِ عظمت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر بعض ایسے صحابہ نے جن کی فطرتاً آواز اونچی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہونا ہی چھوڑ دیا، کہیں نادانی میں آواز بلند ہو جائے اور اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔

حضرت ثابت بن قیس کا خوف کی وجہ سے مجلس میں نہ آنا

صحیح بخاری میں روایت ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ انصار کے خطیب تھے، (یعنی انصار میں یہ وہ شخص تھے جن کی بات چیت فصاحت وبلاغت سے پُر ہوتی تھی اور جو نثر کے مانے ہوئے ادیب وخطیب تھے،) جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو، اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو۔

تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھے رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنا جانا ترک کر دیا (کہیں غیر شعوری طور پر آواز بلند ہو کر حبطِ اعمال کا سبب نہ بن جائے۔) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے

---

❶ مسند البزار: مسند أبی بکر الصدیق، ج ۱ ص ۱۲۷، رقم الحدیث: ۵۶

(جو انصار کے سردار تھے) پوچھا کہ ثابت کو کیا ہوا کہ انہوں نے آنا جانا بند کر رکھا ہے اور کہیں دکھائی نہیں دیتے، کیا وہ بیمار ہیں؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ (چپ رہے انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، کیونکہ خود ان کو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے بارے میں معلوم نہیں تھا اور تحقیق کئے بغیر کوئی جواب دینے سے قاصر تھے، چنانچہ وہ تحقیق حال کے لئے) حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نقل کئے (کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے بارے میں پوچھ رہے تھے اور فرمایا کہ کیا ثابت بیمار ہیں جو ہمارے پاس نہیں آتے،) حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر) کہا کہ یہ آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ نازل ہوئی، حضور کے سامنے اپنی آواز بلند نہ کرنا، ورنہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ تو میری آواز تو طبعی طور پر بلند ہے، میں پست کرنا بھی چاہتا ہوں تو نہیں ہوتی، تو کہیں میرے اعمال ضائع ہو گئے تو میں جہنمی بن جاؤں گا، اس وجہ سے نہیں جاتا کہیں بے ادبی نہ ہو جائے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے الفاظ نقل کئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے، جاؤ، ثابت بن قیس سے کہو:

إِنَّکَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ.

ترجمہ: یقیناً تو جہنمیوں میں سے نہیں ہے۔

وَلَكِنْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ. ①

تو، تو اہلِ جنت میں سے ہے۔

کیونکہ تیرے دل میں بے ادبی نہیں ہے، تیرا ارادہ بے ادبی کا نہیں ہوتا، تیرا قصد بے

---

① صحيح البخاري: كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، رقم الحديث: ٣٦١٣

ادبی کا نہیں ہوتا، طبعی طور پر تیری آواز بلند ہے، کہا: جا کر اس کو بتاؤ کہ تو تو جہنمی نہیں تو تو اہلِ جنت میں سے ہے، تو لسانِ نبوت سے ان کے لیے جنت کی بشارت ہوئی۔

وَلَكِنْ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ

ثابت تو اہلِ جنت میں سے ہے۔

یعنی ثابت نے میرے ادب واحترام میں جس شدت سے احتیاط کا پہلو اختیار کیا کہ طبعی وجبلی بلند آواز کو بھی ناجائز رکھا اس کی بناء پر اس نے جنت کا استحقاق پیدا کر لیا ہے، وہ جنت میں جائے گا۔ چنانچہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا واقعاتی طور پر بھی اس طرح ثابت ہوا کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگِ یمامہ میں شرکت کی اور جامِ شہادت نوش کیا، جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب مسلیمہ کذاب کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور مجاہدین اسلام کو تیاری کا حکم دیا تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے اپنا کفن تیار کرایا اور اسی کفن کو پہن کر جنگِ یمامہ میں مسلیمہ کذاب کے خلاف لڑے، یہاں تک کہ وہی کفن پہنے ہوئے شہید ہوئے۔

حضراتِ صحابہ کرام کو اللہ تعالی نے جو ایسے فضائل وکمالات سے نوازا تھا وہ ان حضرات کی اطاعت ہی کے باعث تھا، حقوقِ عظمت کا کس قدر لحاظ تھا کہ مجلس میں جب بیٹھتے تو وہی شان ہوتی جو احادیث میں فرمائی گئی:

كَأَنَّ عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرَ. ①

گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

بہر حال ایک گناہ ہے حضور کے سامنے آواز بلند کرنا، جس سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ جس طرح زندگی میں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آواز پست کی جائے،

---

① سنن ابن ماجة: كتاب الجنائز، باب ما جاء في الجلوس في المقابر، رقم الحديث: ١٥٤٩

اسی طرح دنیا سے جانے کے بعد بھی یہ حکم باقی ہے، آج بھی اگر کوئی حضور کے روضہ اطہر پر جائے اور درود وسلام پڑھے، تو اپنی آواز کو پست کر دے، سر جھکا کر عاجزی کے ساتھ، محبت اور عقیدت کے ساتھ آپ کے روضہ اطہر پر جا کر سلام کرنا چاہیے۔

اگر یہ مدینہ کے باشندے ہوتے تو میں انہیں سزا دیتا

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد میں دو شخصوں کی آواز سنی، تو ان کو تنبیہ فرمائی اور پوچھا کہ ''مِنْ أَیْنَ أَنْتُمَا؟ ''تم لوگ کہاں کے ہو؟ معلوم ہوا کہ یہ اہلِ طائف کے ہیں، تو فرمایا:

لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَأَوْجَعْتُكُمَا ضَرْبًا. ❶

اگر تم دونوں مدینہ کے باشندے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا۔

افسوس کی بات ہے کہ تم اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو مسجد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں، اس حدیث سے علماءِ امت نے یہ حکم اخذ فرمایا ہے کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام آپ کی حیاتِ مبارکہ میں تھا، اسی طرح کا احترام وتوقیر اب بھی لازم ہے، کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی حیات مبارکہ میں ''وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ '' کی حرمت وممانعت تھی اسی طرح اب بھی ہے۔ اس لیے قبر مبارک کے پاس بلند آواز سے بات کرنا اور سخت لب ولہجہ اختیار کرنا ممنوع ہے، وقار وسکون اور تعظیم وتکریم ملحوظ رکھتے ہوئے بات کرے۔

اور اسی طرح جس مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کی جا رہی ہوں اس میں بھی شور وشغب کرنا بے ادبی ہے، کیونکہ آپ کا کلام جس وقت آپ کی زبان مبارک سے ادا ہو رہا ہو اس وقت سب کے لیے خاموش ہو کر اس کا سننا واجب وضروری

---

❶ صحیح البخاری: کتاب الصلاۃ، باب رفع الصوت، رقم الحدیث: ۴۷۰

ہے۔ اور اسی طرح بعد وفات جس مجلس میں آپ کا کلام سنایا جاتا ہو وہاں شور وشغب کرنا بے ادبی ہے۔

اور اس آیت سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان اگر بڑوں کی مجلس میں ہو، نیک لوگوں کی، صلحاء کی، دینداروں کی مجلس میں ہو تب بھی اپنی آواز کو پست رکھے، علماء کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کرے، یہ بے ادبی میں شمار ہوتا ہے۔

٩......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنا ایسا گناہ ہے کہ قرآنِ کریم میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اس گناہ کی وجہ سے انسان کے سارے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ (النساء: ١١٥)

ترجمہ: جو رسول کی مخالفت کرے گا ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد، ایمان والوں کے راستے کے علاوہ دوسرے لوگوں کے راستے کی پیروی کرے گا، ہم اس کو چلائیں گے جہاں وہ چاہے گا، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے، اور یہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

تو قرآنِ کریم کی اس آیت میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا تو اللہ رب العزت ایسے آدمی کو جہنم میں داخل کرے گا، اور یہ وہ گناہ ہے جس کی وجہ سے انسان کے سارے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔ اس لیے سورۂ محمد میں اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ﴾ (محمد: ٣٢)

ترجمہ: یقیناً جو کفر کرتا ہے اللہ کے راستے سے روکتا ہے اور رسول کی مخالفت کرتا ہے ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد، یہ اللہ کا کچھ بھی نقصان نہیں کرسکتا (بلکہ) ان کے عمل کو اللہ ضائع کردے گا، نہ ان کے لیے آخرت میں کچھ ہوگا نہ دنیا میں ان کو کوئی فائدہ حاصل ہوگا۔

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنا، آپ کے احکامات پر نہ چلنا یہ وہ گناہ ہے، جس سے انسان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا ایسے شخص کے لیے ہمیشہ کی جہنم ہے:

﴿أَلَمْ يَعْلَمُوْا انَّه مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه فَاَنَّ لَه نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ﴾ (التوبة: ٦٣)

ترجمہ: جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے ٹکر لے تو یہ بات طے ہے کہ اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، یہ بڑی بھاری رسوائی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (النور: ٦٣)

ترجمہ: لہذا جو لوگ اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، ان کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی آفت نہ آ پڑے، یا انہیں کوئی دردناک عذاب نہ آ پکڑے۔

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ قرآنِ کریم میں جہاں بھی اللہ کی اطاعت کا حکم موجود ہے وہیں رسول کی اطاعت کا حکم بھی ضرور پایا جاتا ہے، لیکن کوئی آیت پورے قرآن کریم میں ایسی نہیں ہے جس میں صرف اللہ کی اطاعت کا حکم موجود ہو اور اطاعتِ رسول کا حکم موجود نہ ہو، ہاں! البتہ قرآن میں ایسے کئی مقامات ہیں جہاں صرف رسول کی اطاعت کا بیان ہے اور اللہ کی اطاعت کا ذکر نہیں، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَ آتُوا الزَّكَاةَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (النور: ۵٦)

ترجمہ: اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوۃ دیا کرو اور رسول کی اطاعت کیا کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

﴿وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا﴾ (النور: ۵۴)

ترجمہ: اگر تم نے ان کی اطاعت کرلی تو راہ پر لگ جاؤ گے۔

﴿يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّى بِهِمُ الْأَرْض﴾ (النساء: ۴۲)

ترجمہ: اس روز جنھوں نے کفر کیا ہوگا اور رسول کا کہنا نہ مانا ہوگا وہ اس بات کی آرزو کریں گے کہ کاش ہم زمین کے پیوند ہوجائیں۔

اطاعتِ رسول کو اس قدر اہمیت کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت رسول کی اطاعت کے بغیر عملاً ممکن نہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک سے الگ الگ طور پر یہ نہیں بتلایا کہ بندوں سے کیا مطالبہ ہے، بلکہ رسول کو بھیج دیا تاکہ وہ عملاً امت کے سامنے واضح کردے کہ خدا کا کیا مطالبہ ہے اور وہ مطالبہ کس طرح پورا کرے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْمِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْيُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَايَشَاءُ﴾ (الشوریٰ: ۵۱)

ترجمہ: اور کسی بشر کی یہ شان نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمائے، مگر یا تو وحی سے یا حجاب کے باہر سے یا کسی فرشتے کو بھیج دے کہ وہ خدا کے حکم سے جو خدا کو منظور ہوتا ہے پیغام پہنچا دیتا ہے۔

قرآنِ کریم میں بہت سے مقامات پر صرف اطاعتِ رسول کا ذکر ہے، جیسا کہ اوپر کی آیات سے معلوم ہوا ایسا اس لیے کیا گیا ہے کہ اطاعتِ رسول دراصل اللہ ہی کی اطاعت ہے،

چونکہ رسول جو کچھ کہتے ہیں اللہ ہی کی طرف سے کہتے ہیں:

﴿وَمَايَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَإِلَّاوَحْيٌ يُوحَى﴾ (النجم: ۳، ۴)

ترجمہ: اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بتاتے ہیں ان کا ارشاد خالص وحی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی لیے نبی بنا کر امت کے درمیان بھیجے گئے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عملی زندگی کی ایک مثال قائم کریں اور اپنے شب وروز کی زندگی خواہ وہ خلوت ہو یا جلوت، داخلی امور ہوں یا خارجی، شخصی مسائل ہوں یا ملی حالات، اب سب امور میں اپنا ایک اسوہ حسنہ رہتی دنیا تک کے لیے چھوڑیں، تاکہ ساری انسانیت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ زندگی حجت بنا رہے، اسی حقیقت کو قرآن نے ایک جگہ یوں بیان فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ﴾ (الأحزاب: ۲۱)

ترجمہ: تمہارے لیے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین عملی نمونہ ہے، اس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔

ہمارے لیے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین عملی نمونہ ہے، ہم اس کی پیروی کریں چہ جائیکہ ہم آپ کی مخالفت کریں، ہمیں چاہیے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والوں کو روکیں۔

اجماعِ امت حجت ہے

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى...... الخ (النساء: ۱۱۵)

اس آیت میں دو چیزوں کا جرم عظیم اور دخول جہنم کا سبب ہونا بیان فرمایا ہے، ایک مخالفتِ رسول اور یہ ظاہر ہے کہ مخالفت رسول کفر اور وبال عظیم ہے، جس کی میں نے تفصیل بیان کر دی اور دوسری چیز:

﴿وَيَتَّبِعُ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ﴾

ترجمہ: ایمان والوں کے راستے کے علاوہ دوسرے لوگوں کے راستے کی پیروی کرنا۔

جس کام پر مسلمان متفق ہوں اس کو چھوڑ کر ان کے خلاف کوئی راستہ اختیار کرنا، اس سے معلوم ہوا کہ اجماعِ امت حجت ہے، یعنی جس طرح قرآن وسنت کے بیان کردہ احکام پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے، اسی طرح امت کا اتفاق جس چیز پر ہو جائے اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے اور اس کی مخالفت گناہ عظیم ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

فَإِنَّ يَدَ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ. ❶

ترجمہ: جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے (یعنی جماعت کے ساتھ اللہ رب العزت کی مدد شاملِ حال ہوتی ہے۔)

تو بہرحال رسول کی مخالت کرنا ایسا عظیم جرم ہے کہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں "وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ" اس گناہ کی وجہ سے انسان کے سارے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس لیے انسان اس گناہ سے اپنے آپ کو بچائے۔ اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

---

❶ سنن النسائی: کتاب تحریم الدم، باب قتل من فارق الجماعة، رقم الحدیث: ۴۰۲۰

۱۰......اللہ رب العزت کے احکامات کو جھٹلانے والا

اللہ رب العزت نے جو احکامات ہمیں دیئے ہیں کوئی شخص اگر ان احکامات کو نہ مانے اور ان کا انکار کرے، تو اس کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے، سورۂ اعراف میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (الأعراف:۱۴۷)

ترجمہ: جو لوگ ہمارے احکامات کو جھٹلاتے ہیں آخرت کے دن کی ملاقات کو جھٹلاتے ہیں، ان کے اعمال ضائع ہو جائیں گے، انہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر وہ جو عمل کرتے ہیں۔

تو معلوم ہوا اللہ کے احکامات اور نشانیوں کا انکار کرنا، قیامت کے دن اللہ کی ملاقات کا انکار کرنا یہ ایک ایسا گناہ ہے جس سے سارے عمل ضائع ہوتے ہیں اور ایسا شخص دنیا میں بھی اللہ کی پکڑ میں آئے گا اور آخرت میں بھی، جیسے بنی اسرائیل کا حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں ہوا۔ بنی اسرائیل کے لیے ہفتہ کا دن معظم اور عبادت کے لیے مقرر تھا اور مچھلی کا شکار بھی اس روز ممنوع تھا، یہ لوگ سمندر کے کنارے آباد تھے اور مچھلی کے شوقین تھے اس حکم کو جھٹلایا، حکم کو نہ مانا اور شکار کیا، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسخِ صورت کا عذاب نازل ہوا، تین دن کے بعد وہ سب مر گئے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ کیا:

﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ﴾ (البقرة:۶۵)

ترجمہ: اور تم اپنے لوگوں کو اچھی طرح جانتے ہو جو ہفتے کے دن کے معاملے میں حد سے گزر گئے تھے، چنانچہ ہم نے ان سے کہا تھا کہ تم دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ۔

انسان بے قیمت کب بنتا ہے؟

اگر انسان نے اللہ کے حکم کو جھٹلایا اور نافرمان بنا تو پھر یہ تمام مخلوقات سے زیادہ بے قیمت ہو جائے گا اور جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل و خوار ہوگا:

﴿أُولَئِکَ کَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ﴾ (الأعراف: ۱۷۹)

ترجمہ: یہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔

اگر اللہ کی بات مانتا ہے تو فرشتوں سے بھی آگے اور اگر اللہ کی بات نہیں مانتا تو جانوروں سے پیچھے، اور یہ انسان جب اللہ کی بات مانے گا تو پھر اللہ کے خزانوں سے مستفید ہوگا اور اللہ کی نورانی مخلوق اترے گی، جہاں کہیں بھی اللہ کی عظمت بیان کی جاتی ہو تو فرشتے وہاں پر جمع ہوتے ہیں۔ فرشتوں نے بھی بات کو مانا اور انسانوں نے بھی بات کو مانا۔ فرشتے تو دن رات عبادت کرتے ہیں اور ہزاروں سال سے عبادت کرتے ہیں اور انسان صرف ساٹھ ستر سال عبادت کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود کسی فرشتے کو جنت کی ایک نعمت نہیں ملے گی اور کسی فرشتے کو جنت کی ایک حور نہیں ملے گی اور اس انسان کو بہت بڑی جنت اللہ تعالیٰ دیں گے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ فرشتے جو عبادت کرتے ہیں ان کو کوئی مجاہدہ نہیں کرنا پڑتا، نہ تھکن، نہ نیند، نہ بھوک، نہ بیوی، نہ بچے، نہ پاخانہ، نہ کاروبار نہ گھر کچھ نہیں، ان کا تو کام صرف اطاعت وعبادت ہے۔ مجاہدہ نہیں اور انسان جب اللہ کی بات کو مانے گا تو بغیر مجاہدے کے نہیں مانے گا۔ اسے طبیعت کے خلاف کرنا پڑتا ہے اور اسی مجاہدے کی وجہ سے انسان فرشتوں سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے۔

انسان کی عظمت وترقی مجاہدے اور اطاعت میں ہے

انسان کی عظمت وترقی کا راز اس کا مجاہدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں صرف ایک بات رکھی ہے اور وہ ہے بات کا ماننا۔ دوسری بات ان میں ہے ہی نہیں۔ صرف ایک طاقت

ہے بات کو ماننا۔ نہ ماننے کی طاقت ان میں خدا نے نہیں رکھی۔

اور انسان میں اللہ تعالیٰ نے دو طاقتیں رکھی ہیں۔ بات کے ماننے کی بھی طاقت اور بات کے نہ ماننے کی بھی طاقت رکھی ہے۔ جب یہ انسان اللہ کی بات کو مانے گا تو یہ نہ ماننے والی طاقت کو دبائے گا اور اس کا نام مجاہدہ ہے اور اس سے یہ اللہ کے قریب ہو جاتا ہے اور یہاں تک کہ فرشتوں سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے۔ اور اگر انسان نے اللہ کے حکم کو جھٹلائے اور نافرمان بنے تو پھر یہ فرشتوں سے تو کیا دوسری تمام مخلوقات کی طاقت سے بھی چھوٹی طاقت، بلکہ کچھ نہیں بنے گا اور بے قیمت ہو جائے گا اور جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل وخوار ہو گا اور اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ تو بہر حال اللہ رب العزت کے احکامات کو جھٹلانا اور ان کی تکذیب کرنا حبطِ اعمال کا سبب ہے، انسان اس بڑے گناہ سے اپنے آپ کو بچائے۔

۱۱......قیامت کے دن کو جھٹلانے والا

﴿وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (الأعراف:۱۴۷)

ترجمہ: جو لوگ ہمارے احکامات کو جھٹلاتے ہیں آخرت کے دن کی ملاقات کو جھٹلاتے ہیں، ان کے اعمال ضائع ہو جائیں گے، اِنہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر وہ جو عمل کرتے ہیں۔

روزِ محشر کو اور اللہ کی ملاقات اور دیدار کو جھٹلائے گا تو اس کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی سچی کتابوں اور اپنے سچے پیغمبروں کے ذریعہ قیامت کی واضح خبر دی ہے، اور بتایا ہے کہ ہر ذی روح کو مرنا ہے اور پھر آخرت میں دوبارہ زندہ ہو کر ایک نئی حیات پانا ہے، جو ابدی ہوگی۔ اب اگر کوئی آدمی قیامت کا انکار کرتا ہے یا حیات بعد الموت کو ناممکن سمجھتا ہے، تو دراصل وہ ظاہر کرتا ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ جھوٹا ہے جس نے ان غلط

باتوں کی ہمیں خبر دی ہے، اسی طرح یہ تصور قائم کرنا اور کہنا کہ جو شخص ایک مرتبہ پیدا ہو کر ختم ہو چکا ہے وہ دوبارہ وجود نہیں پا سکتا، درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی صفت قادریت و خالقیت کا انکار کرنا ہے۔ ان نادانوں کی عقل میں یہ موٹی بات نہیں آتی کہ جو خالق کسی چیز کو عدم سے نکال کر وجود کا لباس پہنا سکتا ہے وہ اسی چیز کو جبکہ وہ ٹوٹ پھوٹ کر اپنا قلب کھو چکی ہو، دوبارہ قالب اور وجود عطا کیوں نہیں کر سکتا! محدود قدرت رکھنے والا انسان بھی کسی چیز کی تخلیق میں اگر کوئی دقت اور مشکل محسوس کرتا ہے، تو پہلی مرتبہ کی تخلیق میں محسوس کرتا ہے، جب کہ اسی چیز کو دوبارہ بنانا اس کے لیے زیادہ مشکل نہیں ہوتا، پھر لامحدود طاقت قدرت رکھنے والے خلّاقِ عالم کو اپنی کسی تخلیق کو دوبارہ وجود دینے میں بھلا کیا دقت ہو سکتی ہے۔ واضح ہو کہ ''پہلی مرتبہ'' اور ''دوسری مرتبہ'' کی یہ تفصیل انسان کے اعتبار سے اور محض سمجھانے کے لیے ہے، اس کا تعلق حق تعالیٰ کی ذات سے ہرگز نہیں ہے وہ تو قادر مطلق ہے، کسی چیز کو پیدا کرنا نہ اس کے لیے پہلی مرتبہ مشکل ہے اور نہ دوسری مرتبہ۔ قرآن مجید کے اندر اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾ (یس: ۷۷)

ترجمہ: کیا انسان دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے اس کو مَنی سے پیدا کیا ہے۔

انسان کس سے پیدا ہوتا ہے؟ مَنی سے، اور مَنی خون سے بنتی ہے اور خون غذاؤں سے بنتا ہے اور غذائیں سارے عالم میں منتشر ہیں۔ تو اوّل مرتبہ جب اللہ نے پیدا کیا تو انسان سارے عالم میں بکھرا ہوا تھا۔ اگر کسی انسان کا جز مدینہ شریف کی عجوہ کھجوروں میں ہے تو اس کا باپ حج کرنے جائے گا، تو وہی کھجور کھائے گا جس میں علمِ الٰہی میں اس کا ذرّہ رکھا ہوا ہے۔ اگر اس کے باپ کے خون کا کوئی ذرّہ کوئٹہ کی بکریوں میں ہے اور کوئٹہ کے پہاڑوں کی گھاس میں ہے تو کوئٹہ کی بکریوں کو وہ گھاس کھلائی جائے گی جس میں اس بندے کے تخلیقی

ذرّات ہیں، پھر وہ بکریاں کراچی یا حیدر آباد وغیرہ پہنچیں گی یا ان کا گوشت پہنچے گا اور اس گھاس اور تنکوں میں پوشیدہ اس بندے کے تخلیقی ذرّات بکریوں کے ذریعے اس کے باپ کے خون میں داخل ہوں گے، جس سے وہ قطرۂ منی بنے گا جس سے اس بندے کو پیدا کرنا ہے۔ اگر اس انسان کے تخلیقی ذرّات قندھار کے اناروں میں چھپے ہوئے ہیں تو قندھار کے انار پاکستان امپورٹ ہو کر آئیں گے اور اس کا باپ وہ انار کھائے گا خون بن جائے گا اور جہلم سے جاری ہونے والا دریائے سندھ جہاں جہاں سے گزرتا ہے، جن جن معدنیات، جن جن کانوں، جن جن پہاڑوں سے گزرتا ہے ان میں اگر اس کا کوئی ذرّہ ہے تو دریائے سندھ کے پانی کے ذریعے وہ ذرّہ اس کے جسم میں داخل ہو جائے گا اور جب اس کا ابّا سارے عالم میں بکھری ہوئی ان منتشر غذاؤں کو اور پانی کو کھا پی لے گا جس میں اس بندے کے ذرّاتِ تخلیقی تھے تو اس طرح اللہ تعالیٰ اس کی پیدائش کے اجزا کو خون میں جمع کر دے گا، پھر خون سے مَنی میں منتقل کرے گا، پھر مَنی کے اس قطرے میں منتقل کرے گا جس سے اس کا نطفہ منجمد ہو گا، پھر جا کر وہ انسان بنے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مبارکہ میں بتا دیا کہ اے قیامت کا انکار کرنے والے ظالم انسان! تو سارے عالم میں منتشر تھا، ہم نے سارے عالم سے کس کس طرح ان غذاؤں کو تیرے باپ تک پہنچایا، جن کو کھا کر تیرے باپ کے اندر ہم نے خون بنایا، پھر خون سے مَنی بنائی اور مَنی سے وہ قطرہ الگ کیا جس سے تجھ کو پیدا کرنا تھا۔

﴿اَوَ لَمۡ یَرَ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ نُّطۡفَةٍ﴾ (یس: ۷۷)

میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب سکھایا کہ اس نالائق کو آپ جواب دیجیے جو قیامت کا انکار کرتا ہے کہ تو سارے عالم میں منتشر تھا، ہم نے تجھ کو جمع کر کے پہلی دفعہ پیدا کیا اور جب تجھے ایک دفعہ جمع کر دیا تو دوبارہ جمع کرنا کیا مشکل ہے؟

جب سارے عالم میں منتشر تیرے اجزا کو جمع کر کے تیرے باپ کے نطفے میں ایک بار جمع کر دیا، تو دوبارہ جمع کرنے پر ایمان لانے میں تجھے کیا مشکل ہے؟ ایک جگہ حدیث قدسی کے اندر اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ ذٰلِكَ فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ قَوْلُهُ: لَنْ يُّعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي، وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهِ. ①

ترجمہ: ابن آدم (انسان مجھ کو جھٹلاتا ہے) اور یہ بات اس کے مناسب نہیں اور میرے بارے میں بدگوئی کرتا ہے، حالانکہ یہ اس کے مناسب نہیں ہے، اس کا مجھ کو جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے جس طرح اللہ نے مجھ کو (اس دنیا میں) پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے، اسی طرح وہ (آخرت میں) مجھ کو دوبارہ ہرگز پیدا نہیں کر سکتا، حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا پہلی مرتبہ پیدا کرنے کے مقابلہ میں مشکل نہیں ہے۔

تو بہر حال معلوم ہوا اللہ کے احکامات کا انکار کرنا، قیامت کے دن اللہ کی ملاقات کا انکار کرنا یہ وہ گناہ ہے جس سے سارے عمل ضائع ہوتے ہیں۔ اور ایسا شخص دنیا میں بھی اللہ کی پکڑ میں آئے گا اور آخرت میں بھی، اللہ ہم سب کی اس سے حفاظت فرمائے۔ آمین

۱۲......انبیاء علیہم السلام کو اور خیر کی دعوت دینے والوں کو قتل کرنا

انبیاء علیہم السلام کو اور خیر و نیکی کی دعوت دیتے ہیں جو انہیں قتل کرے گا تو اس کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے، قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے اس کا تذکرہ سورہ آل عمران میں فرمایا: یقیناً وہ لوگ جو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو قتل کرتے ہیں اور نیکی کا حکم

---

① صحیح البخاری: کتاب تفسیر القرآن، سورة قل هو الله أحد، رقم الحديث: ۴۹۷۴

دینے والے کو قتل کرتے ہیں ان کے اعمال ضائع ہو جائیں گے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّه وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاس فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيم أُولَئِکَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ﴾ (آل عمران: ۲۱)

ترجمہ: یقیناً جو کفر کرتے ہیں اللہ کی آیات کا، اور نبیوں کو قتل کرتے ہیں ناحق طور پر، اور قتل کرتے ہیں ان لوگوں کو جو لوگوں کو حکم دیتے ہیں انصاف کرنے کا، ان کو خوشخبری دو دردناک عذاب کی، ان کے اعمال دنیا میں بھی ضائع ہو جائیں گے آخرت میں بھی ضائع ہو جائیں گے، اور ان کے لیے کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كَانَ نَاسٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ جَاءَ هُمُ النَّبِيُّونَ يَدْعُونَهُمْ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَتَلُوهُمْ، فَقَامَ أُنَاسٌ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَأَمَرُوهُمْ بِالْإِسْلَامِ فَقَتَلُوهُمْ فَفِيهِمْ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ. ❶

ترجمہ: بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ تھے ان کے پاس انبیاء علیہم السلام آئے، انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے لیے آئے تو انہوں نے ان کو قتل کر دیا اور پھر ان کے بعد مؤمنین میں سے کچھ لوگ اٹھے اور انہوں نے اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے انہیں بھی قتل کر دیا۔ پس انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قَتَلَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ ثَلَاثَةً وَأَرْبَعِينَ نَبِيًّا مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ

---

❶ تفسیر القرطبی: سورۃ آل عمران تحت هذه الآية، ج ۴ ص ۴۶

فَقَامَ مِائَةُ رَجُلٍ وَاثْنَا عَشَرَ رَجُلًا مِنْ عُبَّادِ بَنِی إِسْرَائِيلَ فَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ فَقُتِلُوْا جَمِيعًا. ❶

ترجمہ: بنی اسرائیل نے دن کے اول حصہ کی ایک ساعت میں تینتالیس انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا، پھر بنی اسرائیل کے لوگوں میں سے ایک سو بارہ آدمی اٹھے اور انہوں نے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا تو اسی دن کے آخری حصہ میں وہ سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔

تو گویا اعمال کے ضائع ہونے کا ایک سبب حضراتِ انبیاء علیہم السلام اور نیکی کی دعوت دینے والوں کو قتل کرنا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سابقہ امتوں میں واجب تھا اور یہی رسالت کا فائدہ اور نبوت کی خلافت ہے۔

داعی زمین میں اللہ کا خلیفہ ہے

امام نعیم بن حماد رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

مَنْ أَمَرَ بِمَعْرُوفٍ وَنَهَى عَنْ مُنْكَرٍ فَهُوَ خَلِيفَةُ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ وَخَلِيفَةُ كِتَابِهِ وَخَلِيفَةُ رَسُولِهِ. ❷

ترجمہ: جس نے کسی نیکی کا حکم دیا اور کسی برائی سے روکا تو وہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں اللہ کا خلیفہ ہے اور اس کی کتاب کا خلیفہ ہے اور اس کے رسول کا خلیفہ ہے۔

لوگوں میں سے بہترین شخص کون ہے؟

ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آپ منبر پر تشریف فرما تھے، تو اس نے عرض کی:

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ؟ قَالَ: أَقْرَؤُهُمْ وَأَتْقَاهُمْ وَآمَرُهُمْ

---

❶ مسند البزار: مسند أبی عبیدة بن الجراح، ج۴ ص ۱۰۹، رقم الحدیث: ۱۲۸۵

❷ الفتن: معرفة الخلفاء من الملوک، ص ۱۰۳، رقم: ۲۴۵

بِالْمَعْرُوفِ وَأَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَوْصَلُهُمْ لِلرَّحِمِ. ❶

ترجمہ: یا رسول اللہ! لوگوں میں بہتر کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (وہ) جو قرآنِ کریم کا بہترین قاری ہو، سب سے زیادہ پرہیز گار ہو اور جو انہیں نیکی کا حکم دے اور انہیں برائی سے منع کرے اور صلہ رحمی کو قائم رکھنے والا ہو۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا بہترین شخص ہے۔ اپنی استطاعت کے مطابق نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا لازم ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ. ❷

ترجمہ: تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے تو اُسے چاہیے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے روک دے، اور اگر وہ اس کی استطاعت نہ رکھے تو پھر اپنی زبان سے روک دے، اور اگر اس کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو، تو پھر اپنے دل سے (اُسے برا سمجھے) اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ: الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ بِالْيَدِ عَلَى الْأُمَرَاءِ، وَبِاللِّسَانِ عَلَى الْعُلَمَاءِ، وَبِالْقَلْبِ عَلَى الضُّعَفَاءِ، يَعْنِي عَوَامَّ النَّاسِ. فَالْمُنْكَرُ إِذَا أَمْكَنَتْ إِزَالَتُهُ بِاللِّسَانِ لِلنَّاهِي فَلْيَفْعَلْهُ وَإِنْ لَمْ يُمْكِنْهُ إِلَّا بِالْعُقُوبَةِ أَوْ بِالْقَتْلِ فَإِنْ زَالَ بِدُونِ الْقَتْلِ لَمْ يَجُزِ الْقَتْلُ. ❸

---

❶ مسند أحمد: حديث درة بنت أبي لهب، ج۴۵ ص ۴۲۱، رقم الحديث: ۲۷۴۳۴

❷ صحيح مسلم: كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان، رقم الحديث: ۴۹

❸ تفسير القرطبي: سورة آل عمران تحت هذه الآية، ج۴ ص ۴۹

ترجمہ: علماء نے کہا ہے: ہاتھ کے ساتھ امر بالمعروف امراء (حکام وقت) پر لازم ہے، اور زبان کے ساتھ امر بالمعروف علماء کے ذمہ ہے، اور دل کے ساتھ ضعفاء یعنی عوام الناس پر لازم ہے، پس روکنے کے لیے برائی کا ازالہ کرنا، جب زبان کے ساتھ ممکن ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ اسے روکے اور اگر اس کے لیے سزا، یا قتال کے بغیر ازالہ ممکن نہ ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ یہ بھی کرے، اور اگر برائی قتال کے بغیر زائل ہو جائے تو پھر قتال جائز نہیں۔

کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ سکتے ہیں؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ !مَتٰى نَتْرُكُ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْىَ عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ إِذَا ظَهَرَ فِيْكُمْ مَا ظَهَرَ فِي الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا ظَهَرَ فِي الْأُمَمِ قَبْلَنَا؟

یارسول اللہ! ہم کب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ سکتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں وہ ظاہر ہو جائے جو تم سے پہلی امتوں میں ظاہر ہوا۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم سے پہلی امتوں میں کیا ظاہر ہوا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمُلْكُ فِى صِغَارِكُمْ، وَالْفَاحِشَةُ فِى كِبَارِكُمْ، وَالْعِلْمُ فِى رُذَالَتِكُمْ. ①

ترجمہ: حکمرانی تمہارے چھوٹوں اور گھٹیا لوگوں میں ہو اور تمہارے بڑوں (اعلیٰ قسم کے لوگوں) میں فحاشی عام ہو جائے اور علم تمہارے رذیل (اور کمینے) لوگوں میں ہو۔

دعوت وتبلیغ ایک ایسا مقدس فریضہ ہے جو ہر نبی کے فرائض منصبی میں شامل تھا، اس کا مقصد اللہ کے دین کو پھیلانا اور عام کرنا اور لوگوں کو اس کے قبول کرنے کی دعوت وترغیب دینا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ پر نبوت ورسالت ختم ہوگئی، اب قیامت

---

① سنن ابن ماجة: كتاب الفتن ،باب قوله تعالى: يا أيها الذين آمنوا عليكم أنفسكم، رقم الحديث: ۴۰۱۵

تک نہ کوئی نبی آئیگا اور نہ کوئی نئی شریعت، آپ کی شریعت قیامت تک جاری رہے گی، اس لیے آپکے بعد آپکی امت کے افراد اس کے پابند ہیں کہ وہ دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہیں گے، اور یہ خیر امت بھی اس لیے ہیں کہ وہ دعوت تبلیغ کو ایک مستقل کام سمجھ کر اللہ کی رضا کے لیے کرتے رہیں گے، یہ انکی امتیازی خصوصیت ہے، اب اگر یہ امت اس کام کو نہیں کرتی اور صرف معاش کی فکر کرتی ہے، تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہی کے لیے تیار رہے، اور برے لوگوں سے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، ان کی پکڑ سے خطرہ ہے کہ اس امت کی پکڑ ہو جائے، تم نے بتایا نہیں، اس لیے انہوں نے نافرمانی اختیار کی، یہ امت بتانے کے لیے آئی کہ یہ کام منکر ہے اس لیے اپنے آپ کو بچاؤ۔

ہر مسلمان اپنی حیثیت کے مطابق دعوت دے

طالب علم امتحان میں فیل ہو جائے اور کہے کہ ہمیں استاذ نے پڑھایا ہی نہیں تھا تو کیا ہوگا؟ استاذ پکڑا جائے گا، تمہیں سال بھر سبق پڑھانے کے لیے دیا گیا تھا، تم نے کیوں نہیں پڑھایا؟ استاد کے پاس کیا جواب ہوگا؟ کیا استاذ کو معاف کیا جائے گا؟ طالب علم کو چھوڑ دیا جائے گا، طالب علم فیل ہو گیا، وہ امتحان نہیں دے سکا، اس لیے کہ اس کا قصور نہیں نکلا، اس کو جب پڑھایا ہی نہیں گیا تو وہ کیسے امتحان دے سکتا ہے؟ یہ بہت خطرہ کی بات ہے کہ کفار اللہ کے نافرمان یہ کہیں کہ ہمیں بتایا ہی نہیں گیا، کون بتاتا؟ جس کے سپرد اللہ تعالیٰ نے یہ کام کیا، کچھ لوگ اپنے معاش میں لگ گئے، کچھ لوگ راحت میں لگ گئے، کچھ لوگ کمائی میں لگ گئے اور جو ذمہ داری اللہ کی طرف سے ڈالی گئی تھی، اس سے غافل رہے اور دیکھیے کیا حالت ہو رہی ہے، ہم اگر غیر مسلموں کی زمین میں رہتے ہیں، یا کوئی اللہ کا نافرمان بے نمازی ہمارے قریب میں ہے، دیوار سے دیوار ملی ہوئی ہے، مکان سے مکان ملا ہوا ہے، دفتر میں ایک ساتھ کام کرتے ہیں، لیکن وہ اسلام کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے تو یہ کس کی

ذمہ داری ہے؟ ہم نے ان کو بتایا ہی نہیں، واقف نہیں کرایا، اپنے عمل سے مظاہرہ نہیں کیا کہ وہ اسلام کی برتری اور اس کی خوبی سے واقف ہو جائیں، یہ بڑی ذمہ داری ہے، ہر مسلمان اپنی حیثیت کے مطابق اسے ادا کرتا رہے، اگر ایک معقول مقدار میں یہ کام کرنے والے ہوں تو سب پر سے یہ ذمہ داری دور ہو جائے گی اور اگر کوئی یہ کام کرنے والا نہ ہو تو یہ ایک بڑے خطرہ کی بات ہے۔

اولاد کو دین کی بنیادی تعلیم دینا والدین کی ذمہ داری ہے

دوسری بات یہ کہ انسان پیدا ہوتا ہے، وہ کچھ نہیں جانتا، کوئی علم اس کے پاس نہیں ہوتا، کوئی ہنر اس کے پاس نہیں ہوتا، کسی بات کا سلیقہ اس کے پاس نہیں ہوتا، وہ سب پیدا ہونے کے بعد اپنے ماحول میں، اپنی تعلیم گاہ میں حاصل کرتا ہے، اب بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اللہ تعالیٰ کی باتوں سے کوئی واقف نہ ہو اور دنیا بھر کی ہر چیز سے واقف ہو جائے تو یہ بہت خطرناک بات ہے، ظاہر ہے اس کی ذمہ داری کس پر آتی ہے؟ ماں باپ پر آتی ہے، اساتذہ پر آتی ہے اور ان لوگوں پر آتی ہے جو ادارے قائم کرتے ہیں، تو انہوں نے ایسا بھی کوئی انتظام کیا جس سے مسلمان کی نسل پروان چڑھ سکے؟ مسلمان بچوں کو اسلام کے متعلق بنیادی باتیں تو معلوم ہو جائیں؟ مسلمان بچے قرآن مجید کی تلاوت تو کر سکیں؟ اگر وہ تلاوت کرنا نہیں جانتے، اگر وہ مسائل نہیں جانتے تو اس کی ذمہ داری ماں باپ پر آتی ہے کہ اس بات کا انتظام کیوں نہیں کیا کہ ان کے بچے مسلمان رہیں؟ دیکھیے وہ یوں ہی مسلمان نہیں رہ جائیں گے، ہر آدمی اسی دنیا میں سیکھتا ہے، لیکن سکھانے سے سیکھتا ہے، اگر ہم نے ان کے لیے اللہ اور رسول کی باتوں کو جاننے کا، اللہ کی کتاب پڑھنے کا اور اللہ کے احکام کو جاننے کا صحیح انتظام نہیں کیا تو یہ نہیں جانیں گے، کیوں کہ ہر بچہ اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور اس کے پیدا ہونے کے بعد اس کو کوئی یہودی بنا لیتا ہے، کوئی مجوسی بنا لیتا

ہے اور کوئی عیسائی بنا لیتا ہے، جیسا ماحول ملے گا، جیسا انتظام ملے گا وہ ویسا ہی بن جائے گا، یہ نہیں ہوتا کہ مسلمان گھر میں پیدا ہوا تو مسلمان رہے گا، یہ لازمی نہیں، اگر اس کو ایسا ماحول ملا، ایسے اساتذہ ملے، ایسے اسکول ملے، جہاں اس کو عیسائی بنایا جا رہا ہے تو وہ عیسائی بن جائے گا، جہاں اس کو مجوسی بنایا جا رہا ہے تو وہ مجوسی بن جائے گا۔ وہ بچہ بھی اللہ کے سامنے کہہ سکتا ہے کہ پروردگار! ہمارے ماں باپ نے ہمیں بتایا نہیں، ہمارے لیے کوئی سیکھنے کا اور جاننے کا انتظام نہیں کیا، تو کون پکڑا جائے گا؟ ماں باپ پکڑے جائیں گے کہ تم نے کیوں نہیں بچے کو دین کی باتیں بتائیں، تم نے اپنے بچہ کو عذاب جہنم سے کیوں نہیں بچایا۔ قرآن میں آتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ (التحریم: ٦)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے کو اور اپنے بچے کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ آخرت میں اپنی گرفت سے بچنے کے لیے اس دعوتی فرائض کو انجام دینے کی کوشش کریں، اپنی بھی فکر کریں اور اپنے گھر والوں کی فکر کریں، حالات آئیں گے ان کو برداشت کرنا ہوگا، اسلامی کام کی راہوں میں اپنوں کی طرف سے رکاوٹیں پیدا ہوگی، غیروں کی طرف سے رکاوٹیں پیدا ہوں گی، حکومتوں کی طرف سے رکاوٹیں پیدا ہوں گی، جیسے موجودہ وباء کرونا کے اندر مدارس، مساجد اور خصوصی تبلیغی جماعت پر حالات آئے، ان کو برداشت کرنا ہوگا۔ تو بحر حال معلوم ہوا انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنا یا جو نیکی کا حکم دے ان کو قتل کرنا، یا اُنہیں برا بھلا کہنا ان کی مخالفت کرنا، یہ اپنے اعمال کو ضائع کرنے والی بات ہے، اس لیے انسان خود خیر کی دعوت دے نہیں سکتا تو جو دین کی داعی ہیں ان کے لیے دعائیں کرتا رہے، کبھی ان کی مخالفت نہ کرے۔ اللہ ہمیں دین کا داعی بنائے۔ آمین

۱۳...... دنیا کی زیب وزینت کو چاہنے والے

جو لوگ دنیا کی زیب وزینت کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور اسی کو اپنا مقصد زندگی بنا لیتے ہیں، قرآنِ کریم میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہم ان کے اعمال کو ضائع کر دیتے ہیں۔ اس لیے انسان کو حکم یہ ہے کہ وہ ہمیشہ آخرت کی زندگی کو مقصد بنائے اور دنیا میں انہماک سے اپنے آپ کو بچائے۔

سورہ ہود میں اللہ رب العزت نے اس بات کا تذکرہ فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُم وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (هود: ۱۵، ۱۶)

ترجمہ: جو دنیا کی زندگی چاہتا ہے، دنیا کی زیب وزینت کے پیچھے لگ جاتا ہے، ہم دے دیں گے اسے اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دنیا میں، ہم دنیا میں کوئی کمی نہیں کریں گے (لیکن) نہیں ہوگا ان کے لیے آخرت میں مگر جہنم، ان کے اعمال ضائع ہو جائیں گے جو انہوں نے کیے ہیں اور باطل ہو جائے گا جو دنیا میں یہ عمل کرتے تھے۔

تو معلوم ہوا ہے کہ جو دنیا کی زیب وزینت کے پیچھے لگتا ہے اس کے عمل ضائع ہو جاتے ہیں، اس لیے انسان کو چاہیے وہ آخرت کو مقصد بنائے، دنیا کو مقصد نہ بنائے، دیکھیں! جو دنیا کے پیچھے لگتا ہے قرآن کریم میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں اگر تم دنیا چاہو گے ہم تمہیں دنیا دے دیں گے، لیکن آخرت میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہوگا، اور اگر تم آخرت چاہو گے تو آخرت بھی اللہ تمہیں دے گا اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تمہیں دنیا بھی دے گا۔

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ﴾ (الشورى: ۲۰)

ترجمہ: جو آخرت کی کھیتی چاہتا ہے تو ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیتے ہیں، جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے، ہم دنیا اس کو دے دیں گے، لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

اللہ دنیا سب کو دیتا ہے، مسلمان کو بھی دیتا ہے اور کافر کو بھی دیتا ہے، دنیا کی اللہ کے ہاں کوئی وقعت نہیں، اللہ کیا فرما رہیں ہیں:

﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ (الحدید: ۲۰)

ترجمہ: او دنیا والی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

دنیا دھوکہ کا سرمایہ ہے، اصلی سرمایہ نہیں، جو آڑے وقت میں کام آ سکے، لہذا اس دنیا کی زیب زینت سے بچنا چاہیئے۔

ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا فَاتَّقُوا الدُّنْيَا. ❶

ترجمہ: خبردار! تم دنیا سے بچو۔

''تم دنیا سے بچو'' کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نے دنیا کی حقیقت جان لی کہ وہ فناء ہو جانے والی چیز ہے اور اس کی کسی بھی چیز کو کوئی استحکام و دوام نہیں ہے، تو پھر اس کے پیچھے پڑنا نہایت نازیبا اور غیر دانش مندی کی بات ہے، لہٰذا تم دنیا کو اس قدر حاصل کرنے کی خواہش و کوشش نہ کرو، جو ضرورت و حاجت سے زیادہ ہو۔

دنیا کی حقیقت کیا ہے؟

کبھی کسی ویران قبرستان یا کوڑے کے ڈھیر پر لا کھڑے ہوں، جہاں مردوں کی کھوپڑیاں اور نجاست و غلاظت کے ڈھیر اور بوسیدہ ہڈیاں اور پھٹے پرانے کپڑے پڑے ہوئے ہوں،

---

❶ سنن الترمذی: أبواب الفتن، باب ماجاء ما أخبر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وأصحابه بما هو كائن إلى يوم القيامة، رقم الحديث: ۲۱۹۱

یہ ہے دنیا کی حقیقت، ایک وقت وہ تھا کہ ان کھوپڑیوں میں بھی امیدیں، آرزوئیں، جوش اور حرص وہوس تھا اور آج کس برے حال میں پڑی ہیں کہ چند روز میں خاک ہو جائیں گی اور ان کا پتہ ونشان بھی نہ رہے گا اور کوڑے کے ڈھیر پر دیکھیں یہ غلاظت اور فضلہ نظر آ رہا ہے وہ ہماری غذا تھا جس کے پیٹ کے اندر بھرنے میں حلال وحرام کا بھی امتیاز نہ رہا، ایک دن تھا کہ رنگ برنگ کے کھانے بن کر خوبصورت ڈشوں میں سج کر آتے تھے، اور آج یہاں کس گندگی کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں کہ اس کی بو سے لوگ بھاگتے ہیں، دیکھیں یہی پرانے چیتھڑے کسی وقت ہماری چمک ودمک والے لباس تھے اور آج ان کو ہوائیں ادھر ادھر اڑائے پھرتی ہیں اور کوئی پرسان حال نہیں ہوتا اور یہ ہڈیاں کسی دن سواری کے جانور اور مویشی تھے، جن پر جانیں دیتے اور قتل وقتال کیا کرتے تھے۔ یہ دنیا کی حقیقت ہے جس کا قابلِ عبرت انجام دنیا میں ظاہر ہو گیا پس جس کو رونا ہو روئے۔

اس دنیا کے بارے میں بڑے بڑے ہنگامے آدمی سوچتا رہتا ہے کہ یہ مکان لوں گا، وہ مکان بناؤں گا، یہ کارخانہ تعمیر کروں گا، وزارتِ عظمیٰ کی کرسی کے لیے الیکشن لڑوں گا، فلاں کام کروں گا، فلاں کروں گا، اسی دنیا کی زیب زینت کو سوچتے ہوئے دنیا سے چل بستا ہے، شاعر کہتا ہے:

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا
معطر کفن تھا مشیّن بدن تھا
جو قبر کہن ان کی اُکھڑی تو دیکھا
نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

شاعر کہتا ہے، میں نے قبرستان میں بڑے بڑے حسین نوجوانوں کو اور بڑے شاندار لوگوں کو دیکھا کہ جب ان کو دفن کیا جا رہا تھا تو ان کا بدن نہایت شاندار تھا اور کفن میں عطر لگا

ہوا تھا، لیکن چند دن کے بعد جب قبر پرانی ہو کر اُکھڑ گئی تو دیکھا کہ بدن کا کوئی عضو باقی نہیں تھا اور کفن میں کوئی تار بھی نہیں تھا۔ جس بدن کو سنوارنے میں ہم رات دن لگے ہوئے ہیں، جس کے لیے رات دن ہمارے قلوب مشغول ہیں، اس کا ایک دن یہ حشر ہونے والا ہے۔ بحر حال ہمیں آخرت کی فکر ہونی چاہیے، آخرت کی نعمتوں کی فکر ہونی چاہیے:

﴿سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ﴾ (الحدید: ۲۱)

ترجمہ: مسابقت کرو اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جس کا عرض آسمان وزمین کے عرض کے برابر ہے۔

مسابقت کرنے سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ عمر اور صحت وقدرت کا کچھ بھروسہ نہیں، نیک اعمال میں سستی اور ٹال مٹول نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ پھر کوئی بیماری یا عذر آ کر تمہیں اس کام کے قابل نہ چھوڑے، یا موت ہی آ جائے۔ تو حاصل مسابقت کا یہ ہے کہ عجز وضعف اور موت سے مسابقت کرو کہ ان کے آنے سے پہلے پہلے ایسے اعمال کا ذخیرہ کر لو، جو جنت تک پہنچانے کا ذریعہ بن سکیں۔

تو بہر حال جو لوگ دنیا کی زیب وزینت کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور اسی کو اپنا مقصد زندگی بنا لیتے ہیں، اللہ رب العزت نے فرمایا: ہم ان کے اعمال کو ضائع کر دیتے ہیں۔

اس لیے انسان کو حکم یہ ہے کہ وہ ہمیشہ آخرت کی زندگی کو مقصد بنائے اور دنیا میں انہماک سے اپنے آپ کو بچائے۔ دنیا کمائے ضرور لیکن دل میں محبت دنیا کے بنانے والے کی ہو اس حقیر دنیا کی نہ ہو۔ دنیا کے لیے اتنی محنت کریں جتنا یہاں رہنا ہے اور آخرت کے لیے اتنی محنت کریں جتنا وہاں رہنا ہے۔

۱۴......عصر کی نماز کو ترک کرنا

عصر کی نماز چھوڑنا یہ ایسا گناہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی عصر کی نماز ترک کرتا ہے، اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، صحیح بخاری کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَرَکَ صَلاۃَ العَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ. ❶

ترجمہ: جس شخص نے عصر کی نماز کو چھوڑا اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

نمازِ عصر کے فوت ہونے کا نقصان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الَّذِیْ یَفُوْتُهُ صَلٰوۃُ الْعَصْرِ فَکَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهُ وَمَالُهُ. ❷

ترجمہ: جس شخص کی نماز عصر قضا ہوگئی تو گویا کہ اس کا مال اور اس کے اہل وعیال سب لٹ گئے۔

مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کی عصر کی نماز قضا ہو جائے تو وہ ایسا ہے جیسے کہ اس کا گھر بار اور مال واولاد سب فنا کے گھاٹ اتر جائیں، یا ان میں کمی واقع ہو جائے۔ عصر کی نماز نمازِ وسطی ہے، اس کو چھوڑنا دوسری نمازوں کو چھوڑنے کے مقابلے میں زیادہ سخت گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے

حضرت علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلہ اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق کے روز فرما رہے تھے:

---

❶ صحیح البخاری: کتاب مواقیت الصلاۃ، باب من ترک العصر، رقم الحدیث: ۵۵۳

❷ صحیح البخاری: کتاب مواقیت الصلاۃ، باب إثم من فاتته العصر، رقم الحدیث: ۵۵۲

حَبَسُوْنَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ مَلَأَ اللّٰهُ قُبُوْرَهُمْ وَبُيُوْتَهُمْ نَارًا۔ ①

ترجمہ: کافروں نے ہمیں درمیانی نماز (یعنی عصر) کے پڑھنے سے روکا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا، اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔

اس جنگ کو غزوہ خندق اس لیے کہا جاتا ہے کہ اسی غزوہ کے موقعہ پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے دشمنوں سے بچاؤ کی خاطر مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی۔ خندق کھودنے میں تمام مسلمانوں کے ہمراہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بنفس نفیس شریک تھے۔ جس طرح دیگر مخلص مؤمنین دن بھر بھوکے پیاسے رہ کر اللہ کے دین کی حفاظت اور اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی کامیابی کے لیے اس محنت ومشقت میں مصروف رہتے تھے، اسی طرح سرورِ کائنات جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی بڑی بڑی تکالیف برداشت فرماکر مصائب ورنج اٹھاکر بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ کر سردی کی شدید پریشانی اور زمین کو کھودنے پتھر اکھاڑنے کی سخت محنت جھیل کر اپنے جانثار رفقاء کے ہمراہ خندق کھودتے تھے۔

اسی جنگ میں بسبب تردد اور تیراندازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں قضا گئی تھیں، انہیں میں عصر کی نماز بھی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے یہ بددعا فرمائی، جس کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح ان کفار ومشرکین نے ہماری نمازیں قضا کراکر ہمیں سخت روحانی تکلیف واذیت میں مبتلا کیا ہے، اللہ کرے وہ بھی دنیا وآخرت کے شدید عذاب میں مبتلا کیے جائیں۔

---

①صحیح البخاری: کتاب تفسیر القرآن، باب حافظوا علی الصلوات، رقم الحدیث: ۴۵۳۳

ایک معمولی سا خلجان یہاں واقع ہوسکتا ہے کہ جنگ احد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو جبکہ کفار کی جانب سے بے انتہا تکلیف پہنچائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بد دعا نہیں کی اور یہاں بد دعا فرمائی اس کی وجہ کیا ہے؟

اس کا مختصر ترین جواب یہ ہے کہ جنگِ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا معاملہ تھا، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت کا تقاضا تھا کہ اپنے نفس کے معاملہ میں کسی کے لیے بد دعا نہ کریں، مگر یہاں نماز کا سوال تھا، جس کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نہ تھا، بلکہ حقوق اللہ سے تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا فرمائی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ”صلوٰۃ وسطیٰ“ عصر کی نماز ہے، چنانچہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین اور تابعین کرام میں سے اکثر جلیل القدر حضرات اور امام اعظم ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ کا قول یہی ہے کہ اس سے مراد عصر کی نماز ہے۔ قرآنِ کریم نے اس نماز کو بڑی اہمیت کے ساتھ الگ سے بیان کیا، فرمایا:

﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾

(البقرۃ: ۲۳۸)

ترجمہ: تم نمازوں پر ہمیشگی اختیار کرو خاص طور پر درمیان والی (یعنی عصر کی) نماز۔

اب اس نماز کا اتنا اہتمام سے کیوں حکم آیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ عموماً یہ وقت انسان کا بازار میں گزر جاتا ہے، گھر میں گزر جاتا ہے، نجی مصروفیات میں گزر جاتا ہے، چونکہ وقت بھی کم ہوتا ہے تو اس وجہ سے عموماً یہ نماز انسان سے چھوٹ جاتی ہے، نوکریوں پر کام کرنے والوں کی چھٹی بھی تقریباً اسی وقت ہوتی ہے، اب وہ لوگ وہاں سے گھر کی طرف آتے ہیں تو سفر میں نماز رہ جاتی ہے، مدارس میں بھی چھٹی اس وقت ہوتی ہے، وہ پہنچتے ہیں نماز رہ

جاتی ہے، کوئی بازاروں میں سودا سلف کے لیے نکل جاتے ہیں، کوئی گراؤنڈ میں کھیلنے کے لیے نکل جاتے ہیں، موسم ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے کوئی تفریح کے لیے نکل جاتے ہیں، یہ بے توجہی اور غفلت میں اکثر لوگوں سے چھوٹتی ہے۔ اس لیے شریعت نے بڑی تاکید سے حکم دیا کہ جس نے عصر کی نماز چھوڑی گویا اس کے عمل ضائع ہوگئے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ عصر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ کر انسان ذکر واذکار میں مشغول ہوجائے، یہ بڑا قیمتی اور مبارک وقت ہوتا ہے۔

عصر کے بعد ذکر کرنے کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَاَنْ اَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ مِنْ صَلَاۃِ الْغَدَاۃِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُعْتِقَ اَرْبَعَۃً مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِیْلَ وَلَاَنْ اَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ مِنْ صَلَاۃِ الْعَصْرِ اِلٰی اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُعْتِقَ اَرْبَعَۃً. ❶

ترجمہ: ایک ایسی جماعت کے ساتھ میرا بیٹھنا جو نماز فجر سے طلوع آفتاب تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو، میرے نزدیک حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے اور عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک ایسے لوگوں میں میرا بیٹھنا ہو، جو اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں چار غلام آزاد کروں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کی تخصیص آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے کہ وہ افضل عرب ہیں اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اولاد میں سے ہیں۔

---

❶ سنن أبی داود: کتاب العلم، باب فی القصص، رقم الحدیث: ٣٦٦٧

عصر کے وقت کی اہمیت کیوں؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یَتَعَاقَبُوْنَ فِیْکُمْ مَلَائِکَۃٌ بِاللَّیْلِ وَمَلَائِکَۃٌ بِالنَّھَارِ وَیَجْتَمِعُوْنَ فِی صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَصَلٰوۃِ الْعَصْرِ ثُمَّ یَعْرُجُ الَّذِیْنَ بَاتُوْا فِیْکُمْ، فَیَسْأَلُھُمْ رَبُّھُمْ وَھُوَ اَعْلَمُ بِھِمْ: کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ تَرَکْنٰھُمْ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ وَاَتَیْنٰھُمْ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ. ❶

ترجمہ: تمہارے پاس (آسمان سے) فرشتے رات دن آتے رہتے ہیں (جو تمہارے اعمال لکھتے ہیں اور انہیں بارگاہِ الوہیت میں پہنچاتے ہیں) اور فجر وعصر کی نماز میں سب جمع ہوتے ہیں اور جو فرشتے تمہارے پاس رہتے ہیں وہ (جس وقت) آسمان پر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بندوں کے احوال جاننے کے باوجود ان سے (بندوں کے احوال واعمال) پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ پروردگار! ہم نے تیرے بندوں کو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا ہے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تھے تو اس وقت بھی وہ نماز ہی پڑھ رہے تھے۔

ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کے اعمال کو لکھنے اور انہیں اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کے لیے فرشتوں کی دو جماعتیں بندوں کے ہمراہ رہتی ہیں۔ ایک جماعت تو دن کے اعمال لکھتی ہے اور پھر عصر کے بعد واپس جا کر بارگاہِ الوہیت میں اپنی رپورٹ پیش کر دیتی ہے۔ دوسری جماعت رات کے اعمال لکھتی ہے۔ یہ فجر کی نماز کے بعد واپس جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو بندوں کے رات کے اعمال کی رپورٹ دیتی ہے، چنانچہ دن اور رات میں دو وقت ایسے ہوتے ہیں جب کہ یہ دونوں جماعتیں جمع ہوتی ہیں۔ ایک مرتبہ تو فجر کے وقت جب کہ

---

❶ صحیح البخاری: کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العصر، رقم الحدیث: ٥٥٥

رات کے فرشتے واپس جاتے ہیں اور دن کے فرشتے اپنی ڈیوٹی پر آتے ہیں۔ اسی طرح دوسری مرتبہ ان دونوں جماعتوں کا اجتماع عصر کے وقت ہوتا ہے، جب کہ دن کے فرشتے اپنی ڈیوٹی پوری کر کے واپس جاتے ہیں اور رات کے فرشتے اپنے کام پر حاضر ہوتے ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور اس کا علم زمین و آسمان کے ذرے ذرے کو محیط ہے۔ وہ زمین و آسمانوں کے رہنے والوں کے ایک ایک عمل کو جانتا ہے، مگر جب فرشتے بندوں کے اعمال کی رپورٹ لے کر اس کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں، تو ان سے پوچھتا ہے کہ جب تم اپنی ڈیوٹی پوری کر کے واپس لوٹ رہے تھے تو بتاؤ کہ اس وقت میرے بندے کیا کر رہے تھے؟ اور اس کا یہ پوچھنا (نعوذ باللہ) علم حاصل کرنے کے لیے نہیں ہوتا، بلکہ اس سوال سے اس کا مقصد فرشتوں کے سامنے اپنی بندوں کی فضیلت و عظمت کا اظہار ہوتا ہے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں انسان کو بھیجنا چاہا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تھا تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا کہ پروردگار کیا تو ایسی مخلوق کو پیدا کرنا چاہتا ہے جو دنیا میں فساد اور خون ریزی و غارت گری کا بازار گرم کرے گی۔ اور پھر انہوں نے اپنی برتری و بڑائی ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ تیری عبادت کے لیے تو ہم ہی کافی ہیں اور ہم ہی تیری عبادت و پرستش کر بھی سکتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ان سے یہ سوال کر کے ان پر ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ دیکھو! جس مخلوق کے بارے میں تمہارا یہ خیال تھا کہ وہ دنیا میں سوائے فتنہ وفساد پھیلانے کے اور کوئی کام نہیں کرے گی، اب تم خود دیکھ آئے ہو کہ وہ میری عبادت اور میری پرستش کس پابندی اور کس ذوق وشوق سے کرتی ہے۔

اس حدیث کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو رغبت دلا رہے ہیں کہ ان دونوں اوقات میں ہمیشہ پابندی سے نماز پڑھتے رہو، تاکہ وہ فرشتے اللہ کے سامنے

تمہارے اچھے اور بہتر اعمال ہی پیش کرتے رہیں۔

تو بہر حال! عصر کی نماز کو چھوڑنا یہ ایک ایسا گناہ ہے جس سے انسان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، "**فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ**" اس لیے شریعت نے بڑی تاکید سے حکم دیا کہ جس نے عصر کی نماز چھوڑی گویا اس کے عمل ضائع ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نمازِ عصر کے اہتمام کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۱۵...... کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنا

یہ ایسا گناہ ہے کہ اس سے انسان کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کسی گناہ پر اتنی سخت وعیدیں بیان نہیں کیں، جتنی وعیدیں قتل کے گناہ پر بیان کی ہیں، پورے قرآن کو آپ شروع سے آخر تک پڑھ لیں اتنے سخت الفاظ میں اللہ نے کہیں وعیدیں بیان نہیں کیں، جتنے سخت الفاظ میں قاتل کے لیے بیان کیں، اللہ رب العزت قاتل کے متعلق فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾ (النساء: ۹۳)

ترجمہ: جس نے کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کیا، اس کا بدلہ جہنم ہوگا، ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا، اللہ تعالیٰ کا اس کے اوپر غصہ ہوگا، اور اللہ کی اس کے اوپر لعنت ہوگی، اور اللہ نے ایسے آدمی کے لیے بڑا عذاب تیار کیا ہے۔

پورے قرآن میں اتنے سخت وعید کسی گناہ پر نہیں آئی جتنی قتل کے گناہ پر آئی ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں جناب نبی کریم، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانے کی جو متعدد نشانیاں بتائی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ قتل وقتال بہت عام ہو جائے گا۔ آج ہم کھلی آنکھوں سے اس امر کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ معاشرے میں کسی کی جان، مال،

عزت اور آبرو محفوظ نہیں۔ ہر شخص غیر محفوظ ہے۔ امیر ہو یا غریب، افسر ہو یا نوکر، خواص ہوں یا عوام، حد یہ کہ عالم ہو یا عامی، کسی کو جان کی امان حاصل نہیں ہے۔ ہر طرف عدم تحفظ کی فضا عام ہے۔ انسانی جان پانی سے زیادہ سستی ہو چکی ہے۔ ذاتی ونفسانی مفادات کے لیے دوسرے انسان کی جان لے لینا، سرے سے کوئی مسئلہ ہی نہیں رہا۔ حالاں کہ قرآن و حدیث کا سرسری مطالعہ بھی کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک انسان کی جان بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

مسلمان کی جان اللہ کے ہاں بیت اللہ سے زیادہ محترم ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن بیت اللہ کو دیکھا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

مَا أَعْظَمَکِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَکِ، وَالْمُؤْمِنُ أعظمُ حُرْمَةً عِنْدَ اللّٰهِ مِنْکِ. ①

ترجمہ: اے کعبہ! تم بہت عظمت والے ہو اور تمہاری حرمت بھی بہت بڑی ہے۔ (لیکن) ایک مؤمن و مسلمان (کی جان) اللہ رب العالمین کے ہاں تم سے زیادہ محترم و مکرم ہے۔

لیکن آج بعض نادان لوگ پیسوں کی خاطر لاکھ دو لاکھ کی خاطر دوسرے مسلمان کا قتل کر دیتے ہیں اور اپنے آپ کو اللہ کے غضب اور لعنت کا مستحق بنا دیتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهِ لَقَتْلُ مُؤْمِنٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْیَا. ②

ترجمہ: اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ مسلمان کا قتل کرنا اللہ تعالیٰ

---

①سنن الترمذي: أبواب البر والصلة، باب ما جاء في تعظيم المؤمن، رقم الحديث: ٢٠٣٢

②سنن النسائی: کتاب تحریم الدم، باب تعظیم الدم، رقم الحدیث: ٣٩٨٦

کے نزدیک تمام دنیا کے تباہ ہونے سے زیادہ ہے۔

قتل میں شریک ہونے والے سب لوگ عذاب کے مستحق ہوں گے

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک قتل ہوگیا، معلوم نہ ہوسکا کہ کس نے اس کو قتل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا: اے لوگو! ایک قتل ہوگیا اور میں تمہارے درمیان موجود ہوں اور ہم نہیں جانتے کہ کس نے اس کو قتل کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوِ اجْتَمَعَ أَهْلُ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ عَلَى قَتْلِ امْرِئٍ لَعَذَّبَهُمُ اللّٰهُ، إِلَّا أَنْ يَفْعَلَ مَا يَشَاءُ. ①

ترجمہ: اگر آسمان اور زمین والے ایک آدمی کے قتل میں جمع ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب دے گا مگر جو وہ کرنا چاہے کرے۔

قتل میں مدد کرنے والا اللہ کی رحمت سے ناامید ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَعَانَ عَلَى قَتْلِ مُؤْمِنٍ وَلَوْ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ، لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ. ②

ترجمہ: جو شخص آدھا جملہ کہہ کر بھی کسی مؤمن کے قتل میں مدد کرے گا (یعنی مثلاً قتل پورا نہیں کہا بلکہ صرف "ق" کہا) تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کی

---

① شعب الإیمان: کتاب حفظ اللسان، باب تحریم النفوس والجنایات علیها، ج۷ ص۲۶۰، رقم الحدیث: ۴۹۶۷

② سنن ابن ماجة: کتاب الدیات، باب التعظیم فی قتل المسلم ظلما، رقم الحدیث: ۲۶۲۰

دونوں آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوا ہوگا یہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہے۔

تو کسی مسلمان کا قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے، اس سے انسان بچے۔ حکومتِ وقت کا کام ہے کہ اس کی روک تھام کے لیے اسلامی حدود و پر عمل کریں، کچھ ہی روز میں معاشرے سے جرائم ختم ہو جائیں گے اور معاشرے میں امن و امان قائم ہو جائے گا، تو معاشرے میں امن کا قیام حدود و سزاؤں کے نفاذ سے ہوگا۔

تو بہر حال قاتل کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرمایا: جس نے کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کیا اس پر میرا غضب ہے، جس پر اللہ کا غضب ہوگا بھلا اُسے کیسے سکون ملے گا؟ اس لیے قاتل کو کسی پل سکون نہیں ملتا، دیکھنے میں آیا ہے قتل کرنے والے اپنے ہوش وحواس کو کھو جاتا ہے، مجنون اور دیوانہ ہو جاتا ہے اور دماغ کام نہیں کرتا۔

قاتل کی مستقبل کی زندگی اجیرن ہوتی ہے

چند دن پہلے ایک ساتھی نے واقعہ سنایا کہ ہمارے علاقے میں ایک شخص نے قتل کیا تھا، کچھ عرصے کے بعد جب دیکھا گیا اسی کے عزیز و اقارب معافی مانگنے آئے، کہا: بھائی! کیا ہوا؟ کہا: اللہ نے اس سے عقل کی نعمت لے لی اور وہ پاگل اور دیوانہ ہو گیا۔

عموماً دیکھنے میں آیا ایسے لوگوں کو پھر مستقبل میں سکون نہیں ملتا، رات کو سوتے ہیں وہی واقعات سامنے آتے ہیں کہ فلاں کو قتل کیا تھا، خواب میں وہی مناظر سامنے آتے ہیں، لاعلاج بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور پھر جہنم کا ایندھن بن جاتے ہیں۔ تو گناہوں میں ایک بڑا گناہ قتل ہے۔ بعض لوگ اس وجہ سے بھی قتل کرتے ہیں اس نے ہمارا آدمی قتل کیا، اب قاتل کے بجائے اس کے بھائیوں کو، رشتہ داروں کو، عزیز و اقارب کو قتل کرتے ہیں یہ جائز نہیں ہے، صرف قاتل کو قتل کیا جائے گا اور وہ بھی قاضی وقت کی تفتیش و تحقیق اور فیصلے کے بعد۔

١٦......احسان جتلانا

یہ بھی وہ گناہ ہے کہ جس کی وجہ سے انسان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ احسان جتلانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان دوسرے کے ساتھ تعاون کرے، اور تعاون کرنے کے بعد لوگوں کے سامنے تشہیر کرے کہ میں نے فلاں غریب کے ساتھ تعاون کیا، فلاں مستحق کے ساتھ تعاون کیا۔ دیکھنے میں آتا ہے بسا اوقات کوئی کسی کے ساتھ تعاون کرتا ہے، پھر بھری مجلس میں بتاتا ہے کہ میں نے فلاں کے گھر میں آٹا ڈالا، فلاں کے گھر میں راشن دیا، فلاں کے ساتھ دو ہزار روپے کا تعاون کیا، اس کے بچے لوگوں کو کہتے ہیں، اس کی گھر والی دوسری عورتوں کو کہتی پھرتی ہے۔ جب یہ کام آپ نے اللہ کے لیے کیا ہے تو اللہ کے علاوہ کسی اور کو پتہ نہ چلے، جس ذات کے لیے کیا ہے، اس ذات کو آپ کا علم ہے اور وہ آپ کے ارادے اور نیت کو جانتا ہے، لوگوں کو بتانے کی ضرورت نہیں، جو اپنے عمل کو چھپاتا ہے پھر اللہ خود ظاہر کرتا ہے، جب انسان اپنی نیکیوں کو چھپاتا ہے تو پھر اللہ تعالی اس کے نیک اعمال کو خود ظاہر فرماتا ہے اور اس سے بڑھ کر اس کو عزت عطا کرتا ہے۔ اور جو ریا کاری کرتا ہے، احسان جتلاتا ہے، اس نے جو دیا ہے وہ ضائع ہو جاتا ہے، لوگوں کو بھی پتہ چل جاتا ہے کہ ریا کار ہے، بجائے اس کے کہ اس کی مدح اور ثناء ہو، سب اس کی مذمت کرتے ہیں۔

شریعت کی تعلیمات یہ ہیں، انسان جس کے ساتھ تعاون کرے خفیہ کرے، ایک ہاتھ سے دے تو دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہو، یہ تعاون اللہ کو پسند ہے۔ تو اگر ایک آدمی تعاون کر کے زبان سے اس کی تشہیر کرتا ہے، اس سے جس کو دیا ہے اُس کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے، اس لیے یہ ایک کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ قرآن وحدیث میں سخت الفاظ میں وعید آئی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ

تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾ (البقرۃ: ۲۶۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر اس شخص کی طرح ضائع مت کرو، جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ چنانچہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چکنی چٹان پر مٹی جمی ہو، پھر اس پر زور کی بارش پڑے اور اس (مٹی کو بہا کر چٹان) کو (دوبارہ) چکنی بنا چھوڑے۔

چٹان پر اگر مٹی جمی ہو تو یہ امید ہو سکتی ہے کہ اس پر کوئی چیز کاشت کر لی جائے، لیکن اگر بارش مٹی کو بہا لے جائے تو چٹان کے چکنے پتھر کاشت کے قابل نہیں رہتے، اسی طرح صدقہ خیرات سے آخرت کے ثواب کی امید ہوتی ہے، لیکن اگر اس کے ساتھ ریا کاری یا احسان جتانے کی خرابی لگ جائے تو وہ صدقے کو بہا لے جاتی ہے اور ثواب کی کوئی امید نہیں رہتی۔ ریا کاری یا صدقہ دے کر احسان جتلانا یا کسی اور طرح غریب آدمی کو ستانا صدقے کے عظیم ثواب کو برباد کر ڈالتا ہے۔

اور جو لوگ خرچ کرنے کے بعد احسان نہیں جتلاتے، اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

(البقرۃ: ۲۶۲)

ترجمہ: جو لوگ اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ کوئی تکلیف پہنچاتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کے پاس اپنا ثواب پائیں گے، نہ ان کو کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ کوئی غم پہنچے گا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے ''تفسیر قرطبی'' میں ذکر کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے:

جَاءَ عُثْمَانُ بِأَلُفِ دِينَارٍ فِي جَيُشِ الْعُسُرَةِ.

جیش العسرہ (غزوہ تبوک) کی تیاری کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار لے کر حاضر ہوئے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ڈال دیا، تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ اپنے دستِ مبارک میں لیتے ہیں اور انہیں الٹتے پلٹتے ہیں، اور فرما رہے ہیں:

مَا ضَرَّ ابُنَ عَفَّانَ مَا عَمِلَ بَعُدَ الْيَوُمِ.

آج کے بعد ابن عفان نے جو عمل بھی کیا وہ ان کے لیے نقصان دہ نہیں۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَنُسَ هٰذَا الْيَوُمَ لِعُثُمَانَ.

اے اللہ! تو آج کے دن عثمان کو نہ بھولنا۔

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے دیکھا ہے، آپ فرما رہے تھے:

يَا رَبَّ ! عُثُمَانَ إِنِّي رَضِيتُ عَنُ عُثُمَانَ فَارُضَ عَنُهُ.

اے عثمان کے رب! میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل دعا مانگتے رہے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿الَّـذِيـنَ يُـنـفِقُونَ أَمُوالَهُمُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتُبِعُونَ مَا أَنُفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى﴾ ❶

---

❶ تفسير القرطبي: سورة البقرة تحت هذه الآية، ج٣ ص ٣٠٦

اس آیت میں یہ بیان کیا کہ اجر وثواب بلاشبہ اس کے لیے ہے جو خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتلاتا ہے اور نہ وہ دکھ دیتا ہے، کیونکہ احسان جتلانا اور اذیت دینا یہ صدقہ کے ثواب کو باطل کر دیتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں بیان کیا ہے۔ بلاشبہ آدمی پر یہ لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب کے حصول کا ارادہ کرے اور کسی شے کی امید نہ رکھے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُوراً﴾ (الدھر: ۹)

ترجمہ: نہ ہم تم سے کسی اجر کے خواہاں ہیں اور نہ شکریہ کے۔

بلاشبہ اس کا عمل قبول کیا جائے گا جب اس کی یہ عطا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو اور اس کا زیادہ سے زیادہ ارادہ اس (اجر وثواب) کی خواہش ہو، جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

قیامت کے روز تین شخص اللہ تعالیٰ کی عنایت سے محروم ہوں گے

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ، قُلْنَا: مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَدْ خَابُوا وَخَسِرُوا؟ فَقَالَ: اَلْمَنَّانُ، وَالْمُسْبِلُ إِزَارَهُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ. ❶

ترجمہ: تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو ان سے مہربانی وعنایت کا کلام کرے گا نہ بنظر رحمت وعنایت ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور ان تینوں کے لیے دردناک عذاب ہے، حضرت ابوذر نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! خیر وبھلائی سے محروم یہ کون شخص ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک تو کسی کو کوئی چیز

---

❶ صحیح مسلم: باب بیان غلظ تحریم إسبال الإزار، رقم الحدیث: ۱۰۶

دے کر احسان جتانے والا۔ دوسرا پائنچے لٹکانے والا، اور تیسرا جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی تجارت کو فروغ دینے والا۔

بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اَلْمَنَّانُ‘‘ کسی کو کوئی چیز دے کر احسان جتلانا، یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو ان سے مہربانی وعنایت کا کلام کرے گا، نہ بنظر رحمت وعنایت ان کی طرف دیکھے گا، اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ اس لیے انسان کوشش کرے جو کام کرے صرف اللہ کے لیے کرے، دوسروں کے ساتھ خفیہ تعاون کرے، اپنے عمل کو مخفی رکھے۔ صحابہ کرام اور اسلافِ امت ریاکاری اور دکھلاوے سے بہت بچتے تھے۔

حضرت صدیق اکبر کا رات کے اندھیرے میں رعایا کی خدمت کرنا

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ’’تاریخ الخلفاء‘‘ میں نقل کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ایک خاتون تھی جو نہایت بوڑھی تھی اور آخری عمر میں اس کی آنکھوں کی بینائی چلی گئی تھی، اس خاتون کے گھر میں کوئی نوجوان بھی نہیں تھا کہ جو گھر کا کام کاج کرے اور اس کے شوہر کا پہلے انتقال ہو چکا تھا، تو گھر میں کوئی خدمت والا نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے دل میں یہ بات آئی آخر اس خاتون کے گھریلو کام کاج اور باہر کے کام کاج کون کرتا ہے، تو میں دن بھر انتظار میں کھڑا رہا کہ دیکھتا ہوں کہ اس کے گھر میں کون داخل ہوتا ہے، تو دن کے وقت کوئی داخل نہ ہوا، جب رات کا وقت ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں ایک آہٹ میں کھڑا تھا، میں نے دیکھا آدھی رات گزرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے، جوتے اتارے ہوئے ہیں اور اس بوڑھی خاتون کے گھر میں داخل ہوئے اور خالی مٹکا لیا

اور پانی بھر کر لایا اور جتنی ضروریات کی چیزیں تھی اس کو مہیا کیں، جب جانے لگے تو حضرت عمر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے، کہا ”خلیفۃ المسلمین“ آپ اس کے کام کاج کرتے ہو، ہمیں بتا دیتے ہم کر لیتے، آپ پر تو دن بھرا اتنا بوجھ ہوتا ہے کہ آپ دن بھر لوگوں کے معاملات طے کرتے ہیں اور رات کو اس خاتون کی خدمت کرتے ہیں، خدمت ہمیں بتلا دیتے یا کسی اور کی ذمہ داری لگا لیتے، آپ دن بھر خلافت کے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: عمر! میرے اس خدمت کا واقعہ کسی کو نہ بتانا، میں چاہتا ہوں کہ یہ کام صرف اللہ کے لیے ہو، اس لیے میں رات کے اندھیرے میں آتا ہوں، تاکہ میرے اس عمل پر کوئی مطلع نہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ نے جوتیاں کیوں اتاریں؟ فرمایا: اس لیے کہ اگر میں جوتیاں پہن کے آتا تو میرے قدموں کی آہٹ سے کوئی شخص مطلع ہو جاتا، میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے سوا میرے اس عمل پر کوئی مطلع نہ ہو۔ ❶

اس واقعہ سے اندازہ کیجئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور کے خلیفہ ہیں، اور کوئی معمولی انسان بھی نہیں ہیں، یہ وہ ہیں جنہیں جنت کی بشارت لسانِ نبوت سے ملی ہے، لیکن اس کے باوجود کیا فرما رہے ہیں اے عمر! میرے اس خدمت کا واقعہ کسی کو نہ بتانا، میں چاہتا ہوں کہ یہ کام صرف اللہ کے لیے ہو۔ صحابہ شہرت اور ریاکاری سے اس قدر دور تھے۔ احسان جتلانا تو دور کی بات ہے۔

حضرت زین العابدین کا خفیہ تعاون کرنا

حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تو ان کے کندھے پر بوریاں اٹھانے کے نشانات تھے، لوگوں نے کہا: یہ تو اہلِ بیت میں سے تھے آخر یہ نشانات کس طرح لگ گئے،

---

❶ تاريخ الخلفاء: ترجمة: أبو بكر الصديق، ج ٢ ص ٦٥

ان کے خادم سے پوچھا گیا انہوں نے بتایا: جب رات کا اندھیرا چھا جاتا تو حضرت زین العابدین رحمہ اللہ اپنے کندھے پہ سامان اٹھاتے ایک ایک غریب کے دروازے پر رکھ کر دستک دے کر چلے جاتے، کسی کو پتہ نہیں کہ یہ تعاون کرنے والا کون ہے، انتقال کے بعد پتہ چلا کہ سو سے زائد گھروں کا خرچہ برداشت کرنے والا حضرت زین العابدین رحمہ اللہ دنیا سے جاچکا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اللہ کے لیے کرتے تھے۔ بہرحال احسان جتلانا یہ ایک ایسا گناہ ہے کہ جس کی وجہ سے انسان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اللہ پاک ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین ❶

۱۷...... دین اور اہل دین کا استہزا کرنے والا

یہ ایسا ایک ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے انسان کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں:

﴿قُلِ اسْتَهْزِئُوا إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَا تَحْذَرُونَ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾ (التوبة: ٦٤ تا ٦٦)

ترجمہ: کہہ دو کہ (اچھا) تم مذاق اڑاتے رہو، اللہ وہ بات ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈرتے تھے۔ اور اگر تم ان سے پوچھو تو یہ یقیناً یوں کہیں گے کہ ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ کہو کہ کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ دل لگی کر رہے تھے؟ بہانے نہ بناؤ، تم ایمان کا اظہار کرنے کے بعد کفر کے مرتکب ہو چکے ہو۔

یہ آیت غزوہ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی، علامہ طبری وغیرہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے جا رہے تھے، آپ کے آگے منافقوں کی ایک جماعت بھی چل رہی تھی، تو انہوں نے کہا: تم دیکھو، یہ شام کے

---

❶ حلية الأولياء: ترجمة: علي بن الحسين، ج٣

محلات فتح کرتا ہے اور بنی الاصفر کے قلعے لیتا ہے! تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر مطلع کر دیا جو ان کے دلوں میں تھا اور جس کے بارے وہ بات کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: اس جماعت کو میرے لیے روک لو، پھر آپ ان کے پاس آئے اور فرمایا: تم نے اس طرح کہا ہے۔ تو انہوں نے قسمیں اٹھا دیں: ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ ❶

منافقین اپنی مجلسوں میں اسلام وپیغمبر اسلام کی بدگوئی کرتے، مؤمنین صادقین پر آوازیں کستے، مہمات دین کا مذاق اڑاتے، یہ ان کا طرزِ عمل تھا، آج کل بھی لوگ اس طرح کے عمل میں مبتلا نظر آتے ہیں۔

سنت کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، پوچھو، تم داڑھی کیوں نہیں رکھتے تو کہا جاتا ہے کہ مجھے اچھی نہیں لگتی۔ یہ کلمات کہنے والا اگر سنت کے استہزاء یا حقارت کے طور پر کہے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، لیکن اگر ویسے ہی کہہ دے سنت کی توہین مقصود نہ ہو تو کافر نہیں ہو گا البتہ گناہ گار ضرور ہو گا اور اس طرح کے کلمات سے احتراز کرنا چاہیے۔

ایک مسلمان کو اس بات کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے کہ وہ مسنون اعمال کا اہتمام کرے، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ جب بھی کرے تو نہایت ادب واحترام کے ساتھ کرے۔ کبھی آپ کی گستاخی اور استہزاء نہ کرے، ورنہ آخرت میں سزا تو یقینی ہی ہے اللہ رب العزت دنیا میں بھی عبرتناک سزا دیتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے والے پانچ افراد کا خطرناک انجام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے والے پانچ افراد تھے، اوّل ولید بن مغیرہ، جو اِن سب کا سردار تھا، دوسرا عاص بن وائل، تیسرا ابو زمعہ، چوتھا اسود بن عبد یغوث، پانچواں

---

❶ تفسير الطبري: سورة التوبة تحت هذه الآية، ج ١٤ ص ٣٣٤، ٣٣٥

حارث بن عیطلہ تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کو استہزاء کی سزا دی اور یہ لوگ بری موت مرے، ایک دن یہ لوگ کعبہ شریف کا طواف کررہے تھے (زمانہ جاہلیت میں بھی کعبہ شریف کا طواف کیا جاتا تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس موقعہ پر وہاں موجود تھے، حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی تشریف لے آئے، جب ولید بن مغیرہ کا گزرا ہوا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے محمد! آپ اس شخص کو کیسا پاتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ یہ برا بندہ ہے، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اس کی طرف سے آپ کی حفاظت کردی گئی، اور یہ فرماتے ہوئے ولید کی پنڈلی کی طرف اشارہ فرمایا، اس کے بعد ولید وہاں سے چلا گیا، یمانی چادریں پہنے ہوئے تھا تہبند کو گھسیٹتا ہوا جارہا تھا، راستہ میں بنی خزاعہ کا ایک شخص کھڑا ہوا تھا جس کے تیروں کے پَر بکھرے ہوئے تھے، ان تیروں کا دھاری دار حصہ ولید کے پاؤں میں چبھ گیا، اس نے تکبر کی وجہ سے جھکنا گوارا نہیں کیا تاکہ اُسے اپنے پاؤں سے نکال دے بالآخر وہ دھاری دار حصہ آگے بڑھتا رہا جس نے اس کی پنڈلی کو زخمی کردیا، جس سے وہ مرض بڑھ گیا اور لاعلاج ہوگیا۔ اور اسی مرض میں مرگیا۔ پھر عاص بن وائل وہاں سے گزرا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا اے محمد! یہ کیسا شخص ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ برا بندہ ہے، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے قدموں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ آپ کی اس سے حفاظت ہوگئی، اس کے بعد عاص بن وائل اپنے دولڑکوں کے ساتھ تفریح کرنے نکلا، ایک گھاٹی پر پہنچا تو اس کا پاؤں ایک خاردار درخت پر پڑ گیا، اس کا ایک کانٹا اس کے پاؤں کے تلوے میں گھس گیا جس سے اس کا پاؤں پھول کر اونٹ کی گردن کے برابر ہوگیا اور وہی اس کی موت کا سبب بن گیا۔ تھوڑی دیر میں ابوزمعہ گزرا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا اے محمد! یہ کیسا شخص ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ برا شخص ہے، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ آپ اس سے محفوظ ہوگئے، چنانچہ

وہ اندھا ہو گیا اور برابر دیوار میں سر مارتا رہا اور یہ کہتے ہوئے مر گیا: ’’قَتَلَنِي رَبُّ مُحَمَّدٍ‘‘ (مجھے رب محمد نے قتل کر دیا) پھر اسود بن عبد یغوث گزرا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے محمد! آپ اسے کیسا شخص پاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ برا بندہ ہے، حالانکہ میرے ماموں کا لڑکا ہے، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس کی طرف سے آپ کی حفاظت کر دی گئی، یہ کہہ کر اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا، اس کو استسقاء کا مرض لگ گیا۔ اس کے بعد حارث بن قیس کا گزرا ہوا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے محمد! آپ اسے کیسا پاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ برا بندہ ہے، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اس سے آپ کی حفاظت کر دی گئی، اس کے بعد اس کی ناک سے مسلسل پیپ بہنے لگی جو اس کی موت کا ذریعہ بن گئی۔ ❶

۱۸......ریاکاری

ریاکاری وہ گناہ ہے جو انسان کے اعمال کو ضائع کر دیتا ہے، قرآنِ کریم میں اللہ رب العزت نے اس کا تذکرہ کیا کہ جو انسانوں ریاکاری کے گناہ میں مبتلا ہوتا ہے تو یہ وہ شخص ہوتا ہے جس کا اللہ پر ایمان نہیں، آخرت پر ایمان نہیں، اگر ایمان ہوتا تو وہ دکھلاوے کے لیے کوئی کام نہ کرتا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِى يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا﴾ (البقرة: ۲۶۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر اس شخص کی طرح ضائع مت کرو، جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے، اور اللہ اور یوم

---

❶ تفسیر الطبري: سورة الحجر آیت نمبر ۹۵ کے تحت، ج ۱۷، ص ۱۵۵

آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، چنانچہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چکنی چٹان پر مٹی جمی ہو، پھر اس پر زور کی بارش پڑے اور اس (مٹی کو بہا کر چٹان) کو (دوبارہ) چکنی بنا چھوڑے۔

چٹان پر اگر مٹی جمی ہو تو یہ امید ہو سکتی ہے کہ اس پر کوئی چیز کاشت کر لی جائے، لیکن اگر بارش مٹی کو بہا لے جائے تو چٹان کے چکنے پتھر کاشت کے قابل نہیں رہتے۔ اسی طرح صدقہ خیرات سے آخرت کے ثواب کی امید ہوتی ہے، لیکن اگر اس کے ساتھ ریاکاری یا احسان جتانے کی خرابی لگ جائے تو وہ صدقے کو بہا لے جاتی ہے اور ثواب کی کوئی امید نہیں رہتی۔

صدقات کو برباد کرنے کی دوسری مثال سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۶۶ میں ہے، جس طرح ایک آگ سے بھرا بگولا ہرے بھرے باغ کو یکایک تباہ کر ڈالتا ہے۔ اسی طرح ریاکاری یا صدقہ دے کر احسان جتلانا یا کسی اور طرح غریب آدمی کو ستانا صدقے کے عظیم ثواب کو برباد کر ڈالتا ہے۔

اگر اللہ پر ایمان ہوتا تو اللہ کے لیے عمل کرتا، اور قیامت کے دن پر ایمان ہوتا کہ ہمیں بدلہ وہاں ملے گا تو یہ لوگوں کے دکھلاوے کے لیے نہ کرتا۔

اللہ رب العزت کے ہاں کون سا عمل قبول ہوتا ہے

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا کہ: اے اللہ کے رسول! مجھے اس شخص کے متعلق بتائیں جو اس لیے لڑتا ہے کہ اس کو ثواب بھی ملے اور اس کی شہرت بھی ہو۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لَا شَيْءَ لَهُ'' اس کو کچھ بھی ثواب نہیں ملے گا، یوں اس شخص نے یہ بات تین دفعہ پوچھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دفعہ ارشاد فرماتے رہے کہ اس کو کچھ بھی نہیں ملے گا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا، وَابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ. ❶

ترجمہ: بیشک اللہ پاک تب تک کسی عمل کو قبول نہیں فرماتے جب تک وہ عمل اس کے لیے خالص طور پر نہ کیا گیا ہو، اور جب تک اس سے اللہ کی رضا مطلوب نہ ہو۔

ریاکاری کبیرہ گناہ ہے، اور حدیث میں اِس گناہ کو شرکِ اصغر کہا گیا ہے۔

ریا شرک اصغر ہے

محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ.

ترجمہ: وہ چیز جس پر مجھے تمام چیزوں سے زیادہ خوف ہے وہ شرک اصغر ہے۔

”**وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ يَا رَسُولَ اللهِ؟**“ صحابہ نے عرض کیا کہ شرک اصغر کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ”**اَلرِّيَاءُ**“ وہ ریاء ہے، قیامت کے دن جب لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، تو اس وقت اللہ پاک اعلان فرمائینگے کہ تم لوگ ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کو دکھلانے کے لیے عمل کرتے تھے، پس دیکھو کہ کیا ان کے پاس اس عمل کا بدلہ ہے؟ ❷

ریاء کاروں سے اللہ پاک بیزار ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک فرماتے ہیں:

أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي، تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ. ❸

---

❶ سنن النسائی: كتاب الجهاد، باب من غزا يلتمس الأجر والذكر، رقم الحديث: ٣١٤٠

❷ مسند أحمد: حديث محمود بن لبيد، ج ٣٩ ص: ٣٩، رقم الحديث: ٢٣٦٣٠

❸ صحيح مسلم: كتاب الزهد، باب من أشرك فى عمله غير الله، رقم الحديث: ٢٩٨٥

ترجمہ: میں شریکوں کے شرک سے بے پرواہ ہوں، جس نے کوئی ایسا عمل کیا اور اس میں کسی دوسرے کو میرے ساتھ شریک کیا تو میں اس کو بھی چھوڑ دیتا ہوں اور اس کے شرک کو بھی چھوڑ دیتا ہوں۔

جس کے لیے عمل کیا ثواب بھی اُسی سے لو

حضرت ابوسعد بن ابی فضالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:

إِذَا جَمَعَ اللّٰهُ النَّاسَ يَوْمَ القِيَامَةِ لِيَوْمٍ لا رَيْبَ فِيهِ، نَادَى مُنَادٍ: مَنْ كَانَ أَشْرَكَ فِي عَمَلٍ عَمِلَهُ لِلّٰهِ أَحَدًا فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ. ①

ترجمہ: جب اللہ پاک قیامت کے دن جس کے واقع ہونے میں کوئی شک نہیں لوگوں کو جمع فرمائیں گے، تو ایک منادی اعلان کرے گا کہ جو جس کے لیے عمل کرتا تھا وہ اپنے اس عمل کا ثواب بھی اسی سے طلب کرے، اس لیے کہ اللہ شریکوں کے شرک سے بیزار ہے۔

ریا کار قراء کا انجام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ جُبِّ الْحَزَنِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ: وَمَا جُبُّ الحَزَنِ؟ قَالَ: وَادٍ فِي جَهَنَّمَ تَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ. قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَنْ يَدْخُلُهُ؟ قَالَ: اَلْقُرَّاءُ وْنَ الْمُرَاءُ وْنَ بِأَعْمَالِهِمْ. ②

---

①سنن الترمذی: أبواب تفسیر القرآن، باب: ومن سورة الكهف، رقم الحديث: ۳۱۵۴

②سنن الترمذی: كتاب الزهد ، باب ماجاء فی الرياء والسمعة، رقم الحديث: ۲۳۸۳

ترجمہ: اللہ سے غم کے کنویں سے پناہ مانگو، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! غم کے کنویں کا کیا مطلب ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جہنم میں ایک ایسی وادی ہے جس سے جہنم بھی روزانہ سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے، ہم نے کہا: اللہ کے رسول اس میں کون لوگ داخل ہوں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں وہ قاری داخل ہونگے جو اپنے اعمال دکھلانے کے لیے کرتے تھے۔

ریاکار قاری، شہید اور سخی کا انجام

حضرت ابوعثمان مدنی کہتے ہیں کہ حضرت عُقبہ بن مسلم نے ان سے بیان کیا کہ حضرت شُفَیٰ اَصْبَحی نے ان سے بیان کیا کہ میں مدینہ منورہ گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی کے اردگرد بہت لوگ جمع ہیں۔ میں نے پوچھا ''مَنْ ھَذَا؟'' یہ صاحب کون ہیں؟ ''فَقَالُوا: أَبُو هُرَيْرَةَ'' لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں ان کے قریب جا کر ان کے سامنے بیٹھ گیا، وہ لوگوں کو حدیثیں سنا رہے تھے۔ جب وہ خاموش ہو گئے اور سب لوگ چلے گئے اور وہ اکیلے رہ گئے، تو میں نے عرض کیا کہ میرے آپ پر جتنے حق بنتے ہیں (کہ میں مسلمان ہوں، مسافر ہوں اور طالب علم ہوں وغیرہ) ان سب کا واسطہ دے کر میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے وہ حدیث سنائیں جو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور خوب اچھی طرح سمجھی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ضرور، میں تمہیں وہ حدیث ضرور سناؤں گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے بیان فرمائی اور میں نے اسے خوب اچھی طرح سمجھا ہے۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسے زور سے سسکی لی کہ بے ہوش ہونے کے قریب ہو گئے۔ ہم کچھ دیر ٹھہرے رہے، پھر انھیں افاقہ ہوا تو فرمایا: میں تمہیں وہ حدیث ضرور سناؤں گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس گھر میں بیان فرمائی تھی، اور اس وقت میرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ پھر

اتنے زور سے سسکی لی کہ بے ہوش ہی ہوگئے۔ پھر انھیں افاقہ ہوا اور انھوں نے اپنا چہرہ پونچھا اور فرمایا: میں تمھیں وہ حدیث ضرور سناؤں گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت مجھ سے بیان فرمائی تھی جب کہ ہم دونوں اس گھر میں تھے اور ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اس کے بعد پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اتنے زور سے سسکی لی کہ بے ہوش ہوگئے اور منہ کے بل زمین پر گرنے لگے، لیکن میں نے انھیں سنبھال لیا اور بہت دیر تک انھیں سہارا دے کر سنبھالے رکھا۔

پھر انہیں افاقہ ہوا تو فرمایا کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی طرف متوجہ ہوں گے اور اس وقت کسی میں اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہوگی، بلکہ ہر جماعت گھٹنوں کے بل سر جھکائے ہوئے ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ پہلے تین آدمیوں کو بلائیں گے:

رَجُلٌ جَمَعَ القُرآنَ، وَرَجُلٌ قُتِلَ فِي سَبِيْلِ اللَّهِ، وَرَجُلٌ كَثِيرُ المَالِ.

ترجمہ: ایک وہ آدمی جس نے سارا قرآن یاد کیا، اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ کے راستے میں شہید کیا گیا، اور تیسرا مال دار آدمی۔

پھر اللہ تعالیٰ قرآن کے قاری کو فرمائیں گے: جو وحی میں نے اپنے رسول پر نازل کی تھی کیا میں نے وہ تجھے نہیں سکھائی تھی؟ وہ کہے گا ''بَلَی يَا رَبِّ'' اے میرے ربّ! سکھائی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تُو نے جو کچھ سیکھا تھا اس پر کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں رات دن اس کی تلاوت کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے ''كَذَبْتَ'' تو جھوٹ کہتا ہے۔ ''وَتَقُولُ لَهُ المَلَائِكَةُ: كَذَبْتَ'' اور فرشتے بھی کہیں گے: تو جھوٹ کہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ: إِنَّ فُلَانًا قَارِئٌ'' تو نے یہ سب کچھ اس لیے کیا تا کہ لوگ تجھے قاری کہیں ''فَقَدْ قِيلَ ذَاكَ'' سو یہ تجھے کہا جا چکا (اور تیرا مقصد حاصل ہو چکا۔)

پھر مال دار کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: کیا میں نے تجھے اس قدر زیادہ وسعت نہیں دی تھی کہ تو کسی کا محتاج نہیں تھا؟ وہ کہے گا: جی ہاں، بہت وسعت دی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جب میں نے تجھے اتنا زیادہ دیا تو تُو نے اس کے مقابلہ میں کیا عمل کیے؟ وہ کہے گا: ''كُنْتُ أَصِلُ الرَّحِمَ وَأَتَصَدَّقُ'' میں صلہ رحمی کرتا تھا اور صدقہ خیرات دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''كَذَبْتَ'' تو جھوٹ کہتا ہے۔ ''وَتَقُولُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ: كَذَبْتَ'' اور فرشتے بھی کہیں گے: تو جھوٹ کہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کہیں گے: ''بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ: فُلَانٌ جَوَادٌ'' تو نے سب کچھ اس لیے کیا تھا تاکہ لوگ کہیں کہ فلاں بہت سخی ہے، ''فَقَدْ قِيلَ ذَاكَ'' اور یہ کہا جا چکا ہے۔ اور پھر اللہ کے راستے میں شہید ہونے والے کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: تمھیں کس وجہ سے قتل کیا گیا؟ وہ کہے گا: اے اللہ! آپ نے اپنے راستہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا تھا، اس وجہ سے میں نے کفار سے جنگ کی یہاں تک کہ مجھے قتل کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: ''كَذَبْتَ'' تو جھوٹ کہتا ہے۔ ''وَتَقُولُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ: كَذَبْتَ'' اور فرشتے بھی کہیں گے: تو جھوٹ کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ: فُلَانٌ جَرِيْءٌ'' تُو نے یہ سب کچھ اس لیے کیا تھا تاکہ یہ کہا جائے کہ فلاں بہت بہادر ہے ''فَقَدْ قِيلَ ذَاكَ'' اور یہ کہا جا چکا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھٹنوں پر ہاتھ مار کر فرمایا:

يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أُولَئِكَ الثَّلَاثَةُ أَوَّلُ خَلْقِ اللَّهِ تُسَعَّرُ بِهِمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ: اے ابو ہریرہ! اللہ کی مخلوق میں یہی تین آدمی ہیں جن کے ذریعہ قیامت کے دن سب سے پہلے آگ کو بھڑکایا جائے گا۔

یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سن کر حضرت شُفَی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے اور انھیں یہ حدیث سنائی۔

حضرت ابوعثمان کہتے ہیں کہ حضرت علاء بن ابی حکیم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے محافظ تھے۔ انھوں نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ ایک آدمی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ حدیث سنائی۔ اسے سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب ان تینوں کے ساتھ یہ کیا جائے گا تو باقی لوگوں کے ساتھ کیا ہوگا؟ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رونا شروع کیا اور اتنا زیادہ روئے کہ ہمیں گمان ہونے لگا کہ شاید وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ اور ہم نے کہا یہ آدمی تو ہمارے پاس بہت خطرناک خبر لے کر آیا ہے۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اِفاقہ ہوا اور انہوں نے اپنا چہرہ صاف کیا اور فرمایا:

صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ. ❶

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔

عبادت اخلاص نیت کے ساتھ ہو

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ﴾ (الزمر: ۲)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) بیشک یہ کتاب ہم نے تم پر برحق نازل کی ہے، اس لیے اللہ کی اس طرح عبادت کرو کہ بندگی خالص اسی کے لیے ہو۔

سب سے زیادہ طاقت ور چیز خفیہ صدقہ کرنا ہے

سنن ترمذی اور مسند احمد کی روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو زمین ڈگمگا رہی تھی چونکہ پانی پر زمین کو رکھا گیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑوں کو گھاڑ دیا تا کہ زمین کا یہ ڈگمگانا ختم ہو جائے، تو فرشتوں نے اللہ رب العزت سے پوچھا: اے اللہ! آپ

---

❶ سنن الترمذی: أبواب الزهد، باب ما جاء فی الرياء والسمعة، رقم الحديث: ۲۳۸۲

نے پہاڑ سے زیادہ بھی کوئی طاقت ور چیز پیدا کی ہے؟ تو اللہ رب العزت نے فرمایا: ہاں! اس سے طاقتور چیز لوہا ہے، (لوہا پہاڑ کو کاٹ دیتا ہے، آج دیکھیں کرینوں کے ذریعے سے، آلات کے ذریعے سے پہاڑوں کو کاٹا جا رہا ہے، معلوم ہوا کہ لوہا پہاڑ سے زیادہ طاقتور ہے) پھر پوچھا گیا، کیا لوہے سے زیادہ طاقتور چیز کوئی ہے؟ فرمایا: ہاں، آگ ہے! (آپ دیکھیں آگ کتنی طاقتور ہے کہ لوہا کتنا سخت ہوتا ہے، لیکن لوہا آگ میں ڈالا جائے تو آگ اس کو پگلا دیتی ہے، تو معلوم ہوا آگ لوہے سے زیادہ طاقت ور چیز ہے،) پھر سوال ہوا کیا آگ سے زیادہ سخت بھی کوئی چیز ہے، تو فرمایا: پانی ہے، (آگ کتنی ہی تیز کیوں نہ ہو پانی ڈال دیا جائے تو وہ آگ بجھ جاتی ہے،) پھر سوال ہوا کیا اس پانی سے زیادہ طاقتور چیز بھی کوئی ہے، تو کہا: ہاں تیز ہوائیں، (اب یہ تیز ہوائیں بادلوں کو ہنکا کے لے جاتی ہیں، جس جگہ اللہ پانی بارسانا چاہے وہاں برسا دیتا ہے،) پوچھا گیا کیا ہوا سے زیادہ طاقتور چیز بھی کوئی ہے، تو فرمایا:

نَعَمْ ابْنُ آدَمَ، تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ بِيَمِينِهِ يُخْفِيهَا مِنْ شِمَالِهِ. ①

ترجمہ: ہاں، ابنِ آدم دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے اور بائیں ہاتھ کو خبر بھی نہ ہو۔

یہ ان تمام چیزوں میں سب سے زیادہ طاقتور چیز ہے، اس لیے جب انسان اللہ کے لیے دے رہا ہے تو وہ اللہ علیم بذات الصدور ہے، وہ سینوں کی بھیدوں کو بھی جانتا ہے، اندھیری رات کو اُسی نے پیدا کیا ہے، اسی لیے اندھیری رات میں جو عمل ہو رہا ہے اس کو معلوم ہے، جو اس کے لیے کیا جا رہا ہے تو کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں، تو بہر حال ایک گناہ جس سے اعمال ضائع ہوتے ہیں وہ ریا کاری ہے۔

---

① سنن الترمذي: أبواب تفسير القرآن، باب ومن سورة المعوذتين، باب، رقم الحديث: ٣٣٦٩/ مسند أحمد: مسند أنس بن مالك، ج ١٩ ص ٢٧٦، رقم الحديث: ١٢٢٥٣

بے ریا عبادت پر دنیوی انعام

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ دمشق میں رہتے تھے، خوبصورتی اور مالداری میں شہرہ آفاق تھے، جامع دمشق میں جس کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعمیر کروایا تھا، اس خیال سے معتکف تھے کہ مسجد مذکور کی تولیت ان کو مل جائے، چنانچہ ایک سال تک آپ عبادت کرتے رہے جس کسی نے آپ کو دیکھا ہر وقت نماز ہی میں مصروف پایا، لیکن آپ اپنے آپ کو دل میں منافق کہتے تھے، ایک سال کے بعد ایک رات مسجد سے باہر نکلے تو آواز سنائی دی اے مالک! تو کیوں نہیں توبہ کرتا؟ آپ نے جواب دیا اس آواز کو سنا تو حیران ہو کر مسجد میں واپس آگئے اور تولیت کے خیال کو دل سے نکال کر عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے اور ایک سال کی ریا کی عبادت پر نہایت شرمندہ تھے، صبح کو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ مسجد کے لیے ایک متولی کی ضرورت ہے اور آپ سے بڑھ کر کوئی شخص ہم کو بہتر نظر نہیں آتا۔ حضرت مالک رحمہ اللہ نے دل ہی دل میں کہا خداوندا ایک سال کی سخت ریاضت کے باوجود مالک کو کسی نے پوچھا تک نہیں، اب کہ میں نے اپنے یقین کو درست کر لیا تو تو نے اتنے آدمیوں کو بھیج دیا کہ یہ کام میرے گلے میں باندھ دیں، خدا کی قسم! اب میں مسجد سے باہر نکلنا نہیں چاہتا یہ کہہ کر ریاضت ومجاہدہ میں مصروف ہو گئے۔ ❶

بنی اسرائیل کے عابد کو حسنِ نیت پر اجر وثواب

بنی اسرائیل کے عابدوں میں سے ایک عابد کا ایک ریت کے ٹیلے پر گذر ہوا، اس نے دل ہی دل میں تمنا کی کہ کاش کہ اس کے پاس اس ٹیلے کے بقدر آٹا ہوتا تو اس قحط سالی کے زمانے میں بنی اسرائیل میں تقسیم کرتا، تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی کی طرف وحی فرمائی:

---

❶ تذکرۃ الاولیاء: ص ۴۸

قُلْ لِفُلَانٍ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى قَدْ أَوْجَبَ لَكَ مِنَ الْأَجْرِ مَا لَوْ كَانَ دَقِيقًا فَتَصَدَّقْتَ بِهِ. ❶

ترجمہ: فلاں سے کہیں کہ بیشک اللہ نے آپ کو اتنے آٹے کے صدقے کے بقدر ثواب عطا فرمایا ہے، (یعنی جب اس نے خوبصورت نیت کی تو اللہ پاک نے اس کی حسن نیت اور مسلمانوں پر شفقت اور رحمت کی وجہ سے اسے یہ ثواب عطا فرمایا۔)

تو بہرحال نیک اعمال کو ضائع کرنے والا ایک گناہ ریا کاری ہے، اس سے انسان اپنے آپ کو بچائے، اور ہمیشہ ہر کام اللہ کی رضا کے لیے کرے۔

۱۹...... نجومی اور کاہن کی بات کی تصدیق کرنا

جو شخص کسی نجومی یا کاہن کے پاس جاتا ہے اور اس سے پوچھتا ہے اور ان کی باتوں کی تصدیق کرتا ہے، اس کے اس فعل سے اس کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً. ❷

ترجمہ: جو آدمی کسی نجومی کے پاس گیا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔

یہ چیز گویا ایسے شخص کے حق میں سخت نقصان دہ اور انتہائی بدبختی کی علامت ہے کہ اس کی نماز جو عبادات میں سے سب سے افضل اور بزرگ ترین عمل ہے، نامقبول ہو جائے، حدیث میں اگرچہ ''أَرْبَعِينَ لَيْلَةً'' کے الفاظ ہیں یعنی صرف رات کا ذکر کیا گیا ہے مگر حقیقت میں رات اور دن دونوں مراد ہیں، کیونکہ اہلِ عرب کے کلام کا یہ بھی اسلوب ہے کہ

---

❶ تنبیہ الغافلین: باب الاحتکار، ج ۱ ص ۱۹۲

❷ صحیح مسلم: کتاب الکهانة، باب تحریم الکهانة وإتیان الكُهّان، رقم الحدیث: ۲۲۳۰

الفاظ میں تو ذکر صرف دن یا صرف رات کا ہوتا ہے۔ مگر مراد رات اور دن دونوں ہوتے ہیں۔

نجومی اور کاہن کی توضیح

کاہن کہتے ہیں جو مستقبل کی خبریں بتانے والا ہو، کل یہ ہوگا، پرسوں یہ ہوگا۔ نجومی کہتے ہیں جو ستاروں کے احوال اور مدار کو دیکھ کر آنے والے وقت کی خبریں دیں۔

جیسے آج کل بعض لوگ اخبارات میں، رسالوں میں بتاتے ہیں، یہ ہفتہ کیسے گزرے گا؟ یہ ہفتہ اس طرح گزرے گا، کوئی ستاروں کو دیکھ کر بتاتے ہیں آپ کا ستارہ گردش کر رہا ہے، اس کا اپنا ستارہ گردش نہیں کر رہا، یہ فٹ پاتھ پر بیٹھا ہے، اپنا ستارہ اس کا حرکت میں نہیں آتا اور دوسروں کے ستاروں کو یہ حرکت دے رہا ہے۔

بعض لوگ ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر بتا رہے ہوتے ہیں۔ یاد رکھیں کل کے دن کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں، جو کہے گا کل یہ ہوگا، پرسوں یہ ہوگا، جھوٹ بول رہا ہے، قرآنِ کریم سورہ لقمان میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں: پانچ چیزوں کا علم ہم نے کسی انسان کو نہیں دیا، نہ کسی نبی کے پاس، نہ کسی ولی کے پاس، نہ کسی صحابی کے پاس، نہ کسی محدث اور محقق کے پاس، صرف اور صرف اللہ کے پاس ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾

ترجمہ: یقیناً قیامت کا علم صرف اللہ کے پاس۔

﴿وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ﴾

ترجمہ: وہ بارش اتارتا ہے۔

بارش کب اُترے گی، کتنی اترے گی، کتنا نفع ہوگا، کتنا نقصان ہوگا، نفع کس کے لیے ہوگا، نقصان کسے ہوگا، یہ صرف اللہ جانتا ہے۔

﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ﴾

ترجمہ: رحم میں جو کچھ ہے وہ جانتا ہے۔

ماں کے پیٹ میں جو ہے لڑکا ہوگا یا لڑکی، نیک بخت ہوگا یا بد بخت، زندگی اس کی کیسے گزرے گی، اس کی عمر کتنی ہوگی، کہاں کہاں کھائے گا اور پیے گا، یہ صرف اللہ جانتا ہے۔

﴿وَمَا تَدۡرِی نَفۡسٌ مَاذَا تَکۡسِبُ غَدًا﴾ (لقمان: ۳۴)

ترجمہ: کوئی نہیں جانتا آئندہ دن وہ کیا کرے گا۔

اللہ فرما رہا ہے کوئی نہیں جانتا، اس میں ''نفس'' نکرہ ہے کہ آئندہ کل کیا ہوگا، اور رسالوں میں لکھا ہوتا ہے، اگلا ہفتہ کیسے گزرے گا، بھائی تو ہفتے کی بات کر رہا ہے خدا کہتا ہے تجھے اگلے دن کا بھی پتہ نہیں، اپنی زندگی کے تو ایک لمحہ کا پتہ نہیں اور دوسروں کو مستقبل کی خبریں دے رہے ہیں، مستقبل کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔

بعض لوگ عاملوں کے پاس جاتے ہیں اور کوئی عامل ان سے کہہ دیتا ہے کہ بھائی! آپ کے گھر والوں نے جادو کیا، آپ کے رشتہ داروں نے جادو کیا، آپ کے عزیز واقارب نے جادو کیا، یہ غیب کا علم ہے، یہ کسی کو پتہ نہیں، اب ایک بات وہ عامل کہہ دیتا ہے، دوسرا وہ اپنے ذہن سے خود بنا لیتا ہے، میرے گھر والا شاید میرا بھائی نہ ہو، میرا چچا نہ ہو، پھوپھی نہ ہو، بھابھی اور بہن نہ ہو، تو آدھی بات اس نے کہی، کچھ باتیں بیوی نے ساتھ جوڑ دیں، کچھ بیٹوں نے بتا دیں، کچھ اپنے خیالات جوڑ دیئے، نتیجہ یہ نکلا کہ اپنے بھائی سے زندگی بھر کے لیے تعلق ختم کر دیئے۔ عامل کو کیا معلوم غیب کا علم صرف اللہ کے پاس ہے:

﴿قُلۡ لَا یَعۡلَمُ مَنۡ فِی السَّمَاوَاتِ وَالۡأَرۡضِ الۡغَیۡبَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ (النمل: ۶۵)

ترجمہ: آپ کہہ دیں کہ زمین اور آسمان کا غیب صرف اللہ جانتا ہے۔

جو کہے مستقبل کا علم میرے پاس ہے، میں مستقبل کی خبریں جانتا ہوں، وہ جھوٹ بول رہا ہے، کائنات میں اللہ کے علاوہ کسی کے پاس اِس کا علم نہیں ہے۔

کاہنوں کی باتیں بے بنیاد ہوتی ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے بارے میں پوچھا (گیا کہ ان کی بتائی ہوئی باتوں پر اعتماد کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟) تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا:

إِنَّهُمْ لَيْسُوا بِشَيْءٍ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَإِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَ بِالشَّيْءِ يَكُونُ حَقًّا، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تِلْكَ الكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ، فَيُقَرْقِرُهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ كَقَرْقَرَةِ الدَّجَاجَةِ، فَيَخْلِطُونَ فِيهِ أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ كِذْبَةٍ. ❶

ترجمہ: وہ کچھ نہیں ہیں، (یعنی وہ جن باتوں کا دعوی کرتے ہیں وہ بے بنیاد ہوتی ہیں، اس لیے ان کی بتائی ہوئی باتوں پر اعتماد بھروسہ مت کرو۔) لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! بعض دفعہ وہ ایسی بات بتاتے ہیں (یا ایسی خبر دیتے ہیں) جو سچ ہوتی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بات حق ہوتی ہے جس کو جن (یعنی شیطان) اچک لیتا ہے اور اپنے دوست (کاہن) کے کان میں اس طرح ڈال دیتا ہے جس طرح مرغ کوئی دوسرے مرغ کو دانہ لینے کے لیے بلاتا ہے، پھر وہ کاہن اس بات میں سو سے زیادہ جھوٹی باتیں ملا دیتے ہیں۔

بہرحال جو شخص کسی نجومی یا کاہن کے پاس جاتا ہو، اور ان کی باتوں کی تصدیق کرتا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً**'' چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ اس کے اس فعل سے اس کے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اللہ تعالی ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

---

❶ صحيح البخاري: كتاب التوحيد، باب قراءة الفاجر والمنافق، رقم الحديث: ۷۵۶۱

۲۰......حسد کرنا

حسد کرنا ایسا گناہ ہے جو انسان کی نیکیوں کو ختم کر دیتا ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ حسد کی تعریف کرتے ہیں:

هُوَ تَمَنِّی زَوَالِ النِّعْمَةِ عَنْ صَاحِبِهَا. ❶

ترجمہ: دوسرے آدمی کی نعمت کے زوال کی خواہش کرنا حسد کہلاتا ہے۔

اللہ تعالی نے کسی کو کوئی نعمت دی ہے تو انسان اس پر جلے کہ یہ نعمت اس کے پاس کیوں ہے، اللہ نے اس کو مکان، گاڑی، حسن و جمال، علم و دولت کیوں دیا ہے، انسان اگر اس سے جلے کہ یہ اس سے ضائع ہو جائے، اس سے ختم ہو جائے، تو یہ حسد ہے، یہ انسان کی نیکیوں کو ضائع کر دیتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ. ❷

ترجمہ: تم حسد سے اپنے آپ کو بچاؤ، یقیناً حسد انسان کی نیکیوں کو یوں کھا لیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے۔

جس طرح آگ میں لکڑی ڈالنے سے لکڑی جل جاتی ہے، آگ اس کو ختم کر دیتی ہے، اسی طرح حسد سے نیکیاں ختم ہو جاتی ہیں، حسد کرنے والا درحقیقت اللہ پر اعتراض کر رہا ہوتا ہے کہ: یا اللہ! تو نے اس کو دولت کیوں دی، تو نے اس کو پیسہ، عہدہ، جائیداد سے کیوں نوازا، یہ گویا اللہ کی تقسیم پر راضی نہیں ہوتا۔

حسد دین کو ختم کر دیتا ہے

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

❶ شرح صحیح مسلم: کتاب صلاة المسافرین، باب فضل من یقول بالقرآن، ج٦ ص٩٧

❷ سنن أبی داود: کتاب الأدب، باب فی الحسد، رقم الحدیث: ۴۹۰۳

فرمایا کہ تمہاری طرف بھی پہلی قوموں کا مرض چپکے سے چل پڑا ہے:

اَلْحَسَدُ وَالبَغْضَاءُ هِیَ الحَالِقَةُ لَا أَقُولُ تَحْلِقُ الشَّعَرَ وَلٰکِنْ تَحْلِقُ الدِّینَ. ❶

ترجمہ: وہ حسد ہے اور بغض ہے ایسی خصلت ہے جو مونڈ دینے والی ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتی ہے بلکہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔

حسد کس چیز میں جائز ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰی هَلَکَتِهٖ فِی الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْحِکْمَةَ فَهُوَ یَقْضِیْ بِهَا وَیُعَلِّمُهَا. ❷

ترجمہ: دو آدمیوں کے بارے میں حسد کرنا ٹھیک ہے، ایک تو وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا اور پھر اُسے راہِ حق میں خرچ کرنے کی توفیق عنایت فرمائی۔ دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے علم دیا، چنانچہ وہ اس علم کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔

حسد اور غبطہ میں فرق

غبطہ کہتے ہیں، دوسرے کے پاس نعمت دیکھ کر تمنا کرنا کہ اس کے پاس بھی یہ نعمت رہے اور مجھے بھی اللہ تعالی اپنے خزانے سے عطا فرمادے۔ مثلاً انسان اللہ سے یہ دعا کرے کہ اے اللہ! تو نے فلاں کو یہ نعمت دی، تیرے خزانے میں کوئی کمی نہیں، تو مجھے بھی عطا فرما، تو نے فلاں کو دولت، مال پیسہ، جائیداد، حسن وجمال، علم، نیک صالح اولاد دی، اے اللہ! تو

---

❶ سنن الترمذی: أبواب صفة القيامة، باب ما جاء في صفة أواني الحوض، باب، رقم الحديث: ۲۵۱۰

❷ صحیح البخاری: کتاب العلم. باب الاغتباط فی العلم والحکمة، رقم الحدیث: ۷۳

مجھے بھی عطا کر، یہ غبطہ کہلاتا ہے۔ غبطہ شرعاً جائز ہے، کیونکہ غبطہ میں کسی کی نعمت کا ازالہ (دور کرنا) مقصود نہیں ہوتا، بلکہ اس جیسی نعمت کا اپنے آپ کے لیے حاصل ہونے کی تمنا ہوتی ہے اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

حسد کا دینی اور دنیاوی نقصان

حاسد کو جاننا چاہیے کہ اس کا حسد اسی کو نقصان پہنچا رہا ہے، جس پر حسد کر رہا ہے اس کا کچھ بھی نہیں بگڑتا، بلکہ اس کا تو اور نفع ہے کہ حاسد کی نیکیاں مفت میں اس کے ہاتھ آ رہی ہیں، برخلاف حاسد کے کہ اس کے دین کا بھی نقصان ہے اور دنیا کا بھی۔

دین کا نقصان تو یہ ہے کہ اس کے کیے ہوئے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، نیکیاں چلی جاتی ہیں اور حق تعالیٰ شانہ کے غصے کا نشانہ بنا ہوا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وسیع خزانہ کی بے شمار نعمتوں میں بخل کرتا ہے اور چاہتا ہی نہیں کہ دوسرے پر انعام ہو۔

دنیاوی نقصان یہ ہے کہ حاسد ہمیشہ رنج وغم میں مبتلا اور اسی فکر میں گھلتا رہتا ہے کہ کسی طرح فلاں شخص کو ذلت و افلاس نصیب ہو، پس جس پر حسد ہے اس کے لیے بھی خوشی کا مقام ہے کہ مجھے بہت رنج پہنچانا چاہتے تھے اور خود ہر وقت کے رنج میں گرفتار ہو گئے۔

انسان خود سوچے کہ حسد کرنے سے محسود کو کیا نقصان ہوا؟ ظاہر ہے کہ اس کی نعمت میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی، بلکہ اور نفع ہوا کہ تمہاری نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں درج ہو گئیں، کیسا الٹا قصہ ہوا، حاسد چاہتا تو یہ تھا کہ محسود دنیا میں تنگ دست ہو جائے اور نتیجہ یہ نکلا کہ اس کی نعمتیں بحال رہیں اور یہ خود ذہنی تکلیف میں مبتلا رہا۔ اور حاسد نے عذاب آخرت بھی سر رکھا اور اپنی قناعت و آرام کی زندگی کو رخصت کر کے ہر وقت کی خلش اور دنیوی کوفت خریدی، تو ایسی صورت ہو گئی کہ دشمن کے ڈھیلا مارنا چاہتا تھا اور وہ اپنے آپ ہی کو لگا، جس سے اپنا نقصان ہوا، دشمن یعنی شیطان کو بھی ہنسنے کا موقع مل گیا خصوصاً اگر کسی

عالم یا متقی پر حسد کیا جائے کہ اس کا علم وتقویٰ زائل ہونے کی تمنا ہو تو یہ حسد سب سے زیادہ برا اور بدتر ہے۔

حسد کا عملی علاج

عملی علاج حسد کا یہ ہے کہ مقصود تو یہ ہے کہ تم محسود کی عیب جوئی کرو اور رنج وغم کے گھونٹ رات دن پیو، لہٰذا تم نفس پر جبر کرو اور قصداً اس کے منشا کی مخالفت کر کے اس کی ضد پر عمل کرو، یعنی محسود کی تعریفیں بیان کرو، جو اسے مرحمت ہوئی ہے، جب چند روز بہ تکلف ایسا کرو گے تو محسود کے ساتھ تم کو محبت پیدا ہو جائے گی اور جب عداوت جاتی رہے گی تو حسد بھی نہ رہے گا اور اس رنج وغم سے تم کو نجات مل جائے گی، جس میں حسد کی وجہ سے تم مبتلا ہو رہے تھے۔

حسد کے سبب اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ کے پاس ایک آدمی کو بڑا تقرب حاصل تھا، اس پر ایک دوسرے آدمی نے حسد کرنا شروع کر دیا اور ایک دن بادشاہ سے جا کر شکایت کی کہ یہ شخص جو آپ کا مقرب ہے اس کا گمان ہے کہ بادشاہ گندہ دہنی (منہ کی بدبو) کے مرض میں مبتلا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ اس کو قریب بلائیں تو وہ اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لے گا، تاکہ آپ کی بدبو نہ سونگھ سکے۔ بادشاہ نے کہا: اچھا ہم دیکھیں گے، یہ آدمی بادشاہ کے پاس سے نکل کر اُس آدمی کے پاس گیا اور اپنے گھر کھانے پر بلایا اور کھانا کھلایا اور کھانے میں لہسن زیادہ ڈالا تاکہ کھانے کی وجہ سے منہ میں بدبو پیدا ہو جائے، یہ آدمی اس کی سازش سے بے خبر تھا، وہاں سے نکلا اور اپنے ڈیوٹی پر بادشاہ کے پاس گیا۔ تو بادشاہ نے کہا: قریب آؤ، یہ شخص یہ خیال کر کے کہ کہیں لہسن کی بدبو سے بادشاہ کو تکلیف نہ ہو اپنے منہ پر ہاتھ رکھا، بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ اس کی شکایت جو اس آدمی نے کی ہے وہ صحیح ہے۔ بادشاہ

نے اپنے ایک گورنر کو اپنے ہاتھ سے خط لکھا کہ یہ خط لے کر آنے والے کو قتل کر دو اور خط کو سر بمہر کر کے اس کو دیا اور کہا کہ گورنر کے پاس یہ خط لے جاؤ۔ جب یہ آدمی خط لے کر نکلا تو وہ آدمی باہر نکلا جس نے سازش کی تھی اور پوچھا کہ یہ کیا خط ہے، تو اس نے کہا کہ بادشاہ نے غالباً میرے لیے انعام کا پروانہ لکھا ہے، اس نے کہا کہ یہ تم مجھے دے دو۔ اس نے اس پر رحم کر کے یہ دے دیا، جب وہ اس کو لے کر گورنر کے پاس گیا تو بادشاہ کے خط کے مطابق گورنر نے اس کو قتل کر دیا۔ بعد میں بادشاہ کو بھی اصل واقعہ کی پوری خبر ہوگئی۔ دیکھیں حسد کا کتنا برا انجام ہوا، انسان گناہ کر کے کسی اور کو نہیں بلکہ اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ حسد سے جہاں اخروی نقصان ہوتا ہے وہیں دنیوی نقصان بھی ہوتا ہے، چنانچہ حسد کے سبب اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا اور آخرت کی جواب دہی الگ ہے۔ ❶

دنیا میں سب سے پہلا گناہ حسد ہوا

دنیا میں جو سب سے پہلا گناہ ہوا وہ حسد تھا، ابلیس نے جو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا وہ حسد کی وجہ سے کہ حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے، میں آگ سے پیدا ہوا، آگ میں علو ہے اور مٹی کے اندر پستی ہے، بلا میں کیوں اس کو سجدہ کروں، تو اس نے انکار کر دیا، حضرت آدم علیہ السلام کے اس اعزاز سے اس کو حسد ہوا، حسد کی وجہ سے قیامت تک کے لیے راندہ درگاہ ہوگیا، تو اس سے معلوم ہوا یہ کتنا بڑا گناہ ہے۔ اسی طرح قابیل نے ہابیل پر حسد کیا، اور قیامت تک کے لیے ہر قتل کا گناہ اپنے ذمہ لے لیا۔ ایک برے کام کی بنیاد رکھی۔ اس لیے انسان اپنے آپ کو حسد سے بچائے۔ اللہ تعالی ہم سب کی اس سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔

---

❶ إحياء علوم الدين، كتاب ذم الغضب والحقد والحسد، ج۳ ص ۱۸۹

۲۱...... بدعت ایجاد کرنا

وہ گناہ جو نیک اعمال کو ضائع کرتے ہیں ان میں ایک گناہ بدعت ایجاد کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لاَ يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلاَ عَدْلًا. ①

ترجمہ: جس نے مدینہ میں کوئی نئی بات پیدا کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالی قیامت کے دن نہ اس کی فرض عبادت اور نہ اس کی نفل عبادت قبول کرے گا۔

بدعت کی حقیقت

کبیرہ گناہوں میں ایک گناہ بدعت ہے۔ بدعت اُس قول وفعل اور طریقے کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو، اور اس کو دین سمجھ کر کیا جائے۔

لوگوں نے سینکڑوں بدعتیں پیدا ہونے سے مرنے تک نکالی ہیں، جو ہر زمانے اور ہر ملک میں مختلف ہیں، جن کا احاطہ کرنا نہایت مشکل ہے اور یہی بدعت کی بڑی شناخت ہے۔ کیونکہ سنت ہر جگہ اور ہر زمانے میں یکساں ہے، یہ زمانے یا علاقے یا اَفراد کی وجہ سے بدلتی نہیں ہے۔ سنت ہر جگہ ایک ہوتی ہے اور بدعت کی نوعیت وکیفیت ہر جگہ الگ ہوتی ہے۔ لوگوں میں بکثرت بدعتیں رائج ہیں، جن کو اکثر لوگ جائز سمجھتے ہیں یا گناہ بھی سمجھتے ہیں تو ہلکا سمجھ کر پرواہ نہیں کرتے، نہ خود رکتے ہیں اور نہ دوسروں کو منع کرتے ہیں۔

آج ہمارے ماحول میں بہت سی بدعات رائج ہیں، مثلاً تیجہ کرنا، گیارہویں کرنا، چالیسواں کرنا، اور سال کے بعد سالانہ کرنا یہ بدعت ہیں۔

---

① صحيح البخاري: كتاب الحج، باب حرم المدينة، رقم الحديث: ۱۸۷۰

لوگ اس کو دین سمجھتے ہیں کہ تیجہ، گیارہویں یا چالیسواں میں زیادہ ثواب ہے، حالانکہ یہ سب بدعات ہیں۔

ایصالِ ثواب کے لیے دن متعین کرنا

ایصال ثواب کے لیے دن کا متعین کرنا درست نہیں ہے، جس دن انسان چاہے مردے کو ایصال ثواب کر سکتا ہے، دن کو متعین کرنا بدعت کہلاتا ہے، اللہ نے مال دیا ہے دوسرے دن اللہ کے نام پر خرچ کرو، انتالیسویں دن کرو، اکتالیسویں دن کرو، جب شریعت نے اس کو عام رکھا ہے تو ہم اپنی مرضی سے اس کو متعین نہیں کر سکتے، دین نام ہے اللہ اور رسول کی اتباع کا، اپنی مرضی پر چلنا دین نہیں ہے کہ جو میں چاہوں میں کروں وہ دین ہے، دین وہ ہے جو خدا نے اور اس کے رسول نے فرمایا ہے، جب اللہ کے رسول نے عام رکھا اب اگر ہم اس کو خاص کریں گے تو یہ بدعت کہلائے گا۔

بہر حال ماقبل والی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو انسان مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کرے اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت، تمام انسانوں کی لعنت اور اس کا کوئی عمل فرض و نفل اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوگا، تو جیسے مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کرے یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جگہ دس سال گزارے، آپ نے دین کو نافذ کیا اور حضور قیامت تک وہاں آرام کر رہے ہیں، اب کوئی اس علاقے میں کوئی بدعت ایجاد کرتا ہے تو یہ ایک بڑا گناہ ہے۔ اسی طرح مدینہ کے علاوہ اگر کوئی کسی دوسرے شہر میں بدعت کا ارتکاب کرے تب بھی بڑا گنا ہے، اور اس کی یہ بدعت شریعت میں مردود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ. ❶

---

❶ صحیح البخاری: کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود، رقم

ترجمہ: جو ہمارے دین کے معاملے میں کوئی نئی بات ایجاد کرے وہ مردود ہے۔

ہر بدعت گمراہی ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهُدٰى هَدْىُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. ①

ترجمہ: بے شک سب سے بہتر بات اللہ کی کتاب ہے، سب سے بہترین راستہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا راستہ ہے، اور سب سے بدترین چیز وہ ہے جس کو (دین میں) نیا نکالا گیا ہو، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

بدعتی شخص کی تعظیم نہ کی جائے

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی کسی بدعتی کی توقیر و عزت کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں اس سنت کی عزت واحترام کا کوئی خیال نہیں ہے، اس طرح وہ سنت کی تحقیر کا باعث ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ سنت کی تحقیر اسلام کی عمارت کو اجاڑنا ہے۔ اس کے برخلاف اگر کوئی آدمی بدعتی کی تحقیر و تذلیل کرے تو یہ اس بات کا اظہار ہوگا کہ اُسے سنت سے محبت ہے، جو دین اسلام کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کا سبب ہے، جس پر اسے بے شمار حسنات کا مستحق قرار دیا جائے گا۔

بدعتی کی نظر میں حضور کی حیثیت

دین کے اندر کوئی نیا راستہ قبول نہیں، بدعت کرنے والا معاذ اللہ! آپ صلی اللہ علیہ

---

① صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، رقم الحدیث: ۸۶۷

وسلم کو خائن سمجھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ! خیانت کی، آپ نے وہ حکم نہیں پہنچایا اور یہ لوگوں کو بتا تا ہے یہ کام کرو، تو گویا کہ بدعت کا ارتکاب کرنے والا پسِ پردہ آپ کو دین کی تبلیغ میں خیانت کرنے والے سمجھتا ہے۔

بدعتی کو عموماً توبہ کی توفیق نہیں ہوتی

بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی، کیونکہ وہ اپنی بدعت کو نیکی سمجھتا ہے، بدعت کو دین سمجھتا ہے، جب انسان گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھے، تو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی، دیگر گناہ کرنے والوں کو توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے، انہیں معلوم ہوتا ہے یہ ہم گناہ کر رہے ہیں، لیکن بدعتی اپنے اس عمل کو دین سمجھ رہا ہوتا ہے، اس لیے توبہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کی اس گناہ سے حفاظت فرمائے۔ آمین

٢٢......والدین کی نافرمانی کرنا

وہ گناہ جس سے نیک اعمال ضائع ہوتے ہیں اُن میں ایک والدین کی نافرمانی کرنا ہے۔ تین گناہ ایسے ہیں کہ جس کے کرنے سے اللہ تعالی اس انسان کے نہ فرائض قبول کرتا ہے اور نہ نوافل قبول کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلاثَةٌ لا يَقْبَلُ اللّٰهُ لَهُمْ صَرْفًا وَلا عَدْلًا: عَاقٌّ، وَمَنَّانٌ، وَمُكَذِّبٌ بِالْقَدَرِ. ❶

ترجمہ: تین گناہ ایسے ہیں کہ جس کے کرنے سے اللہ تعالی اس انسان کی نہ فرض عبادت قبول کرتا ہے نہ نفل عبادت قبول کرتا ہے۔ (١) والدین کا نافرمان، (٢) احسان کر کے جتلانے والا، (٣) تقدیر کو جھٹلانے والا۔

جو شخص والدین کی نافرمانی کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ اس کی فرض

---

❶ السنة لابن أبي عاصم: باب ما ذكر عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فى المكذبين بقدر اللّٰه، ج ١ ص ١٤٢، رقم الحديث: ٣٢٣

عبادت اللہ کے ہاں قبول ہے، اور نہ ہی نفل قبول ہے۔ والدین دنیا میں بہت بڑا سرمایہ ہے، انسان ان کی قدر کرے اور کبھی ان سے بددعاء نہ لے، دنیا میں ہر نعمت انسان کو مل جاتی ہے، ماں باپ کی نعمت انسان کو نہیں ملتی، اور ان کی قدر تب آتی ہے جب یہ دنیا سے چلے جاتے ہیں، بڑے بدبخت اور نادان ہیں جو والدین کی نافرمانیاں کر کے ان سے بددعائیں لیتے ہیں۔

والدین کی حق تلفی کی سزا آخرت سے پہلے دنیا میں بھی ملتی ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ الذُّنُوبِ تُؤَخَّرُ إِلَى مَا شَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا عُقُوقَ الْوَالِدَيْنِ، فَإِنَّهُ يُعَجِّلُهُ لِصَاحِبِهِ فِي الْحَيَاةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ. ❶

ترجمہ: سب گناہوں کی سزا تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں قیامت تک مؤخر کر دیتے ہیں، بجز والدین کی حق تلفی اور نافرمانی کے کہ اس کی سزا آخرت سے پہلے دنیا میں بھی دی جاتی ہے۔

والدین کی نافرمانی جہنم میں لے جاتی ہے

ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا حَقُّ الْوَالِدَيْنِ عَلَى وَلَدِهِمَا؟ قَالَ: هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ. ❷

ترجمہ: اولاد پر ماں باپ کا کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دونوں ہی

---

❶ شعب الإيمان: بر الوالدين، فصل فى عقوق الوالدين، ج ۱۰ ص ۲۸۸، رقم الحديث: ۷۵۰۵

❷ سنن ابن ماجة: كتاب الأدب، باب بر الوالدين، رقم الحديث: ۳۶۶۲

تیری جنت یا دوزخ ہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ ان کی اطاعت وخدمت جنت میں لے جاتی ہے اور ان کی بے ادبی اور ناراضگی دوزخ میں۔)

والدین کی بدُ دعاء تیر بہدف ہے

اردو کی ایک کتاب ہے ”نا قابل فراموش سچے واقعات“ انہوں نے ایک واقعہ لکھا کہ ایک بیٹے نے اپنی ماں کی بڑی نافرمانی کی، بہت اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں، جانے لگا تو ماں نے اسے کہہ دیا اگلا دن دیکھنا تجھے نصیب نہ ہو، وہ گھر سے نکلا ایکسیڈنٹ ہوا وہی انتقال ہو گیا اور اگلا دن دیکھنے کی اسے توفیق ہی نہیں ہوئی۔ ❶

ایک والدین کے نافرمان میجر کا عبرتناک انجام

ایک فوج کا میجر تھا، والدین کا نافرمان تھا، آئے دن اپنی والدہ کے ساتھ جھگڑنا اس کا معمول تھا۔ ایک دفعہ اپنی والدہ سے ملنے کے لیے آیا پھر بھی جھگڑنے لگا، الجھنے لگا، جب جانے لگا ماں کے پاس سے تو ماں اس سے بہت زیادہ بدظن ہو گئی تھی، ماں کبھی بددعا نہیں دیتی، لیکن بسا اوقات اولاد اتنی پریشان کر دیتی ہے کہ پھر ماں کے دل سے بھی بددعا نکل جاتی ہے، اس نے لاتوں کے ساتھ والدہ کو مارا پیٹا، تو ماں نے بددعا دی، تیرے پاؤں خدا سلامت نہ رکھے، تجھے پاؤں سے محروم کر دے، یہ اپنی گھر والی کے ساتھ واپس جا رہا تھا، بچے ساتھ تھے، ریل کے سفر کے لیے جیسے اسٹیشن پر پہنچا تو تاخیر ہو گئی تھی، ریل گاڑی آہستہ آہستہ چل گئی تھی، جلدی سے اپنی بیوی کو سوار کیا، سامان جلدی جلدی ریل میں رکھا، جب یہ چڑھنے لگا پاؤ پھسل گیا ریل کے نیچے آ گیا اور دونوں پاؤں کٹ گئے۔ جس پاؤں سے اس نے اپنی والدہ کو اذیت دی تھی اللہ نے اس پاؤں سے اس کو محروم کر دیا۔ ❷

---

❶ نا قابل فراموش سچے واقعات: ص ۵۹۷

❷ انمول واقعات: ص ۳۱۲، ۳۱۳

والدین اللہ کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ہے، انسان ہمیشہ ان سے دعائیں لے کبھی ان کی نافرمانی نہ کرے، کوئی سخت جملہ کہہ دیں برداشت کریں۔

ماں باپ کے احسانات

غور کریں! جب میں بچپن میں تھا، بول نہیں سکتا تھا، لیکن اس وقت بھی انہوں نے میری ضروریات کو پورا کیا، میں دنیا میں آیا روتا تھا، میری وجہ سے ماں کی نیند خراب ہو جاتی تھی، آج کتنے بچے ہیں جو ساری ساری رات روتے ہیں، لیکن ماں ان کی خاطر دن بھر کام بھی کرتی ہے، ساری رات ان کے لیے جاگتی بھی ہے، خود گیلے میں سوتی ہے بچے کو سوکھے میں رکھتی ہے، گرمی کے موسم میں وہ ایک تندور کے کنارے بیٹھ کر اور چولہے کے قریب بیٹھ کر ان کے لیے پکاتی ہے، تو ماں باپ کی اولاد کے لیے بڑی قربانیاں ہیں، ایسے لوگ بھی ہیں جو چار چار بلاک کندھے پر رکھ کر تیسری اور چوتھی منزل پہ چڑھتے ہیں، گرمی کے اندر وہ روڈ کی کھدائی کرتے نظر آتے ہیں، کیوں؟ اپنی اولاد کو خوش رکھنے کے لیے، لیکن یہی اولاد والدین کو بڑھاپے میں اپنے لیے بوجھ سمجھتی ہے، پھر یہ ماں باپ کو سمجھانے لگتے ہیں کہ تمہیں نہیں پتہ، یہ ماں باپ تو اس وقت بھی سمجھتے تھے جب تو بول نہیں سکتا تھا، اس وقت یہ تیرے مزاج کو سمجھتے تھے، آج تو کہتا ہے یہ نہیں سمجھتے، تو والدین ایک بہت بڑی اللہ کی طرف سے نعمت ہے اور انسان کو قدر تب آتی ہے جب یہ دنیا سے چلے جاتے ہیں۔

والدین کے ادب کی رعایت خصوصاً بڑھاپے میں

والدین کی خدمت واطاعت والدین ہونے کی حیثیت سے کسی زمانے اور کسی عمر کے ساتھ مقید نہیں، ہر حال اور ہر عمر میں والدین کے ساتھ اچھا سلوک واجب ہے، لیکن واجبات وفرائض کی ادائیگی میں جو حالات عادتاً رکاوٹ بن کر آتے ہیں، ان حالات میں قرآنِ حکیم کا عام اسلوب یہ ہے کہ احکام پر عمل کو آسان کرنے کے لیے مختلف پہلوؤں سے

ذہنوں کی تربیت بھی کرتا ہے اور ایسے حالات میں تعمیل احکام کی پابندی کی مزید تاکید بھی کرتا ہے۔

والدین کے بڑھاپے کا زمانہ جبکہ وہ اولاد کی خدمت کے محتاج ہو جائیں، ان کی زندگی اولاد کے رحم وکرم پر رہ جائے، اس وقت اگر اولاد کی طرف سے ذرا سی بے رخی بھی محسوس ہو تو وہ ان کے دل کا زخم بن جاتی ہے، دوسری طرف بڑھاپے کے عوارض طبعی طور پر انسان کو چڑچڑا بنا دیتے ہیں، تیسرے بڑھاپے کے آخری دور میں جب عقل وفہم بھی جواب دینے لگتی ہے تو ان کی خواہشات ومطالبات کچھ ایسے بھی ہو جاتے ہیں جن کا پورا کرنا اولاد کے لیے مشکل ہوتا ہے، قرآنِ حکیم نے ان حالات میں والدین کی دل جوئی اور راحت رسانی کے احکام دینے کے ساتھ انسان کو اس کا زمانہ طفولیت یاد دلایا کہ کسی وقت تم اپنے والدین کے اس سے زیادہ محتاج تھے، جس قدر آج وہ تمہارے محتاج ہیں، تو جس طرح انہوں نے اپنی راحت وخواہشات کو اس وقت تم پر قربان کیا اور تمہاری بے عقلی کی باتوں کو پیار کے ساتھ برداشت کیا، اب جبکہ ان پر محتاجی کا یہ وقت آیا تو عقل وشرافت کا تقاضا ہے کہ ان کے اس سابق احسان کا بدلہ اداء کرو، آیت میں ہے ﴿كَمَا رَبَّيٰنِىْ صَغِيْرًا﴾ سے اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اور آیات مذکورہ میں والدین کے بڑھاپے کی حالت کو پہنچنے کے وقت چند تاکیدی احکام دیئے گئے ہیں:

پہلا حکم: اول یہ کہ ان کو ''اف'' بھی نہ کہے، لفظ ''اف'' سے مراد ہر ایسا کلمہ ہے جس سے اپنی ناگواری کا اظہار ہو، یہاں تک کہ ان کی بات سن اس طرح لمبا سانس لینا جس سے ان پر ناگواری کا اظہار ہو، وہ بھی اسی کلمہ ''اف'' میں داخل ہے۔

دوسرا حکم: ﴿وَلَا تَنْهَرْهُمَا﴾ لفظ ''تَنْهَرْ'' کے معنی جھڑکنے ڈانٹنے کے ہیں اس کا سببِ ایذاء ہونا ظاہر ہے۔

تیسرا حکم: ﴿وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾ پہلے دو حکم منفی پہلو سے متعلق تھے، جن میں والدین کی ادنی سے ادنی بار خاطر کو روکا گیا ہے، اس تیسرے حکم میں مثبت انداز سے والدین کے ساتھ گفتگو کا ادب سکھلایا گیا ہے کہ ان سے محبت وشفقت کے نرم لہجہ میں بات کی جائے۔

چوتھا حکم: ﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾ جس کا حاصل یہ ہے کہ ان کے سامنے اپنے آپ کو عاجز وذلیل آدمی کی صورت میں پیش کرے، جیسے غلام آقا کے سامنے عاجزی کرتا ہے۔ جناح کے معنی بازو کے ہیں، لفظی معنی یہ ہیں کہ والدین کے لیے اپنے بازو وعاجزی اور ذلت کے ساتھ جھکائے، آخر میں ''مِنَ الرَّحْمَةِ'' کے لفظ سے ایک تو اس پر متنبہ کیا کہ والدین کے ساتھ یہ معاملہ محض دکھاوے کا نہ ہو، بلکہ قلبی رحمت وعزت کی بنیاد پر ہو۔

پانچواں حکم: ﴿وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا﴾ جس کا حاصل یہ ہے کہ والدین کی پوری راحت رسانی تو انسان کے بس کی بات نہیں اپنی مقدور بھر راحت رسانی کی فکر کے ساتھ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے بھی دعا کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کی سب مشکلات کو آسان اور تکلیفوں کو دور فرمائے۔ ①

والدین کی اولاد کے ساتھ بڑی محبت ہوتی ہے، خاص طور پر ماں کی محبت تو ضرب المثل ہے۔

روس میں زلزلہ کے دوران ماں کا اپنے بچے کے لیے قربانی

آج سے چند عرصہ قبل انڈونیشیا میں زلزلہ آیا، زلزلے کے دوران عمارتیں نیچے گر گئیں، تو ایک ماں اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی، تو چونکہ اچانک زلزلہ آیا تھا تو اوپر جو عمارت

---

① معارف القرآن: ج۵ ص۵۲۸، ۵۲۹

نیچے گری تو وہ ماں بھی اپنے بچے کے ساتھ دب گئی، چھت اور ملبہ اُس پر براہِ راست نہیں گرا، وہ ایک آڑ کے نیچے آ گئیں، سینکڑوں لوگ اس زلزلہ میں انتقال کر گئے، اب جو لوگ اوپر سے ملبہ ہٹا رہے تھے ملبہ ہٹاتے رہے لوگوں کو بچانے کے لیے تو کئی دن گزر گئے، کسی کو معلوم نہیں تھا کہ اس ملبے کے نیچے ایک ماں اور بچہ بھی ہے، ابھی یہ ماں اس ملبے کے نیچے تھی چیختی چلاتی تھی، لیکن آواز تو نہیں پہنچتی تھی، اب یہ ماں اپنے بچے کو دودھ پلاتی تھی، ایک دن دو دن گزرے، لیکن آخر دودھ ختم ہو گیا، بھوک کی حالت ہو غذا نہ ہو تو دودھ بھی نہیں رہتا، جب دودھ ختم ہو گیا اور یہ بچہ نیچے رونے لگا تو یہ ماں دانتوں سے اپنے جسم کو کاٹتی، کبھی انگلی کو، کبھی بازو کو، کبھی دیگر اعضاء کو، تو جو خون نکلتا اپنے بچے کو پلاتی، پھر دوسری جگہ سے کاٹتی پھر اپنے بچے کو پلاتی، دائیں بائیں جسم کو چھلنی کر کے بچے کو خون پلاتی رہی، چند دن گزر گئے، اوپر سے ملبہ ہٹایا گیا تو حیرت انگیز طور پر کیا دیکھا؟ بچہ زندہ سلامت ہے اور ماں کا انتقال ہو چکا ہے اور ماں کے جسم پر دانتوں کے کاٹنے کے نشانات ہیں، وہ سوچنے لگے کسی چیز نے کاٹا ہوگا، جب لیبارٹری میں ٹیسٹ ہوا تو پتہ چلا کہ کسی نے نہیں کاٹا اس ماں نے خود اپنے دانتوں سے اپنے جسم کو کاٹ کر اپنے بیٹے کی زندگی بچانے کے لیے اپنا خون اپنے بیٹے کو پلایا۔ ماں باپ کی اولاد کے ساتھ ایسی محبت ہوتی ہے کہ اگر اُنہیں اپنا خون دینا پڑتا ہے وہ خون بھی دیتے ہیں اولا کی زندگی بچانے کے لیے، اس لیے ماں باپ کی نعمت کا مثل نہیں ہے۔ دنیا میں ہوں تو قدر کریں اور اگر جا چکے ہوں تو ایصال ثواب کریں، کوئی سخت جملہ کہیں تو برداشت کریں، دنیا میں کتنوں کو انسان برداشت کرتا ہے، محض اللہ کی رضا کے لیے برداشت کریں، جہاں اس کا اجر وثواب ملے گا، وہاں مکافاتِ عمل کے طور پر آپ کی اولاد بھی آپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرے گی۔ ①

---

① اولاد کی تربیت کے سنہرے اصول: ص۲۲، ۲۳

والدین پر نظرِ شفقت کا مقبول حج کا ثواب

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُورَةً، قَالُوا: وَإِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَأَطْيَبُ. ❶

ترجمہ: جو لڑکا اپنے والدین کا مطیع وفرمانبردار ہو، جب وہ اپنے والدین کو عزت ومحبت کی نظر سے دیکھتا ہے، تو ہر نظر میں اس کو حج مقبول کا ثواب ملتا ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: ''وَإِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ؟'' کہ اگر یہ شخص دن میں سو مرتبہ نظر رحمت سے دیکھے، تو کیا تب بھی اتنا ہی ثواب ملے گا؟ یعنی کہ سو حج کا ثواب ملے گا؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت بڑی ہے، وہاں کوئی کمی نہیں۔

باپ جنت کا بڑا دروازہ ہے

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ أَوِ احْفَظْهُ. ❷

ترجمہ: باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے، اب تمہیں اختیار ہے کہ اس کی حفاظت کرو یا ضائع کردو۔

اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

❶ شعب الإيمان: بر الولدين، ج ۱۰ ص ۲۶۵، رقم الحديث: ۷۴۷۲

❷ سنن الترمذي: أبواب البر والصلة، باب ما جاء من الفضل في رضا الوالدين، رقم الحديث: ۱۹۰۰

رِضَى الرَّبِّ فِي رِضَى الْوَالِدِ، وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ. ❶

ترجمہ: اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

والدین کی اطاعت کن چیزوں میں ہے

اس پر علماء وفقہاء کا اتفاق ہے کہ والدین کی اطاعت صرف جائز کاموں میں واجب ہے، ناجائز یا گناہ کے کام میں اطاعت واجب تو کیا جائز بھی نہیں، حدیث میں ہے:

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ. ❷

ترجمہ: یعنی خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

میرے والدین کا مجھ پر کیا حق ہے؟

حضرت ابو اُسید ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ قَالَ: نَعَمْ الصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا، وَالِاسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تُوصَلُ إِلَّا بِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا. ❸

ترجمہ: ایک وقت جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، بنو سلمہ کا ایک شخص حاضر ہوا اور دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! میرے والدین کا مجھ پر کچھ

---

❶ سنن الترمذی: أبواب البر والصلة، باب ما جاء من الفضل في رضا الوالدين، رقم الحديث: ۱۸۹۹

❷ مصنف ابن أبی شیبة: کتاب السیر، فی إمام السریة یأمرهم بالمعصیة، ج۶ ص۵۴۵، رقم الحدیث: ۳۳۷۱۷

❸ سنن أبی داود: کتاب الأدب، باب فی بر الوالدین، رقم الحدیث: ۵۱۴۲

ایسا بھی حق ہے جو ان کی وفات کے بعد مجھے ادا کرنا چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! ان کے لیے خیر ورحمت کی دعا کرنا، ان کے لیے اللہ سے مغفرت اور بخشش مانگنا، اور اگر کسی سے ان کا کوئی عہد ومعاہدہ ہو تو اس کو پورا کرنا، ان کے تعلق سے جو رشتے ہوں ان کا لحاظ رکھنا اور ان کا حق ادا کرنا، اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا۔

والدہ کی نافرمانی کے سبب قبر سے گدھے کی آواز کا آنا

عَنْ أَبِی قَزَعَةَ، مَرَرْنَا فِی بَعْضِ الْمِيَاهِ الَّتِی بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْبَصْرَةِ، فَسَمِعْنَا نَهِيقَ حِمَارٍ، فَقُلْنَا لَهُمْ مَا هَذَا النَّهِيقُ؟ قَالُوا هَذَا رَجُلٌ كَانَ عِنْدَنَا، كَانَتْ أُمُّهُ تُكَلِّمُهُ بِشَیْءٍ، فَيَقُولُ لَهَا انْهَقِی نَهِيقَكِ، وَكَانَتْ أُمُّهُ تَقُولُ جَعَلَكَ اللّٰهُ حِمَارًا، فَلَمَّا مَاتَ سُمِعَ هَذَا النَّهِيقُ عِنْدَ قَبْرِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ. ①

ترجمہ: ابوقزاعہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ہم بعض چشموں سے جو ہمارے بصرہ کے راستے میں پڑتے تھے، گزرے تو گدھے کی آواز سنی، ہم نے لوگوں سے پوچھا، یہ گدھے کی آواز کہاں سے آرہی ہے؟ اور کس کی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک شخص ہمارے قریب رہا کرتا تھا، جب اس کی ماں اس سے بات کرتی تو وہ اسے کہہ دیا کرتا تھا کیوں گدھی کی طرح چیختی ہے؟ اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر سے روزانہ گدھے کی سی آواز آتی ہے۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں کسی ضرورت سے کہیں جارہا تھا، اچانک راستے میں ایک گدھا دیکھا جو زمین سے اپنی گردن نکال کر میرے سامنے اپنی آواز نکال کر دوبارہ زمین کے اندر چلا گیا۔ میں اپنے ضروری کام کی جگہ پہنچا، تو انھوں نے کہا: کیا ہوا؟ آپ کے چہرے کا رنگ کیوں بدلا ہوا ہے؟ میں نے ان کو راستے کا واقعہ بتایا تو انہوں نے کہا، کیا آپ کو اس واقعہ کا علم ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا، دراصل یہ اس محلے کا

---

① من عاش بعد الموت: ص ۲۷

لڑکا تھا، اس کی ماں یہاں سے قریب ہی ایک خیمہ میں رہتی ہے۔ زندگی میں جب اس کی ماں اس کو کسی بات کی فرمائش کرتی تو وہ اس کو گالی دیتا اور کہتا تم سوائے گدھی کے کچھ نہیں ہو، یہ کہہ کر اس (ماں) کے منہ پر جا کر تین مرتبہ رینگتا اور پھر زوردار قہقہہ لگاتا، مرنے کے بعد جب سے ہم نے اس کو دفنایا، روزانہ اس (دفن کے) وقت اپنا سر باہر نکال کر اپنے خیمے کی جانب رخ کر کے تین مرتبہ اس طرح رینگتا ہے، اس کے بعد قبر میں چلا جاتا ہے۔ ❶

والدہ کے نافرمان کی عبرت ناک موت

ڈاکٹر نور احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے وارڈ میں ایک نوجوان گردے فیل ہونے کی وجہ سے مرا، تین دن تک حالتِ نزع میں رہا، اتنی بری موت مرا کہ آج تک ایسی موت میں نے پچھلے چالیس سال کے عرصے میں نہیں دیکھی۔

اس کا منہ نیلا ہو جاتا تھا، آنکھیں نکل آتی تھیں اور منہ سے دردناک آوازیں نکلتی تھیں جیسے کوئی اس کا گلا دبا رہا ہو۔

مرنے سے ایک دن قبل یہ کیفیت زیادہ ہوگئی، آواز زیادہ تیز ہوگئی اور وارڈ سے دوسرے مریض بھاگنا شروع ہوگئے، چناں چہ اس کو وارڈ سے دور ایک کمرے میں منتقل کر دیا گیا تا کہ آواز کم ہو جائے، مگر پھر بھی یہ حالت جاری رہی۔

اس کا والد مجھ سے یہ کہنے کے لیے آیا کہ اس کو زہر کا ٹیکہ لگا دیں تا کہ مر جائے، ہم سے ایسی حالت نہیں دیکھی جاتی۔ میں نے اس کے والد سے پوچھا کہ اس نے کیا خاص غلطی کی ہے؟ اس کا والد فوراً بول اُٹھا:

یہ شخص اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے ماں کو مارا کرتا تھا اور میں اس کو بہت روکا کرتا تھا، یہ بری موت اُسی کا نتیجہ ہے۔ ❷

---

❶ من عاش بعد الموت: ص ۲۸

❷ انمول واقعات: ص ۳۳۶

جا، تو اور تیرا مال سب باپ کا ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ میرے باپ نے میرا مال لے لیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے والد کو بلا کر لاؤ، اسی وقت جبرائیل امین تشریف لائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: جب اس کا باپ آ جائے تو آپ اس سے پوچھیں کہ وہ کلمات کیا ہیں جو اس نے دل میں کہے ہیں، خود اس کے کانوں نے بھی اس کو نہیں سنا، جب یہ شخص اپنے والد کو لے کر پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے والد سے کہا کہ کیا بات ہے؟ آپ کا بیٹا آپ کی شکایت کرتا ہے، کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس کا مال چھین لیں؟ والد نے عرض کیا کہ آپ اسی سے یہ سوال فرمائیں کہ میں اس کی پھوپھی، خالہ یا اپنے نفس کے سوا کہاں خرچ کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''إِيهِ'' (جس کا مطلب یہ تھا کہ جب حقیقت معلوم ہوگئی اب اور کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں) اس کے بعد اس کے والد سے دریافت کیا کہ وہ کلمات کیا ہیں جن کو ابھی تک خود تمہارے کانوں نے بھی نہیں سنا، اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمیں ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ آپ پر ہمارا ایمان اور یقین بڑھا دیتے ہیں (جو بات کسی نے نہیں سنی اس کی آپ کو اطلاع ہوگئی جو ایک معجزہ ہے) پھر اس نے عرض کیا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ میں نے چند اشعار دل میں کہے تھے جن کو میرے کانوں نے بھی نہیں سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہمیں سناؤ، اس وقت اس نے یہ اشعار ذیل سنائے:

غَذَوْتُکَ مَوْلُودًا وَمِنْتُکَ یَافِعًا　　تُعَلُّ بِمَا أَجْنِی عَلَیْکَ وَتَنْهَلُ

ترجمہ: میں نے تجھے بچپن میں غذا دی اور جوان ہونے کے بعد تمہاری ذمہ داری اٹھائی، تمہارا سب کھانا پینا میری ہی کمائی سے تھا۔

إِذَا لَيْلَةٌ ضَافَتْكَ بِالسُّقْمِ لَمْ أَبِتْ   لِسُقْمِكَ إِلَّا سَاهِرًا أَتَمَلْمَلُ

ترجمہ: جب کسی رات میں تمہیں کوئی بیماری پیش آ گئی تو میں نے تمام رات تمہاری بیماری کے سبب بیداری اور بیقراری میں گذاری۔

تَخَافُ الرَّدَى نَفْسِي عَلَيْكَ وَإِنَّهَا   لَتَعْلَمُ أَنَّ الْمَوْتَ وَقْتٌ مُؤَجَّلُ

ترجمہ: میرا دل تمہاری ہلاکت سے ڈرتا رہا حالانکہ میں جانتا تھا کہ موت کا ایک دن مقرر ہے پہلے پیچھے نہیں ہوسکتی۔

كَأَنِّي أَنَا الْمَطْرُوقُ دُونَكَ بِالَّذِي   طُرِقْتَ بِهِ دُونِي فَعَيْنَايَ تَهْمَلُ

ترجمہ: گویا کہ تمہاری بیماری مجھے ہی لگی ہے تمہیں نہیں، جس کی وجہ سے میں تمام شب روتا رہا۔

فَلَمَّا بَلَغْتَ السِّنَّ وَالْغَايَةَ الَّتِي   إِلَيْهَا مَدَى مَا فِيكَ كُنْتُ أُؤَمِّلُ

ترجمہ: پھر جب تم اس عمر اور اس حد تک پہنچ گئے جس کی میں تمنا کیا کرتا تھا۔

جَعَلْتَ جَزَائِي غِلْظَةً وَفَظَاظَةً   كَأَنَّكَ أَنْتَ الْمُنْعِمُ الْمُتَفَضِّلُ

ترجمہ: تو تم نے میرا بدلہ سختی اور سخت کلامی بنا دیا گویا کہ تم ہی مجھ پر احسان وانعام کر رہے ہو۔

فَلَيْتَكَ إِذْ لَمْ تَرْعَ حَقَّ أُبُوَّتِي   كَمَا يَفْعَلُ الْجَارُ الْمُجَاوِرُ تَفْعَلُ

ترجمہ: کاش اگر تم سے میرے باپ ہونے کا حق ادا نہیں ہوسکتا تو کم از کم ایسا ہی کر لیتے جیسا ایک شریف پڑوسی کیا کرتا ہے۔

قَالَ: فَعِنْدَ ذٰلِكَ أَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَلَابِيبِ ابْنِهِ، وَقَالَ: أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ. ①

---

① معارف القرآن: ج۵ ص۵۳۰، ۵۳۱/ المعجم الأوسط: باب الميم، رقم الحديث: ٦٥٧٠/ تفسير القرطبي: سورة الإسراء: ج١٠ ص٢٤٦

ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشعار سننے کے بعد بیٹے کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا: ''أَنتَ وَمَالُکَ لِأَبِیکَ''یعنی جا، تو بھی اور تیرا مال بھی سب باپ کا ہے۔

والد کی خدمت کے عوض دنیا میں نوّے خچر سونے کے لدے ہوئے ملے

امام طاؤس رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی کے چار بیٹے تھے، باپ بیمار ہو گیا، ایک بیٹے نے اپنے بھائیوں سے کہا: تم دو باتوں میں سے کوئی ایک بات پسند کرلو، یا تو تم والد کی مکمل تیمارداری کرو اور اس کی میراث میں سے کچھ نہ لو، یا میں اس کی تیمارداری کرتا ہوں اور مجھے اس کی میراث میں سے کچھ نہ دیا جائے، بھائیوں نے کہا:

مَرِّضْهُ وَلَیْسَ لَکَ مِنْ مِیْرَاثِهٖ شَیْءٌ.

ترجمہ: آپ ہی اس کی دیکھ بھال کریں، میراث میں آپ کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

اس نے والد کی تیمارداری کرنی شروع کی، یہاں تک کہ والد کا انتقال ہو گیا اور میراث میں سے بھی اسے کچھ نہ ملا۔ ایک رات خواب میں کسی نے اس سے کہا: فلاں جگہ جاؤ، وہاں سو دینار رکھے ہیں، وہ اٹھا لو، اس نے پوچھا: کیا وہ برکت والے ہیں؟ اس نے کہا: نہیں، صبح ہوئی تو اس نے بیوی سے اس کا ذکر کیا، بیوی نے کہا: ہم بھوک سے مر رہے ہیں اور تجھے برکت کی پڑی ہے، وہ لے آ، اس کی برکت یہی ہے تو اس سے کھائے، پیئے اور زندگی گزارے، مگر وہ نہ مانا، جب اگلی رات ہوئی تو کسی نے خواب میں کہا: فلاں جگہ جاؤ اور دس دینار اُٹھا لو، اس نے پوچھا: کیا ان میں برکت ہے؟ جواب ملا، نہیں، صبح اس نے پھر بیوی سے اس کا تذکرہ کیا، بیوی نے وہی پہلا جواب دیا، تاہم شوہر نے اس روز بھی وہ دینار نہ اٹھائے، تیسری رات پھر اس کو خواب آیا، کسی نے کہا: فلاں جگہ سے ایک دینار اٹھا لو، اس نے پوچھا: اس میں برکت ہے؟ اس نے کہا: ہاں، صبح ہوئی تو آدمی وہاں گیا اور دینار اٹھا لایا، بعد ازیں وہ بازار گیا وہاں ایک آدمی کے پاس دو مچھلیاں تھیں، اس نے اس سے

پوچھا: یہ کتنے کی ہیں؟ آدمی نے کہا: ایک دینار کی، وہ ایک دینار سے دو مچھلیاں خرید کر گھر لے آیا، جب اس نے اس کا پیٹ چاک کیا تو اس میں سے دو ایسے خوبصورت قیمتی موتی برآمد ہوئے کہ کسی نے اس سے پہلے اس جیسے نہ دیکھے ہوں گے۔ اس وقت کے بادشاہ کو ویسے ہی ایک موتی کی تلاش تھی، اس نے تمام جوہریوں سے اس بابت معلومات کی مگر کسی کے پاس ویسا موتی نہ تھا، اس لڑکے کے پاس وہ موتی مل گیا، لڑکے نے وہ موتی بادشاہ کو سونے سے لدے ہوئے تیس خچروں کے عوض فروخت کر دیا۔ بادشاہ نے جب موتی دیکھا تو اپنے خدام سے کہا: یہ موتی جڑواں ہوتا ہے، تنہا نہیں ہوتا، اس کا جڑواں موتی تلاش کرو، اگرچہ انہیں اس کی دگنی قیمت دینی پڑ جائے، بہرصورت وہ خرید کر میرے پاس لے آؤ، شاہی خدام اس کے پاس آئے اور کہا: کیا آپ کے پاس اس جیسا دوسرا موتی ہے، ہم اس کی دُگنی قیمت دینے کو تیار ہیں، اس نے کہا: ہاں، مگر تم اس کی دگنی قیمت دے دو گے؟ انھوں نے کہا: ہاں، تو بیٹے نے وہ موتی دگنی قیمت کے عوض انھیں فروخت کر دیا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے والد کی خدمت کا دنیا میں بھی بہتر صلہ عطا فرمایا، اور وقت کا سب سے مال دار انسان بن گیا۔ ①

تو بہرحال والدین کی نافرمانی کرنا، ایک کبیرہ گناہ ہے جس سے انسان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور ان کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

① حلیة الأولیاء: ترجمة: طاوس بن کیسان، ج٤ ص٧/ حیاة الحیوان الکبریٰ: الطاوس، الحکم، ج٢ ص ١٢٤، ١٢٥

۲۳......تقدیر کو جھٹلانا

اس کا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جو نفع نقصان لکھ دیا ہے، وہ اس پر ایمان رکھے، کائنات کی ہر ہر چیز کا ریکارڈ جو لوحِ محفوظ میں موجود ہے اُس پر ایمان لائے، ابتدائے آفرینش سے قیامت تک جو ہوگا سب اللہ کے علم میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَـلَاثَةٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ لَهُمْ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا: عَاقٌّ، مَنَّان، وَمُكَذِّبٌ بِالْقَدَرِ. ❶

ترجمہ: تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ رب العزت اُن کی کوئی عبادت قبول نہیں کرتا نہ فرض نہ نفل، والدین کا نافرمان، احسان کر کے جتلانے والا، تقدیر کو جھٹلانے والا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَاقٌّ وَلَا مَنَّانٌ وَلَا مُكَذِّبٌ بِالْقَدَرِ. ❷

ترجمہ: جنت میں داخل نہیں ہوگا والدین کا نافرمان، احسان جتلانے والا اور تقدیر کو جھٹلانے والا۔

میں منکرِ تقدیر سے بیزار ہوں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ فَأَنَا مِنْهُ بَرِيْءٌ. ❸

---

❶ السنة لابن أبي عاصم: باب ما ذكر عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فى المكذبين بقدر اللّٰه، ج ۱ ص ۱۴۲، رقم الحديث: ۳۲۳

❷ مسند أبى داود الطيالسى: أحاديث أبى أمامة الباهلي، ج ۲ ص ۴۵۲، رقم الحديث: ۱۲۲۷

❸ مسند أبى يعلى: مسند أبي هريرة: رقم الحديث: ۶۴۰۴

ترجمہ: جو اچھی بری تقدیر کو نہیں مانتا میں اس سے بیزار ہوں۔

تقدیر کا منکر قرآن کا منکر ہے

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ كَذَّبَ بِالْقَدَرِ فَقَدْ كَفَرَ بِالْقُرآنِ. ❶

ترجمہ: جس نے تقدیر کا انکار کیا اس نے قرآن کا انکار کیا۔

ایمانیات میں تقدیر شامل ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ایمان کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنُ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ. ❷

ترجمہ: یہ کہ تو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، اور آخرت کے دن پر اور ہر طرح کی اچھی اور بری تقدیر پر۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں پر اِیمان بتایا ہے اُن میں تقدیرِ اِلٰہی بھی ہے، ہر مسلمان کا اِیمان ہے کہ جو وجود میں آ رہا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، تقدیر پر ایمان کے اجمالی کلمات یہ ہیں:

آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِه وَكُتُبِه وَرُسُلِه وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِه وَشَرِّه مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى.

---

❶ القضاء والقدر للبيهقي: ص ٢٢٢، رقم الحديث: ٢٧٨

❷ صحيح مسلم: كتاب الإيمان، باب معرفة الإيمان، رقم

ترجمہ: میں ایمان لاتا ہوں اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اُس کی کتابوں پر، آخرت کے دن پر، اور ہر اچھی بری تقدیر پر کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔

تقدیر پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ جو کچھ اللہ نے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے ہر مسلمان کا اس پر ایمان ہے، قیامت تک جو ہوگا وہ اللہ کے علم میں ہے، اللہ رب العزت انسان کو جو سزا دیتا ہے وہ تقدیر کے لکھنے کی وجہ سے نہیں انسان کے اپنے کسب کی وجہ سے دیتا ہے، اب بعض لوگ تقدیر کو بہانا بناتے ہیں کہ میری تقدیر میں لکھا تھا، میں حرام کھاؤں گا، میں گناہ کروں گا، میں چوری کروں گا۔ تقدیر میں اللہ نے لکھا اپنے علم کے مطابق کہ اللہ کے پاس مستقبل کا علم ہے، لیکن اللہ رب العزت انسان کو سزا اس کے کسب یعنی اس کے اپنے افعال کے کرنے کی وجہ سے دے رہے ہیں، اس نے جو گناہ اپنے اختیار سے کیا اس پر سزا ہے، چوری کرنے کے لیے رات کے وقت نکلا، دوسرے کے گھر پہنچا، دیوار پھلانگی، اندر گیا، یہ جو اس نے اپنے اختیار سے کیا اس پر اللہ سزا دے رہا ہے۔ ایک آدمی اپنے اختیار سے زنا کر رہا ہے، شراب پی رہا ہے، اللہ اس کو اس پر سزا دے رہا ہے۔ تو بہر حال سزا خلق پر نہیں بلکہ کسب پر ہے۔ تقدیر کی وجہ سے انسان مجبور نہیں ہے بلکہ وہ جو فعل کر رہا ہے اپنے اختیار سے کر رہا ہے۔

تقدیر میں مسلمان کے لیے تسلی ہے

تقدیر میں مسلمان کے لیے بڑی تسلی ہے اگر اُس پر کوئی غم، پریشانی آتی ہے وہ اپنے آپ کو تسلی دیتا ہے، میری تقدیر میں لکھا تھا اس پر راضی ہو جاتا ہے، بچے کا انتقال ہو جائے، حادثہ ہو جائے، تو وہ کہتا یہ میرے رب کا فیصلہ ہے میں اِس پر راضی ہوں، اور اِسی میں میرے لیے خیر ہوگی، تو تقدیر مؤمن کے لیے ایک تسلی کا ذریعہ ہے اور آخرت میں نیکیوں کے ملنے کا سبب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تقدیر پر ایمان ضروری ہے ورنہ حدیث کی روشنی میں اِس کے فرض و نفل تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

۲۴......جھوٹ بولنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ. ❶

ترجمہ: جو انسان جھوٹ بولنے کو اور جھوٹ پر عمل کرنے کو نہیں چھوڑتا اللہ کو بھی اس کی کوئی حاجت نہیں ہے کہ اگر وہ روزے کی حالت میں اپنے کھانے، پینے کو چھوڑ دے۔

معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص روزے کی حالت میں ہے اور وہ کھاتا نہیں ہے پیتا نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود وہ جھوٹ بول رہا ہے، فرمایا: اللہ تعالیٰ کو اس آدمی کی کوئی حاجت وضرورت نہیں کہ اس نے کھانے پینے کو ترک کر دیا، جبکہ وہ جھوٹ کو ترک نہ کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ ان گناہوں میں سے ہے کہ جو انسان کے نیک اعمال کو ضائع کر دیتا ہے۔

جھوٹ انسان کو جہنم کی طرف لے جاتا ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِى إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِى إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدِّيقًا، وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِى إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِى إِلَى النَّارِ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا. ❷

---

❶ صحيح البخارى: كتاب الصوم ،باب من لم يدع قول الزور والعمل به في الصوم، رقم الحديث: ۱۹۰۳

❷ صحيح مسلم: كتاب البر والصلة، باب قبح الكذب وحسن الصدق، رقم الحديث: ۲۶۰۷

ترجمہ: تمہارے اوپر لازم ہے کہ تم سچ بولو، یقیناً سچ بولنا رہنمائی کرتا ہے نیکی کی طرف اور یہ نیکی انسان کو جنت پہنچا دیتی ہے۔ جو انسان مسلسل سچ بولتا رہتا ہے، وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے،، جھوٹ بولنے سے بچو، یقیناً جھوٹ انسان کو گناہ کی طرف لے جاتا ہے، اور یہ گناہ انسان کو جہنم کی طرف لے جاتا ہے، جو انسان مسلسل جھوٹ بولتا ہے، وہ اللہ کے ہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے، کہ یہ شخص سب سے بڑا جھوٹا انسان ہے۔

معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے جو انسان کو جہنم لے جانے والا ہے، اس لیے انسان اِس سے اپنے آپ کو بچائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿فِی قُلُوبِھِم مَّرَضٌ فَزَادَھُمُ للّٰہُ مَرَضًا وَلَھُمْ عَذَابٌ أَلِیمٌ بِمَا کَانُوا یَکْذِبُونَ﴾ (البقرۃ : ۱۰)

ترجمہ: ان کے دلوں میں بیماری ہے، پھر بڑھادی اللہ نے ان کی بیماری اور ان کے لیے عذاب دردناک ہے، بسبب اس کے کہ جھوٹ کہتے تھے۔

تمام خرابیوں کی جڑ جھوٹ ہے

آیت مذکورہ میں منافقین کے عذابِ الیم کی وجہ ''بِمَا کَانُوا یَکْذِبُونَ'' یعنی ان کے جھوٹ بولنے کو قرار دیا ہے، حالانکہ ان کے کفر ونفاق کا جرم سب سے بڑا تھا اور دوسرے جرائم مسلمانوں سے حسد، ان کے خلاف سازشیں بھی یہ بڑے جرائم تھے، مگر عذاب الیم کا سبب ان کا جھوٹ بولنے کو قرار دیا، اس میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ جھوٹ بولنے کی عادت ان کا اصلی جرم تھا، اسی بری عادت نے ان کو کفر ونفاق تک پہنچا دیا تھا، اس لیے جرم کی حیثیت اگرچہ کفر ونفاق کی بڑھی ہوئی ہے، مگر ان سب خرابیوں کی جڑ اور بنیاد جھوٹ بولنا ہے۔

قرآنِ کریم نے جھوٹ بولنے کو بت پرستی کے ساتھ جوڑ کر بیان کیا، اس سے جھوٹ

کی قباحت کا اندازہ ہوجاتا ہے:

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ (الحج: ۳۰)

ترجمہ: بچو بت پرستی کی نجاست سے، اور بچو جھوٹ بولنے سے۔

جھوٹ کی بدبو سے فرشتے دور ہوجاتے ہیں

فرشتوں کو جھوٹ سے بہت زیادہ نفرت ہے، اور ان کو جھوٹ سے ایسی گھن آتی ہے کہ جوں ہی کسی کے منہ سے جھوٹ نکلا فرشتہ وہاں سے چل دیتا ہے اور ایک میل تک دور چلا جاتا ہے۔ جو انسان مسلسل سچ بولتا رہتا ہے، اُس کے منہ اور جسم سے خوشبو پھوٹتی ہے، جو روحانیت میں مضبوط ہوتے ہیں وہ اس کو محسوس کرتے ہیں، اور فرشتے ایسے شخص کے قریب ہوتے ہیں۔

تو سچائی ایک ایسا وصف ہے جو انسان کو ہر گناہ سے بچا دیتا ہے، اس لیے شریعت سچائی پہ بڑی زور دیتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف کیا تھا؟ صادق اور امین! سچ بولنے والے اور امانتدار بھی۔ آپ کو نبوت نہیں ملی، لیکن پھر بھی کفار کی زبان پر ایک ہی جملہ تھا کہ نبی آخرالزمان صادق اور امین ہیں، کفار بھی آپ کے پاس اپنی امانتیں رکھواتے تھے، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی میں کس قدر صداقت تھی کہ دشمن بھی گواہی دیتے تھے۔

حضراتِ صحابہ کرام میں بھی یہ وصف تھا کہ وہ ہر موقع پر سچ بولتے تھے، اگرچہ جان کا خطرہ کیوں نہ ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق کی جانی دشمنوں کے سامنے بھی سچائی

صحیح بخاری میں روایت ہے، ہجرت کا سفر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں، سراقہ ابن مالک بن جعشم تلاش میں لگا ہے، اس وقت انعام مقرر ہوا تھا جو حضور کو یا ابوبکر کو زندیا مردہ معاذ اللہ! لائیگا، سو اونٹ انعام میں ملیں گے،

تو یہ سراقہ حضور کو شکل سے پہچانتا نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی سفر میں جا رہے ہیں تو یہ اچانک آ گیا، اب یہ پوچھنے لگا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہ بتاؤ یہ آدمی کون ہے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''هَـٰذَا الرَّجُلُ يَهْدِينِي السَّبِيلَ'' یہ ایک شخص ہے جو رہنمائی کرتا ہے میری راستے کی طرف۔ اب وہ سمجھا کہ شاید ان کو مدینے کا راستہ نہیں پتہ اور یہ انہیں راستہ بتا رہا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مراد تھی کہ حضور میری جنت کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔ یعنی اس موقع پر بھی جھوٹ نہیں بولا۔ ❶

شیخ عبدالقادر جیلانی کی سچائی پر ڈاکوؤں کا توبہ تائب ہونا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ جب علم کے سفر کے لیے نکلے ہیں، والدہ نے ایک نصیحت کی تھی، بیٹا! اس سفر میں جھوٹ نہ بولنا، اور دراہم کو سلائی کر کے ان کے بغل کے نیچے رکھ دیے، جب یہ قافلہ جا رہا تھا، ایک جنگل سے گزر ہوا تو اچانک قافلے کو ڈاکوؤں نے دائیں بائیں طرف سے گھیر لیا، اور کہا: جو کچھ ہے نکالو، جتنا مال تھا سب سے لے لیا، جب شیخ سے پوچھا گیا آپ کے پاس بھی ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! میرے پاس بھی ہے، انہوں نے اپنا بازو اوپر کیا سلائی کھولی، اور سارے دراہم دیدیئے، انہوں نے کہا: اگر آپ چھپا دیتے تو ہمیں پتہ نہ چلتا، کہا: نہیں، میری والدہ نے مجھے نصیحت کی تھی کہ بیٹا! سچ بولنا، تو سچائی کا حکم قرآن وسنت نے بھی دیا، اور میری والدہ نے بھی دیا، بھلا! میں کیسے جھوٹ بول سکتا ہوں، یہ ڈاکو بڑا متاثر ہوا، اپنے سردار کے پاس لے کر گیا، بچہ ہے اور زبان پر ایسی سچائی ہے، اس نے بھی پوچھا بیٹا! کیوں سچ بولا؟ جھوٹ بولتے اور اپنے پیسوں کو چھپا لیتے؟ فرمایا: نہیں! والدہ کی نصیحت تھی، بیٹا! علم کے سفر میں جھوٹ نہ بولنا، وہ بڑا متاثر ہوا کہ

---

❶ صحيح البخاری: كتاب المناقب، باب هجرة النبی صلی اللّٰه عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة، رقم الحديث: ۳۹۱۱

یہ شخص علم کے سفر کے لیے نکلا ہے اور عمر بھی اتنی کم ہے، زبان پہ اتنی سچائی کہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا، ہماری زندگی تو نافرمانی میں گزر رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو توبہ تائب ہونے کی توفیق دی، شیخ کے ہاتھ پر انہوں نے توبہ کی، اور اس کے بعد بھی ساری زندگی نیکی اور تقوی میں گزاری۔ دیکھئے! ایک سچائی نے ان سب کی زندگی کو پلٹ دیا۔ ❶

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تیس ہزار دراہم فقراء میں تقسیم کرنا

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا کپڑے کا کاروبار تھا جس شخص کو انہوں نے اپنے ساتھ شریک کیا تھا اسے پابند کیا تھا کہ کپڑا بیچتے وقت اصل قیمت بتانا اور کپڑے میں کوئی عیب ہو تو وہ بھی بتانا۔ ایک دفعہ تھان اندر سے پھٹا ہوا تھا، اس تھان کی قیمت ستر درہم تھی، خرید نے والا مسافر تھا، اس نے اوپر سے دیکھا پسند آیا جلدی میں تھا قیمت پوچھی انہوں نے سو درہم بتائی، اس نے سو درہم میں لیا اور چلا گیا۔ شام کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ آئے، پوچھا بھائی وہ تھان کہاں گیا؟ کہا: حضرت! وہ تو میں نے فروخت کر دیا، کتنے میں بیچا، کہا: جی سو درہم میں بیچا، امام صاحب نے فرمایا: خریدا کتنے کا تھا، کہا: ستر درہم کا، کہا: ستر کی چیز سو میں کیوں بیچی؟ تیس درہم نفع کیوں لیا؟ نفع لینا تھا، دو درہم لے لیتے، چار لیتے، تم نے اتنا زیادہ نفع کیوں لیا؟ نمبر۲: کپڑے میں جو عیب تھا کیا تم نے بتایا ہے؟ فرمایا: حضرت! عیب تو نہیں بتایا، کہا: تم نے دوہرا جرم کیا، عیب بھی نہیں بتایا اور نفع بھی اتنا زیادہ لیا، جاؤ، اس آدمی کو تلاش کرو، اور اس کو بتاؤ اس میں یہ عیب ہے اور اس کو زائد نفع واپس کرو، اگر وہ راضی ہو تو ٹھیک ہے، نہیں تو اس کو اصل قیمت دیدو۔ اب یہ سواری لے کر تلاش کرتے رہے، لیکن وہ تو مسافر تھا کہیں آگے چلا گیا، شام تک تلاش کیا، لیکن وہ آدمی نہیں ملا، شام کو آئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کہا: حضرت! وہ تو نہ ملا، فرمایا: تم نے جو اس سے رقم لی تھی وہ کہاں رکھی ہے

---

❶ نفحات الانس: حالات از شیخ عبدالقادر جیلانی، ص ۶۴۲، ۶۴۳

؟ کہا: دن بھر کی کمائی اس صندوق میں ڈالی ہے، جب صندوق کھولا گیا تو دن بھر کی کمائی تیس ہزار دراہم سے زائد تھی، چونکہ کپڑے کا وسیع کاروبار تھا، تو امام صاحب نے فرمایا: اس میں تیس درہم کا چونکہ شبہ آچکا ہے، لہذا: یہ تیس ہزار دراہم فقراء میں صدقہ کردو، چنانچہ فقراء کو جمع کیا اور ایک دن میں تیس ہزار دراہم تقسیم کردیئے گئے۔ ❶

یہ ہیں سچے اور امانت دار تاجر، جن کے لیے حدیث میں بڑی بشارت ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَالصِّدِّيقِينَ، وَالشُّهَدَاءِ. ❷

ترجمہ: سچ بولنے والا، امانت دار تاجر قیامت کے دن نبیوں کے ساتھ، شہداء کے ساتھ اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔

دیکھئے! آپ نے یہ نہیں فرمایا، جو نوافل کی پابندی کرے گا اس کا حشر قیامت کے دن نبیوں کے ساتھ ہوگا، یہ نہیں فرمایا، جو تہجد کی پابندی کرے یا صدقہ خیرات کرے اُسے نبیوں کی رفاقت ملے گی، نہیں! نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس تاجر کے اندر سچائی ہوگی، امانت داری ہوگی اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن اس کا حشر نبیوں اور شہداء کیساتھ کرے گا۔ اس لیے انسان سچائی پر کاربند رہے، ہر موقع پر سچ بولے اور جھوٹ سے بچے، اس لیے کہ جھوٹ وہ گناہ ہے جو نیک اعمال کو ضائع کردیتا ہے۔

---

❶ الخیرات الحسان: ص ۵۹

❷ سنن الترمذی: أبواب البیوع، باب ماجاء فی التجار، رقم الحدیث: ۱۲۰۹

۲۵...... بلاضرورت کتا پالنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَمْسَکَ کَلْبًا فَإِنَّهُ يَنْقُصُ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عَمَلِهِ قِيرَاطٌ إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ مَاشِيَةٍ. ①

ترجمہ: جو شخص کتا پالے، اس کے نامہ اعمال میں سے ہر دن ایک ایک قراط کم ہوگا سوائے اس کتے کے جو کھیتی کی حفاظت کے لیے ہو یا مویشیوں کی حفاظت کے لیے ہو۔

تشریح: ''قیراط'' اصل میں ایک وزن کا نام ہے جو آدھے دانگ، یا بقول بعض دینار کے ۱/۲ یا دینار کے دسویں حصے کے برابر ہوتا ہے یعنی ہر دن اس کے نامہ اعمال میں سے ایک ایک قیراط اعمال کم ہوتے جاتے ہیں، گویا بلاضرورت کتا پالنا نیک اعمال کو ضائع کرنے والا گناہ ہے۔

کتا پالنا شرعاً کیسا ہے؟

جاہلیت میں کتے سے نفرت نہیں کی جاتی تھی، کیونکہ عرب کے لوگ اپنے مخصوص تمدن کی بنا پر کتے سے بہت مانوس تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے دِل میں اس کی نفرت پیدا کرنے کے لیے حکم فرما دیا کہ جہاں کتا نظر آئے اُسے مار دیا جائے، لیکن یہ حکم وقتی تھا، بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کی بنا پر اجازت دی، اس حدیث میں دو مقاصد کا استثناء ہے:

☆ ...... پہلی چیز وہ ہے انسان اگر اپنے مویشیوں کی حفاظت کے لیے کتے کو پالتا ہے یعنی کسی کے پاس بکریوں کا ریوڑ ہے، گائیں، اونٹوں کا ریوڑ ہے تو کتے کو اگر اس لیے پالے، تا کہ ان کی حفاظت ہو۔

---

① صحیح البخاری: کتاب المزارعة، باب اقتناء الکلب للحرث، رقم الحدیث: ۲۳۲۲

☆ ...... یا کسی کی کھیتی باڑی ہے، اور کھیتی باڑی کی حفاظت کے لیے پالے تو بھی درست ہے، ان دونوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استثناء فرمایا۔

اگر مکان غیر محفوظ ہو تو اس کی حفاظت کے لیے رکھنا بھی اسی حکم میں ہوگا۔ اسی طرح بعض روایات میں شکار کے لیے بھی کتا رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔

کتے کا لعاب اور اُس کے جوٹھے برتن کا حکم

کتے کا لعاب اپنے اندر ایک خاص زہر رکھتا ہے، اس لیے اس کے جھوٹے برتن کو سات دفعہ دھونے اور ایک دفعہ مانجھنے کا حکم دیا گیا ہے، حالانکہ نجس برتن تو تین دفعہ دھونے سے شرعاً پاک ہو جاتا ہے۔

اور سائنسی تحقیقات کے مطابق کتے کے جراثیم بے حد مہلک ہوتے ہیں، اور اس کا زہر اگر آدمی کے بدن میں سرایت کر جائے تو اس سے جاں بر ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسلام نے نہ صرف کتے کو حرام کر دیا تاکہ اس کے جراثیم انسان کے بدن میں منتقل نہ ہوں، بلکہ اس کی مصاحبت و رفاقت پر بھی پابندی عائد کر دی، جس طرح کہ طبیب کسی مجذوم اور طاعونی مریض کے ساتھ رفاقت کی ممانعت کر دیتے ہیں۔ پس یہ اسلام کا انسانیت پر بہت ہی بڑا احسان ہے کہ اس نے کتے کی پرورِش پر پابندی لگا کر انسانیت کو اس کے مہلک اثرات سے محفوظ کر دیا۔

بہر حال شریعت نے جن مقاصد کے لیے کتوں کو پالنے کی اجازت دی ہے، ان کے علاوہ محض تفریح طبع اور شوق کی خاطر اگر کوئی شخص کتا پالے گا تو اس نے جو نیک اعمال کیے ہیں، اس میں سے روزانہ اس مقدار میں کمی آتی رہے گی کہ اگر اس مقدار کو جسم تصور کیا جائے تو وہ احد پہاڑ کے برابر ہو، یا یہ کہ قیراط سے مراد اس شخص کی نیکیوں کے حصول میں کمی و نقصان ہے۔

آج کل معاشرے میں بہت سے لوگ شوقیہ طور پر کتے پالتے ہیں، اور شوق کے طور پر اپنے ساتھ گاڑیوں میں گھوماتے ہیں، اور اس پر فخر کرتے ہیں، گھروں میں ان کے لیے خصوصی جگہیں بناتے ہیں اس سے گریز کیا جائے۔ اس لیے کہ جس گھر میں کتے ہوتے ہیں وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

رحمت کے فرشتے کس گھر میں نہیں آتے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا تَصَاوِيرُ. ❶

ترجمہ: اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا ہو یا تصاویر ہوں۔

کتے کی وجہ سے جبرائیل علیہ السلام کا نہ آنا

ایک بار حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص وقت پر آنے کا وعدہ کیا تھا، مگر وہ مقرّرہ وقت پر نہیں آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے پریشانی ہوئی کہ جبرائیل امین تو وعدہ خلافی نہیں کر سکتے، ان کے نہ آنے کی کیا وجہ ہوئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آپ کی چارپائی کے نیچے کتے کا ایک بچہ بیٹھا تھا، اس کو اُٹھوایا گیا، اس جگہ کو صاف کر کے وہاں چھڑکاؤ کیا گیا، اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرّرہ وقت پر نہ آنے کی شکایت کی، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی چارپائی کے نیچے کتا بیٹھا تھا:

لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ. ❷

---

❶ صحیح البخاری: کتاب اللباس، باب التصاویر، رقم الحدیث: ۵۹۴۹

❷ صحیح مسلم: کتاب اللباس، باب لاتدخل الملائکة بیتا فیه کلب ولا صورة، رقم الحدیث: ۲۱۰۵

ترجمہ: ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

آج جو گھروں میں عموماً بے برکتی کی نحوست ہے اس کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے، تصویر تو دور کی بات ہے آج تو گھروں میں پندرہ پندرہ، بیس بیس، انچ کا ٹیلویژن اور اسکرین موجود ہیں، انٹرنیٹ، کیبل، فحاشی، عریانی ان سکرینوں پر موجود ہوتی ہے، اس کی وجہ سے گھروں میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، جب رحمت کے فرشتے نہیں آئیں گے تو شیاطین آئیں گے، جنات آئیں گے، اسی وجہ سے بے برکتی بھی نظر آ رہی ہے اور گھروں کے اندر عموماً جھگڑا و فساد بھی نظر آ رہا ہے۔ جو انسان جتنا نیک صالح ہوتا ہے اُسے نیک چیزوں سے محبت ہوتی ہے، جب انسان گناہ زیادہ کرتا ہے، پھر گناہ کی نحوست کی وجہ سے ناپاک چیزوں سے اسے محبت ہو جاتی ہے، وہ ناپاک رہنے لگتا ہے، شریعت سے دور ہونے لگتا ہے گناہوں میں پڑتا ہے، ناپاک چیزوں سے محبت کرتا ہے، دیکھیں غیر مسلم ناپاک ہیں:

﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ﴾ (التوبة: ٢٨)

ترجمہ: یقیناً مشرکین نجس (ناپاک) ہیں۔

عموماً غیر مسلم کتے زیادہ پالتے ہیں، ان کا ایک نظریہ بنا ہے کہ انسان وفادار نہیں ہے، کتا وفادار ہے، تو وہ شادیاں نہیں کرتے معاذ اللہ! زندگی گناہ میں گزار دیتے ہیں اور اگر کوئی بچہ پیدا بھی ہو تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے، آج جسے ہم ترقی یافتہ ملک کہتے ہیں اُسی امریکہ کے (51) ریاستوں کے اندر (2007) سے لے کر (2014) تک جو قتل ہوئے ہیں حاملہ عورتوں کے (16331) قتل ہوئے، اور اس وقت امریکہ، برطانیہ، فرانس میں حاملہ عورتوں کا قتل ہو رہا ہے کہ جب کوئی عورت حاملہ ہو جاتی ہے یا اُسے قتل کر دیا جاتا ہے یا اس سے پیدا ہونے والے بچے کو، آج ہم لوگ انہیں ترقی یافتہ ممالک سمجھتے ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں یہ لوگ حقوق کا بڑا دعویٰ کرنے والے ہیں، حقیقت میں یہی لوگ مظلوموں پر ظلم کرنے

والے ہیں، اسلام نے تو عورت کو بڑا حق دیا۔ تو میں عرض کر رہا تھا شریعت نے کتا پالنے کی اجازت دی ہے مجبوری کی حالت میں، انسان اسے شوقیہ طور پر نہ پالے، بسا اوقات یہ شوق انسان کو فرائض سے بھی محرم کر دیتا ہے۔

ایک سرمایہ دار کا کتے کے لیے فرض حج کو چھوڑ دینا

اردو کی کتاب ہے ''ناقابل فراموش سچے واقعات'' اس میں انہوں نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بڑا تاجر تھا، زمیندار بھی تھا، اسے کتے پالنے کا بڑا شوق تھا، صاحب حیثیت تھا، حج فرض تھا، اس نے حج نہیں کیا، لوگوں نے اسے کافی کہا: بھائی! تو حج کر دے، تیرے اوپر حج فرض ہے، آخر کار لوگوں کے بار بار کہنے کی وجہ سے اس نے ارادہ کیا، اور اپنے پیسے جمع کروائے، اس کا ٹکٹ کراچی سے تھا، ایک دن وہ گاڑی میں جا رہا تھا تو اس نے دیکھا ایک شخص اپنے کتے کو صبح کے وقت گھما رہا ہے، اس نے دیکھا اور کہا: گاڑی روکو، گاڑی روکی گئی، اس سے کہا کہ یہ کتا مجھے فروخت کرو گے، اس نے مہنگی قیمت بتائی، اس نے کہا: ٹھیک ہے۔ اس نے اس قیمت پر اس سے وہ کتا خرید لیا، خریدنے کے بعد اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھایا اور پھر یہ اپنے نوکروں سے کہنے لگا کہ کتے کی خدمت کرنا زیادہ ضروری ہے، مالک سے پوچھا یہ کھاتا پیتا ہے؟ کس وقت اسے گھمانا پھرانا ہے، کس وقت اسے کیا غذا ڈالنی ہے؟ وہ تمام چیزیں اس نے منگوائی، دو دن بعد اس کا ٹکٹ تھا حج پر جانے کا، لیکن اس نے کہا کہ حج دوبارہ کر دوں گا، چنانچہ حج پر نہیں گیا اور اسی کتے میں لگا رہا اور آئندہ سال آنے سے پہلے اس کی موت آ گئی، حج کی توفیق ہی نہیں ملی۔

تو دیکھیں! اس نے حج کی ناقدری کی، ٹکٹ ہو چکا، جانے کے لیے اسباب موجود تھے، پھر بھی نہ گیا تو رب العالمین نے اگلے سال اسے توفیق ہی نہ دی۔ انسان کو جس چیز کے ساتھ محبت ہے اس کا حشر ان ہی کے ساتھ ہوگا، جو ناپاک اور نجس چیزوں سے محبت رکھتا ہے

تو پھر اس کا حشر انہی ناپاک چیزوں کے ساتھ ہوگا۔ ❶

تو بہر حال یہ جانور بڑا ذلیل، حریص ہوتا ہے، پس جو شخص اسے پالتا ہے اور اس کے ساتھ محبت ومخالطت رکھتا ہے، وہ بھی ان اوصاف سے متصف ہوتا ہے، جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ کتے کی سب سے بُری صفت یہ ہے کہ وہ اپنی برادری یعنی کتوں سے نفرت کرتا ہے، اسی وجہ سے جب ایک کتا دُوسرے کتے کے سامنے سے گزرتا ہے وہ ایک دُوسرے پر بھونکنا شروع کر دیتے ہیں، یہی حال اس شخص کا ہوتا ہے جو کتا پالتا ہے، یعنی اس کو بھی اپنے بھائی، انسانوں سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ موجودہ دور میں اگر دیکھا جائے تو اقوامِ دُنیا میں سب سے زیادہ کتوں سے محبت کرنے والے یہودی اور عیسائی ہیں۔ اہلِ یورپ کی کتوں سے محبت کا اندازہ اس واقعے سے خوب لگایا جاسکتا ہے کہ جب انگلستان کی مشہور خاتون مسز ایم سی وہیل بیمار ہوئی تو اس نے وصیت کی کہ اس کی تمام املاک اور جائیداد کتوں کو دے دی جائے۔ خاتون کے مرنے کے بعد اس کی وصیت کے مطابق اب اس کی تمام جائیداد کے وارث کتے ہیں، اس جائیداد سے کتوں کی پرورِش، افزائشِ نسل ایک ٹرسٹ کے تحت جاری ہے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ خدا اور رسول کے اَحکامات کو پسِ پشت ڈال کر اغیار کی تقلید نہ کریں، بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں کو اپنائیں جو کہ عین فطرت کے مطابق ہیں۔

---

❶ ناقابل فراموش سچے واقعات: ص ۲۴۷، ۲۴۸

۲۶......غلام کا آقا کی اجازت کے بغیر جانا

اگر غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر بھاگ جائے، آقا سے اجازت نہ لے اور چلا جائے، تو جب تک یہ لوٹ کر نہیں آئے گا تو اس کے نیک اعمال اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوں گے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ آذَانَهُمْ.

ترجمہ: تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے کانوں سے اوپر نہیں جاتی، یعنی اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوتی۔

اَلْعَبْدُ الآبِقُ حَتَّى يَرْجِعَ وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَإِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ.

وہ غلام جو بھاگ جائے یہاں تک کہ لوٹ کر آئے، وہ عورت جو رات گزارے اس حال میں کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو اور قوم کا امام جب کہ لوگ اِسے ناپسند کرتے ہوں۔

تو یہ تین آدمی ایسے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی عبادت ان کے کانوں سے اوپر نہیں جاتی یعنی اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوتی۔ ❶

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ، وَإِنْ مَاتَ مَاتَ كَافِرًا. ❷

ترجمہ: جب غلام بھاگ جاتا ہے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی، اگر اسی حالت میں مرا تو کفر کی حالت میں مرے گا۔

---

❶ سنن الترمذي: كتاب الصلاة، باب ما جاء فيمن أم قوما وهم له كارهون، رقم الحديث: ۳٦۰

❷ سنن النسائي: كتاب تحريم الدم، باب العبد يأبق إلى أرض الشرك، رقم الحديث: ۴۰۵۰

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ إِلَى أَرْضِ الشِّرْكِ فَلَا ذِمَّةَ لَهُ. ①

ترجمہ: جس وقت کوئی غلام مشرکین کے علاقہ میں بھاگ جائے تو اس کا ذمہ نہیں ہے۔ (یعنی اپنے نفع ونقصان کا وہ خود ذمہ دار ہے۔)

تشریح: اس سے ذمہ ختم ہوگیا کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی غلام بھاگ کر دارالحرب چلا گیا اور مرتد ہوگیا تو اس سے اسلام کی ذمہ داری ختم ہوگئی اور اس کے مسلمان ہونے کی حیثیت سے اسلام کے درمیان جو عہد وامان تھا اور جس کی وجہ سے اسلامی قانون اس کی جان ومال کی حفاظت کا ضامن تھا وہ منقطع ہوگیا، لہذا اس کو قتل کر دینا جائز ہوگیا، ہاں اگر وہ اپنے مالکوں کے ہاں سے بھاگ کر دارالحرب نہیں گیا، بلکہ مسلمانوں ہی کے شہر میں چلا گیا اور مرتد نہیں ہوا تو اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہوگا، اس صورت میں یہ جملہ ''اس سے ذمہ ختم ہو گیا'' کا مطلب یہ ہوگا کہ اسلامی قانون اس کی کوئی مدافعت اور معاونت نہیں کرے گا۔

''وہ کافر ہوگیا'' کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس نے بھاگنے کو حلال جانا یعنی وہ اس عقیدے کے ساتھ بھاگا کہ وہ مالک کے ہاں سے میرا مفرور ہو جانا کوئی گناہ کی بات نہیں ہے، بلکہ یہ جائز ہے تو وہ حقیقتاً کافر ہوگیا اور اگر اس نے بھاگنے کو حلال نہیں جانا تو پھر اس صورت میں اس جملہ کا مطلب یا تو یہ ہوگا کہ وہ کفر کے قریب پہنچ گیا، یا یہ کہ اس کے دائرہ کفر میں داخل ہو جانے کا خوف ہے، یا اس نے کافروں کا سا عمل کیا اور یا یہ کہ اس نے اپنے مالک کا کفرانِ نعمت کیا۔

بہرحال غلام کا آقا کی اجازت کے بغیر بھاگنا ایسا فعل ہے جس کی وجہ سے اس کے نیک اعمال قبول نہیں ہوتے، جب تک کہ لوٹ کر نہ آئے۔

---

① **سنن النسائي: كتاب تحريم الدم، باب العبد يأبق إلى أرض الشرك، رقم الحديث: ۴۰۵۱**

۲۷......شوہر کو ناراض کرنا

اگر کوئی بیوی اپنے شوہر کو ناراض کرے تو عبادت بھی کرے تو اس کی عبادت اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلاثَةٌ لا تُجَاوِزُ صَلاتُهُمْ آذانَهُم اَلْعَبْدُ الآبِقُ حَتّٰى يَرْجِعَ وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَإِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ. ❶

ترجمہ: تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے کانوں سے اوپر نہیں جاتی، یعنی اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوتی۔ وہ غلام جو بھاگ جائے یہاں تک کہ لوٹ کر آئے، وہ عورت جس کا شوہر اس سے ناراض ہو اور قوم کا امام ہو جب کہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے شوہر کا بڑا حق بیان کیا ہے، اور شوہر کو بڑی اہمیت دی ہے، بلکہ شوہر کو راضی اور خوش رکھنے کی تاکید کی ہے اور شوہر کی ناراضگی سے بچنے کی تاکید کی ہے، اور یہ بات وضاحت سے بتلا دی کہ اگر شوہر ناراض ہوگا تو نماز جیسی اہم عبادت بھی اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوگی۔

چار خصلتوں پر دخولِ جنت کی بشارت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا، قِيلَ لَهَا: اُدْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ. ❷

---

❶ سنن الترمذي: كتاب الصلاة، باب ما جاء فيمن أم قوما وهم له كارهون، رقم الحديث: ۳٦۰

❷ مسند أحمد: مسند عبد الرحمن بن عوف، ج۳ ص ۱۹۹، رقم الحديث: ۱٦٦۱

ترجمہ: جو عورت پانچ وقت کی نماز ادا کرے اور رمضان کے مہینے کے روزے رکھے اور اپنی آبرو کی حفاظت کرے، یعنی پاک دامن رہے اور اپنے شوہر کی تابع داری کرے تو اس عورت کو اختیار ہے چاہے جس دروازے سے جنت میں داخل ہو جائے۔

شوہر کو راضی رکھنے والی عورت جنت میں داخل ہوگی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ. ①

ترجمہ: جس عورت کی موت اس حالت میں آئے کہ اس کا شوہر اس سے خوش اور راضی ہو، وہ عورت جنتی میں داخل ہوگی۔

بیوی پر اپنے شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری لازم ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَّسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا. ②

ترجمہ: اگر میں کسی کو یہ حکم کرسکتا کہ وہ کسی غیر اللہ کو سجدہ کرے، تو میں یقیناً عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

مطلب یہ ہے کہ رب معبود کے علاوہ اور کسی کو سجدہ کرنا درست نہیں ہے، اگر کسی غیر اللہ کو سجدہ کرنا درست ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے، کیونکہ بیوی پر اس کے خاوند کے بہت زیادہ حقوق ہیں، جن کی ادائیگی کے شکر سے وہ عاجز ہے، گویا اس

---

①سنن الترمذی: أبواب الرضاع ،باب ماجاء فی الحق الزوج علی المرأة، رقم الحدیث: ١١٦١

②سنن الترمذی: أبواب الرضاع ،باب ماجاء فی الحق الزوج علی المرأة، رقم الحدیث: ١١٥٩

ارشادِ گرامی میں اس بات کی اہمیت وتاکید کو بیان کیا گیا ہے کہ بیوی پر اپنے شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری واجب ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث میں شوہر کے حقوق کو بیان کیا گیا ہے۔

دوزخ میں عورتیں کیوں زیادہ ہوں گی؟

شوہر کی نافرمانی پر بیوی کے لیے احادیث مبارکہ میں سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے دوزخ میں عورتوں کی کثرت دیکھی، عورتوں نے سوال کیا:

وَبِمَ ذٰلِکَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ؟

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! دوزخ میں عورتیں کیوں زیادہ ہوں گی؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تُکْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ. ①

ترجمہ: عورتیں اوروں پر لعنت بہت کرتی ہیں اور اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں۔

نافرمان عورت کو جنت کی حور بددعا دیتی ہے

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تُؤْذِی امْرَأَۃٌ زَوْجَھَا فِی الدُّنْیَا، إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُہُ مِنَ الْحُورِ الْعِینِ: لَا تُؤْذِیہِ، قَاتَلَکِ اللّٰہُ، فَإِنَّمَا ھُوَ عِنْدَکَ دَخِیلٌ یُوشِکُ أَنْ یُفَارِقَکِ إِلَیْنَا. ②

---

① صحیح البخاری: کتاب الزکاۃ. باب الزکاۃ علی الأقارب، رقم الحدیث: ۱۴٦۲

② سنن الترمذی: أبواب الرضاع، باب ما جاء فی کراھیۃ الدخول علی المغیبات، باب، رقم الحدیث: ۱۱۷۴

ترجمہ: جب کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے تو اس کی جنت والی بیوی یعنی بڑی آنکھوں والی حور کہتی ہے کہ تجھ پر اللہ کی مار پڑے (یعنی اللہ تجھے جنت اور اپنی رحمت سے دور رکھے) اپنے شوہر کو تکلیف نہ پہنچا، کیونکہ وہ دنیا میں تیرا مہمان ہے جو جلد ہی تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس جنت میں آئے گا۔

نافرمان عورت پر انسان وجن کے علاوہ ہر چیز کی لعنت برستی ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا خَرَجَتْ مِنْ بَيْتِهَا وَزَوْجُهَا كَارِهٌ لِذَلِكَ، لَعَنَهَا كُلُّ مَلَكٍ فِي السَّمَاءِ، وَكُلُّ شَيْءٍ تَمُرُّ عَلَيْهِ، غَيْرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ، حَتَّى تَرْجِعَ. ①

ترجمہ: جب عورت گھر سے ایسی حالت میں نکلتی ہے کہ شوہر اس کے اس نکلنے پر رضا مند نہیں ہوتا، تو آسمان کے فرشتے اور سوائے انسان وجن کے ہر وہ چیز جس کے پاس سے وہ گذرتی ہے، اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ لوٹ کر گھر واپس آجائے۔

شوہر کی اطاعت گزار بیوی کے دو بیٹے دوبارہ زندہ ہو گئے

حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عورت تھی جو اپنے شوہر سے بہت اچھا سلوک کیا کرتی تھی، ایک دفعہ اس کے دو بیٹے ایک ساتھ کنوئیں میں گر کر انتقال کر گئے، عورت کے کہنے پر ان دونوں لاشوں کو کنوئیں سے نکالا گیا، ان کو پاک صاف کر کے بستر پر رکھ دیا گیا اور ان کے اوپر ایک بڑا سا کپڑا ڈال دیا گیا، اس کے بعد عورت نے اپنے تمام ملازمین اور گھر والوں کو خبر دار کیا کہ جب تک میں نہ بتاؤں تم لوگ ان (فوت شدہ بچوں) کے باپ کو کچھ نہ بتاؤ۔

عورت کا شوہر گھر لوٹا تو اس کے سامنے کھانا رکھا گیا، اس نے کہا کہ میرے دونوں

---

① المعجم الأوسط: باب الف، من اسمه أحمد، ج ١ ص ١٦٤، رقم الحديث: ٥١٣

بچے کہاں ہیں؟ عورت نے کہا، وہ سو گئے ہیں، آرام کر رہے ہیں، شوہر نے کہا ہرگز نہیں، یہ کہہ کر اس نے آواز دی۔ اے فلاں! اے فلاں! تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورت کے اس (شوہر کو رنجیدہ نہ کرنے کے) عمل کی قدر دانی کرتے ہوئے اس کے بچوں کی روحیں لوٹا دیں اور انھوں نے اپنے ابو کے بلانے پر فوراً جواب دیا۔ ❶

اگر بیوی مسلسل اپنے شوہر کو ناراض کرے گی اور اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جائے گی، تو بسا اوقات نفرتیں اتنی زیادہ ہو جاتی ہیں کہ شوہر مجبوراً طلاق دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور دو خاندانوں میں لڑائی جھگڑا اور فساد پیدا ہو جاتا ہے، لہٰذا بیوی پر لازم کہ اپنے شوہر کو ہمیشہ خوش اور راضی رکھے اور اپنی کی ہوئی غلطیوں کی شوہر سے معافی طلب کرے اور شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر ہرگز نہ جائے۔ بہر حال شوہر کو ناراض کرنا ایسا فعل ہے جس سے عبادات قبول نہیں ہوتیں۔

۲۸......مقتدیوں کا امام سے شرعی عذر کی وجہ سے ناراض ہونا

اگر مقتدی امام سے کسی شرعی عذر کی وجہ سے ناراض ہوں، کوئی شرعی عذر موجود ہو، تو اس امام کی عبادت اللہ کے ہاں قبول نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ آذَانَهُم.

ترجمہ: تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے کانوں سے اوپر نہیں جاتی، (یعنی اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوتی۔ ان میں سے ایک شخص وہ امام ہے جس سے قوم کے لوگ ناراض ہوں)

وَإِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ. ❷

---

❶ من عاش بعد الموت: ص ۵۳

❷ سنن الترمذی: أبواب الصلاة، باب ما جاء فیمن أم قوما وهم له كارهون، رقم الحديث: ٣٦٠

ترجمہ: جو قوم کا امام ہو اور لوگ اس کو ناپسند کرتے ہوں، (بقیہ دو کا تذکرہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔)

دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلاثَةٌ لَا تُرْفَعُ صَلَاتُهُمْ فَوْقَ رُءُوسِهِمْ شِبْرًا، رَجُلٌ أَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُون، وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ، وَأَخَوَانِ مُتَصَارِمَانِ. ❶

ترجمہ: تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے سر سے ایک بالش اوپر نہیں جاتی (یعنی قبول نہیں ہوتی) وہ شخص جو لوگوں کو امامت کروائے حالانکہ لوگ اس کو ناپسند سمجھتے ہوں، وہ عورت جو رات گزارے درانحالیکہ شوہر اس سے ناراض ہو، اور دو وہ بھائی جو آپس میں قطع تعلقی کریں۔

پہلی حدیث میں تین آدمیوں کا تذکرہ ہوا، ان میں سے پہلے نمبر پر وہ غلام جو آقا کی اجازت کے بغیر بھاگ جائے، دوسری وہ عورت کہ جس کا شوہر ناراض ہو، اور تیسرا آدمی وہ امام کہ مقتدی اس سے ناراض ہو کسی شرعی عذر کی وجہ سے، شرعی عذر کا مطلب ہوتا ہے کہ مثلاً امام کے اندر کوئی ایسی خامی موجود ہے، مثلاً امام فاسق ہے، معاذ اللہ! کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کر رہا ہے، حرام میں اس کی زندگی گزر رہی ہے، فحاشی، عریانی، بے حیائی میں مبتلا ہے، سود، رشوت کا پیسہ لے رہا ہے، کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کر رہا ہے، اس وجہ سے لوگ اگر اس سے ناراض ہیں تو اُسے امامت نہیں کروانی چاہیے، لیکن اگر کوئی وجہ نہ ہو، ویسے ہی کسی امام سے ناراض ہیں تو اس کا اعتبار نہیں ہوتا، عموماً جو امام حق بات کہنے والا ہوتا ہے اس سے بہت سے لوگ ناراض ہوتے ہیں، ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ جب آدمی حق بات کہے اور کوئی اس سے ناراض نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حق بات کہنے والا کوئی نہیں تھا،

---

❶ سنن ابن ماجه: كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب من أم قوما وهم له كارهون، رقم الحديث: ۹۷۱

آپ سے زیادہ مصلحت پر چلنے والا، عالی اخلاق والا، میٹھی زبان والا، مزاجوں کو سمجھنے والا کوئی نہیں تھا، لیکن جب آپ نے بھی دعوت دی تو ابولہب بدبخت نے پتھر اٹھا کر آپ کو مارا، تو اگر کوئی شرعی وجہ سے ناراض ہوتا ہے تو وہ بھلے ناراض ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دی ابوجہل ناراض ہوا، ابولہب ناراض ہوا، بدبخت عقبہ ابن ابی معیط بجائے ایمان لانے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں چادر ڈال کر آپ کو گھسیٹنے لگا، آپ سجدے میں گئے تو اونٹ کی گندی اوجھڑی آپ کے اوپر رکھی، اس طرح تو لوگ تکلیف پہنچاتے ہیں، تو اگر کوئی اس طرح کرے تو اس کی کوئی پروا نہیں، وہ دین کی حق بات پہنچا رہا ہے، جس امام سے سارے لوگ راضی ہوں سمجھو وہ حق بات نہیں کہتا، جب بھی آپ حق بات کہو گے سود کھانے والا آپ سے ناراض ہوگا اگر آپ نے سود کے خلاف بات کی، آپ نے رشوت کے خلاف بات کی رشوت لینے والا ناراض ہوگا، آپ نے قطع تعلقی پر بات کی تو قاطع رحم ناراض ہوگا، آپ نے فحاشی وعریانی، بے حیائی کے خلاف بات کی، جو اس میں مبتلا ہے وہ سمجھے گا میرے خلاف بات ہو رہی ہے، آپ نے انٹرنیٹ، کیبل، فیس بک کے خلاف بات کی وہ سمجھے گا میں انٹرنیٹ اور کیفے چلا رہا ہوں، یہ میرے خلاف بات ہو رہی ہے، اس طرح اگر کوئی ناراض ہوتا ہے تو بھلے ناراض ہو، ہمیں شریعت کا حکم ہے حق بات کہنے کا۔ حضرت ابوسعید کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ. ①

ترجمہ: سب سے افضل جہاد اس شخص کا ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہے۔

جو شخص ظالم وجابر حکمران کے سامنے حق بات کہنے کا ارادہ رکھتا ہے اس کے لیے امید کی کوئی ہلکی سی کرن بھی نہیں ہوتی، بلکہ خوف ہی خوف ہوتا ہے، اس کو بہترین جہاد اس لیے

---

①سنن أبی داود: كتاب الملاحم، باب الأمر والنهی، رقم الحدیث: ۴۳۴۴

فرمایا گیا ہے کہ حکمران کا ظلم وجوران تمام لوگوں کو متاثر کرتا ہے جو اس کی رعیت میں ہوتے ہیں، وہ کوئی دو چار دس آدمی نہیں، بلکہ ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں لوگ ہوتے ہیں، لہٰذا جب کوئی شخص اس حکمران کو اس کے ظلم وجور سے روکے گا وہ اپنے اس عمل سے اللہ کی کثیر مخلوق کو فائدہ پہنچائے گا۔

جہاں کہیں بھی ہوں حق بات کہیں

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی:

وَأَنْ نَقُومَ أَوْ نَقُولَ بِالحَقِّ حَيْثُمَا كُنَّا، لاَ نَخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةَ لاَئِمٍ. ①

ترجمہ: ہم (جب زبان سے کوئی بات کہیں گے تو) حق کہیں گے، خواہ ہم کسی جگہ ہوں (اور کسی حال میں ہوں) اور ہم اللہ کے معاملے میں (یعنی دین پہنچانے اور حق بات کہنے میں) کسی ملامت کرنے والے شخص کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

دیکھیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت آپ کے چچا ابوطالب آپ کو بلا کر کہتے ہیں، بھتیجے! تم اپنی دعوت سے پیچھے ہٹ جاؤ، یہ سب لوگ میرے پاس آئیں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چچا جان! اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج دوسرے میں چاند لاکر رکھ دیں اور کہیں، محمد! دین کی دعوت نہ دے، فرمایا: اس وقت بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا، دین پر آپ کی استقامت اتنی ہے، طائف میں پتھر لگے لہولہان ہو گئے، پیچھے نہیں ہٹے، تین سال شعبِ ابی طالب میں محصور رہے دعوت سے پیچھے نہیں ہٹے، ہر قسم کی اذیتیں، پریشانیاں، بائیکاٹ ہوئے، پیچھے نہیں ہٹے۔ تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ وہ امام جس سے مقتدی کسی شرعی وجہ

---

① صحيح البخاري: كتاب الأحكام، باب كيف يبايع الإمام الناس، رقم الحديث: ۷۱۹۹

سے ناراض ہوں اور اسے پتہ ہو تو اُسے چاہیے وہ امامت نہ کروائے، اور اگر شرعی وجہ نہیں ہے تو پھر اگر کوئی ناراض ہوتا ہے اس کی حق گوئی کی وجہ سے تو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

۲۹......نماز تعدیل ارکان کے ساتھ نہ پڑھنا

اس کا مطلب یہ ہے کہ شریعت نے ہم پر لازم کیا ہے کہ ہم جب بھی نماز ادا کریں تو نماز کے ارکان اور واجبات اطمینان کے ساتھ کریں، مثلاً رکوع، سجدہ، قومہ، جلسہ، قعدہ سکون واطمینان کے ساتھ ہو، عجلت اور جلد بازی نہ ہو۔

تعدیلِ ارکان اعضاء کے ایسے سکون کو کہتے ہیں کہ ان کے سب جوڑ کم از کم ایک بار سبحان اللہ کی مقدار ٹھہر جائیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ، ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ، فَقَالَ: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ، فَارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ فِي الثَّانِيَةِ، أَوْ فِي الَّتِي بَعْدَهَا عَلِّمْنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا. ①

---

① صحیح البخاری: کتاب الاستئذان، باب من رد فقال: علیک السلام، رقم الحدیث: ٦٢٥١

ترجمہ: ایک آدمی مسجد میں آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے کونے میں تشریف فرما تھے، اُس شخص نے آ کر نماز پڑھی، پھر حضور کے پاس آیا اور آپ کو سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا، اور فرمایا: جاؤ، نماز پڑھو! تمہاری نہیں ہوئی، وہ شخص لوٹا، دوبارہ نماز پڑھی، پھر حضور کے پاس آیا آپ کو سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا فرمایا: جاؤ، تمہاری نماز نہیں ہوئی دوبارہ نماز پڑھو، تیسری مرتبہ یا اس کے بعد اس شخص نے پھر حضور سے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ مجھے نماز سکھا دیجئے، یعنی مجھے جس طرح آتی تھی میں نے تو پڑھ لی، کہاں مجھ سے غلطی ہو رہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ، کامل طور پر وضو کرو، یعنی بڑے اطمینان کے ساتھ کرو، تاکہ بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہ جائے، پھر قبلہ کی طرف رخ کرو، اور تکبیر تحریمہ کہو، پھر قرآن کریم میں جو تمہیں یاد ہو آسانی سے اس کی تلاوت کرو، پھر رکوع کرو بڑے اطمینان کے ساتھ، پھر رکوع سے سر اٹھاؤ اور بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو اور بڑے اطمینان کے ساتھ، پھر سجدہ سے سر اٹھاؤ بڑے اطمینان کے ساتھ، پھر دوسرا سجدہ کرو اطمینان کے ساتھ، پھر دوسرے سجدے سے سر اٹھاؤ اور اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر سیدھے کھڑے ہو جاؤ، تم اپنی پوری نماز اس طرح پڑھو۔

تعدیلِ ارکان کا مطلب اور حدیث سے مستنبط فوائد

تعدیلِ ارکان کا مطلب یہ ہے کہ رکوع یا سجود وغیرہ میں اس طرح پوری دلجمعی اور سکون خاطر کے ساتھ ٹھہرا جائے کہ بدن کے تمام جوڑ اپنی جگہ اختیار کر لیں اور ان ارکان میں جو تسبیحات پڑھی جاتی ہیں وہ پورے اطمینان کے ساتھ پڑھی جائیں۔

اس حدیث سے چند باتوں کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ پہلی چیز تو یہ کہ عالم اور ناصح کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ کسی جاہل اور غلط کام کرنے والے کو نہایت نرمی اور اخلاق کے

ساتھ سمجھائے اور اس کے ساتھ نصیحت کا ایسا نرم معاملہ کرے کہ وہ آدمی اس کی بات کو ماننے اور اس پر عمل پیرا ہونے پر خود مجبور ہو جائے، کیونکہ بسا اوقات نصیحت کے معاملے میں بد اخلاقی و ترش روئی اصلاح و سدھار پیدا کرنے کی بجائے اور زیادہ ضد و ہٹ دھرمی اور گمراہی کا سبب بن جاتی ہے۔ دوسری چیز یہ ثابت ہوتی ہے کہ ملاقات اگرچہ مکرر اور تھوڑی دیر کے بعد ہی ہو سلام کرنا مستحب ہے۔ تیسری چیز یہ ثابت ہوتی ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنی نماز کے واجبات میں کچھ خلل و نقصان پیدا کرے تو اس کی نماز صحیح ادا نہیں ہوتی اور وہ حقیقی معنی میں نمازی نہیں کہلاتا۔

آج ہم بھی نماز تو پڑھ لیتے ہیں تعدیل ارکان نہیں ہوتا، رکوع اطمینان سے نہیں کیا جاتا، اگر رکوع اطمینان سے نہیں کیا اور انسان کی ہر عضو کی حرکت ختم نہیں ہوئی یا اسی طرح قیام اطمینان سے نہیں کیا تو یہ واجب کو چھوڑنے والا ہوگا اور اس پر سجدہ سہو لازم ہو جائے گا، دیگر فقہاء کی رائے تو یہ ہے کہ اس کی نماز ہی نہیں ہوگی، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں تعدیل ارکان واجب ہیں، اگر یہ ادا نہیں کرتا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا، آپ اندازہ کریں کتنا اہتمام ہے اس حکم کا، عموماً دیکھا یہ گیا ہے کہ بعض لوگ رکوع سے سیدھے کھڑے نہیں ہوتے فوراً سجدے میں چلے جاتے ہیں، سجدے سے سیدھا کھڑے نہیں ہوتے فورا دوسرے سجدے میں چلے جاتے ہیں، اگر وہ سیدھا کھڑا نہیں ہوا تو اس نے تعدیل ارکان نہیں کیا، اسی طرح بعض لوگ سجدے میں بڑی جلدی کرتے ہیں، سجدہ کیا ایڑیوں کے بل بیٹھ گئے پھر گئے، پھر بیٹھ گئے پھر گئے، یعنی ہر عضو اپنی جگہ پر نہیں آتا، جسم کی حرکت ختم نہیں ہوتی، اطمینان نہیں ہوتا جلد بازی ہوتی ہے۔

مسئلہ تعدیل ارکان

تعدیل ارکان یعنی رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ میں اطمینان یعنی کم از کم ایک مرتبہ

سبحان اللہ کہنے کی مقدار ٹھہرنا واجب ہے۔ اگر بھول کر اس کو چھوڑ دے گا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

نماز کے واجبات جن کے ترک پر سجدہ سہولازم ہوتا ہے

(۱) تکبیر تحریمہ کا خاص اللہ اکبر کے لفظ سے ہونا۔

(۲) فرض نمازوں میں فرض قراءت کے لیے پہلی دو رکعتوں کو معین کرنا۔

(۳) فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت کے علاوہ ہر نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا۔

(۴) اس طرح سورہ فاتحہ کے بعد کوئی بہت چھوٹی سورت جیسے سورہ کوثر یا اس کے قائم مقام تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھنا۔

(۵) سورہ فاتحہ کو سورت سے پہلے پڑھنا۔

(۶) قومہ کرنا یعنی رکوع سے اُٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا۔

(۷) جلسہ یعنی دوسجدوں کے درمیان میں سیدھا بیٹھ جانا۔

(۸) تعدیل ارکان یعنی رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ کو اطمینان سے اچھی طرح ادا کرنا۔ تعدیل ارکان اعضاء کے ایسے سکون کو کہتے ہیں کہ ان کے سب جوڑ کم از کم ایک بار سبحان اللہ کی مقدار ٹھہر جائیں۔ اس لیے اگر رکوع کے بعد اچھی طرح کھڑا نہیں ہوا ذرا سا سر اُٹھا کر سجدہ میں چلا گیا تو تعدیلِ ارکان نہیں ہوا۔

(۹) دو رکعتوں پر بیٹھنا یعنی قعدہ اُولیٰ کرنا۔

(۱۰) دونوں قعدوں میں التحیات پڑھنا۔

(۱۱) لفظ سلام کے ساتھ نماز سے نکلنا۔

(۱۲) نماز وتر میں دُعائے قنوت کے لیے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا۔

(۱۳) نماز وتر میں قنوت میں کوئی دُعا پڑھنا۔

(۱۴) عیدین کی نماز میں چھ زائد تکبیریں کہنا۔

(۱۵) فرض یا واجب میں تاخیر نہ ہونا اور تاخیر یہ ہے کہ دو فرض یا دو واجب یا فرض و واجب کے درمیان تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار وقفہ ہو جائے۔

(۱۶) نماز میں آیت سجدہ پڑھی تو سجدہ تلاوت کرنا۔

(۱۷) نماز میں سہو ہوا تو سجدہ سہو کرنا۔

(۱۸) قرات کے سوا تمام فرائض اور واجبات میں امام کی اتباع کرنا۔

(۱۹) امام کو فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب کی اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اور جمعہ اور عیدین اور تراویح کی نماز میں اور رمضان کے وتر میں بلند آواز سے قرات کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: منفرد کو فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اختیار ہے چاہے بلند آواز سے قرات کرے یا آہستہ آواز سے، آواز بلند ہونے کی فقہاء نے یہ حد لکھی ہے کہ کوئی دوسرا شخص سن سکے اور آہستہ آواز کی یہ حد لکھی ہے کہ خود سن سکے دوسرا نہ سن سکے۔ آہستہ میں اگر زبان سے حروف ادا کیے، لیکن اتنے آہستہ کہ خود نہیں سن سکا تو قرات صحیح نہ ہوئی۔

مسئلہ: امام اور منفرد کو نماز ظہر اور عصر کی کل رکعتوں میں اور مغرب وعشاء کی اخیر رکعتوں میں آہستہ آواز سے قرات کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: جو نفل نمازیں دن کو پڑھی جائیں ان میں آہستہ آواز سے قرات کرنا چاہیے اور جو نفلیں رات کو پڑھی جائیں اُن میں اختیار ہے۔

بہر حال اللہ پاک ہمیں تعدیل ارکان کے ساتھ نماز پڑھنے کی توفیق نصیب فرمائے، جو شخص تعدیل ارکان کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منافق کی نماز کے ساتھ تشبیہ دی ہے، کہ منافق انتظار کرتا ہے یہاں تک کہ سورج زرد ہو جائے پھر وہ اٹھتا ہے اور مرغ کی طرح ٹھونگے مار کے اٹھ جاتا ہے کہ میں نے نماز پڑھ لی ہے، جیسے مرغ

چونچ مارتا ہے سر اٹھاتا ہے، چونچ مارتا ہے سر اٹھاتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ منافق کی نماز ہے۔ ❶

تو بہر حال انسان کے نیک اعمال کو ضائع کرنے والا ایک گناہ ہے تعدیل ارکان نہ کرنا۔

۳۰......شراب پینا

شراب پینا وہ گناہ ہے جو انسان کے نیک اعمال کو ضائع کر دیتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ وَسَكِرَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلاةٌ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا وَإِنْ مَاتَ دَخَلَ النَّارَ. ❷

ترجمہ: جس نے شراب پی اور نشے کی حالت میں آیا تو چالیس دن اس کی نماز قبول نہیں ہوگی، اس حال میں اگر اسے موت آ گئی جہنم میں داخل ہوگا۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے شراب پی اور شراب کے ذریعے اس کو نشہ آ گیا، فرمایا چالیس دن تک اس کی نماز اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوگی، جب نماز قبول نہ ہو تو دیگر عبادات کیسے اللہ کے ہاں قبول ہوں گی۔ اور اس حال میں موت آ گئی تو فرمایا کہ جہنم میں داخل ہوگا۔

شرابی کو جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، وَإِنَّ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَهْدًا لِمَنْ يَشْرَبُ الْمُسْكِرَ

---

❶ سنن الترمذي: أبواب الصلاة، باب ما جاء في تعجيل العصر، رقم الحديث: ١٦٠

❷ سنن ابن ماجة: كتاب الأشربة، باب من شرب الخمر لم تقبل له صلاة، رقم الحديث: ٣٣٧٧

أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ: عَرَقُ أَهْلِ النَّارِ ، أَوْ عُصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ. ❶

ترجمہ: ہر نشہ والی چیز حرام ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا اس آدمی کے لیے وعدہ ہے کہ جو آدمی نشہ والی چیز پیئے گا اسے اللہ تعالیٰ ''طینۃ الخبال'' پلائیں گے، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! طینۃ الخبال کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخیوں کا پسینہ ہے، یا فرمایا: جہنمیوں کے جسم سے نکلنے والی پیپ ہے۔

شراب پیتے وقت ایمان نہیں رہتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ شَارِبُهَا حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ. ❷

ترجمہ: زنا کرنے والا جب زنا کرتا ہے تو مسلمان نہیں رہتا، شراب پینے والا جب شراب پیتا ہے تو مؤمن نہیں رہتا۔

یعنی ان دو گناہوں کے وقت انسان کا ایمان باقی نہیں رہتا، تو یہ بڑے گناہ ہیں۔

شرابی کا ایمان کیسے نکلتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ زَنَى وَشَرِبَ الْخَمْرَ نَزَعَ اللَّهُ مِنْهُ الْإِيمَانَ كَمَا يَخْلَعُ الْإِنْسَانُ الْقَمِيصَ مِنْ رَأْسِهِ. ❸

---

❶ مسند أحمد: مسند جابر بن عبد الله، ج۲۳ ص ۱۶۲، رقم الحديث: ۱۴۸۸۰

❷ سنن النسائي: كتاب الأشربة، باب المغلظات، رقم الحديث: ۵۶۵۹

❸ المستدرک على الصحيحين: كتاب الإيمان، حديث معمر، ج ۱ ص ۷۳، رقم الحديث: ۵۷

ترجمہ: جو زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے، اللہ تعالی اس سے ایمان اس طرح کھینچ لیتا ہے جس طرح انسان اپنے سر سے قمیص نکال لیتا ہے۔

شرابی کی عبادت رائیگاں جاتی ہیں

حضرت عبداللہ بن دیلمی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو! رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَارِبَ الْخَمْرِ بِشَيْءٍ، قَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِي فَيَقْبَلَ اللَّهُ مِنْهُ صَلَاةً أَرْبَعِينَ صَبَاحًا. ❶

ترجمہ: اے عبداللہ بن عمرو! کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شرابی کے متعلق کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص شراب کا ایک گھونٹ پی لے چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

شراب کی وجہ سے دس آدمیوں پر لعنت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شراب کے سلسلہ میں دس آدمیوں پر لعنت برستی ہے:

لُعِنَتِ الْخَمْرُ عَلَى عَشَرَةِ أَوْجُهٍ: بِعَيْنِهَا، وَعَاصِرِهَا، وَمُعْتَصِرِهَا، وَبَائِعِهَا، وَمُبْتَاعِهَا، وَحَامِلِهَا، وَالْمَحْمُولَةِ إِلَيْهِ، وَآكِلِ ثَمَنِهَا، وَشَارِبِهَا، وَسَاقِيهَا. ❷

ترجمہ: ۱......شراب بنانے والے پر۔ ۲......جس کے لیے بنائی گئی۔ ۳......اس کے

---

❶ مسند أحمد: مسند عبد اللّٰه بن عمرو بن عاص، ج ۱۱ ص ۴۴۱، رقم الحديث: ۶۸۵۴

❷ سنن ابن ماجة: كتاب الأشربة، باب لعنت الخمر على عشرة أوجه، رقم الحديث: ۳۳۸۰

پینے والے پر۔ ۴...... پلانے والے پر۔ ۵......اسے اُٹھانے والے پر۔ ۶......جس کے پاس اُٹھا کر لے جائی گئی۔ ۷......اس کی تجارت کرنے والے پر۔ ۸......تجارت کروانے والے پر۔ ۹...... بیچنے والے پر۔ ۱۰......اسی مقصد کے لیے اس کا درخت لگانے والے پر لعنت کی گئی ہے۔

بغیر توبہ کیے مرنے والے شرابی بتوں کے پجاری کی طرح ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مُدْمِنُ الْخَمْرِ إِنْ مَاتَ لَقِيَ اللَّهَ كَعَابِدِ وَثَنٍ. ①

ترجمہ: مستقل شراب نوشی کرنے والا جب مرے گا تو اللہ سے اس کی ملاقات اس شخص کی طرح ہوگی جو بتوں کا پجاری تھا۔

شراب پینے والا ایمان سے محروم ہوگیا

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ اپنے شاگرد کے پاس موت کے وقت آئے، اور اِن کو کلمہ شہادت کی تلقین کرتے رہے ''لَا أَقُولُهَا'' اس نے کہا میں نہیں پڑھتا، ''وَأَنَا بَرِیْءٌ'' میں اس سے بیزار ہوں۔ اس کے بعد وہ مرگیا، آپ روتے ہوئے واپس ہوگئے، کچھ عرصے بعد اسے خواب میں دیکھا، اسے آگ میں گھسیٹا جا رہا ہے، حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے دریافت فرمایا: ''يَا مِسْكِينُ بِمَ نُزِعَتْ مِنْكَ الْمَعْرِفَةُ؟ '' اے مسکین! کس سبب سے تجھ سے ایمان چھین لیا گیا۔ اس نے کہا: ''يَا أُسْتَاذُ كَانَ بِي عِلَّةٌ'' اے استاذ محترم! مجھے ایک بیماری لگ گئی تھی میں چند طبیبوں کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: ''تَشْرَبُ فِي كُلِّ سَنَةٍ قَدَحًا مِنَ الْخَمْرِ '' ہر سال شراب کا ایک پیالہ پی لیا کرو، اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو تیری بیماری ختم نہیں ہوگی۔ چنانچہ میں ہر سال بطورِ دوا شراب

---

① مسند أحمد: مسند عبد اللّٰه بن العباس، ج ۴ ص ۲۶۵، رقم الحديث: ۲۴۵۳

کا ایک پیالہ پی لیا کرتا تھا۔ جب بطورِ دوا سے پینے والوں کا یہ انجام ہوا، تو ان کا کیا حال ہوگا جو بلا عذر پیتے ہیں۔ ①

شرابی کا منہ قبلہ سے پھر گیا

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ کسی نے توبہ کرنے والے سے اس کی توبہ کا سبب پوچھا، اس نے بتایا کہ ''كُنتُ أَنْبُشُ الْقُبُور'' میں قبریں کھودا کرتا تھا ''فَرَأَيْتُ فِيهَا أَمْوَاتًا'' میں نے ان میں کچھ مردے ایسے دیکھے ''مَصْرُوفِيْنَ عَنِ الْقِبْلَةِ'' جن کے چہرے قبلہ سے پھرے ہوئے تھے، جب ان کے گھر والوں سے ان کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ ''يَشْرَبُونَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا'' وہ دنیا میں شراب پیا کرتے تھے ''وَمَاتُوا مِنْ غَيْرِ تَوْبَةٍ'' اور بغیر توبہ کے مر گئے۔ ②

شرابی کے متعلق صحابہ کرام کے اقوال

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِذَا مَاتَ شَارِبُ الْخَمْرِ فَادْفِنُوهُ ثُمَّ اُصْلُبُونِي عَلَى خَشَبَةٍ ثُمَّ انْبُشُوا عَنْهُ قَبْرَهُ فَإِنْ لَوْ تَرَوْا وَجْهَهُ مَصْرُوفًا عَنِ الْقِبْلَةِ وَإِلَّا فَاتْرُكُونِي مَصْلُوبً. ③

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب کوئی شرابی مر جائے تو اسے دفن کرو، اس کے بعد مجھے ایک لکڑی پر لٹکا کر قبر کھودو، اگر اس کا چہرہ قبلہ سے پھرا ہوا نہ پاؤ تو مجھے یوں ہی لٹکا ہوا چھوڑ دینا۔

---

① الزواجر عن اقتراف الكبائر: كتاب الحدود، باب شرب الخمر، ج۲ ص ۲۶۲

② الزواجر: كتاب الحدود، باب شرب الخمر، ج۲ ص ۲۶۲

③ الكبائر: باب ذكر الآثار عن السلف، ج ۱ ص ۸۵

شرابی کو سلام مت کرو

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا تُسَلِّمُوا عَلَى شُرَّابِ الْخَمْرِ. ❶

ترجمہ: شرابی کو سلام مت کرو۔

سلام کی یہ ممانعت اس بنیاد پر ہے کہ اس مسلمان شرابی کو یہ احساس ہو کہ میرے اس برے فعل کی وجہ سے، میرے دوسرے بھائی مجھے سلام نہیں کر رہے ہیں، اس کے دل کو ٹھیس پہنچے اور وہ راہِ راست پر آ جائے۔

جو شخص علانیہ فسق فجور کے کام کرتا ہو اور اسے چھپاتا نہ ہو تو اسے سلام نہیں کرنا چاہیے، فقہاء نے لکھا ہے: اسے سلام کرنا مکروہ ہے:

يُكْرَهُ السَّلَامُ عَلَى الْفَاسِقِ لَوْ مُعْلِنًا. ❷

شرابی کی عیادت نہ کرو

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا تَعُودُوا شُرَّابَ الْخَمْرِ إِذَا مَرِضُوا. ❸

ترجمہ: جب شرابی بیمار ہو جائیں ان کی عیادت نہ کرو۔

شرابی کو قتل کرنے کا حکم

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

❶ الأدب المفرد: باب لا يسلم على الفاسق، ص ۳۵۱، رقم الحديث: ۱۰۱۷

❷ الدر المختار: كتاب الحظر والإباحة، ج ۱ ص ۶۱۷

❸ الأدب المفرد: باب عيادة الفاسق، ص ۱۸۷، رقم الحديث: ۵۲۹

مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ فَإِنْ عَادَ فَاجْلِدُوهُ فَإِنْ عَادَ فَاجْلِدُوهُ فَإِنْ عَادَ فَاقْتُلُوهُ قَالَ وَكِيعٌ فِي حَدِيثِهِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ ائْتُونِي بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الرَّابِعَةِ فَلَكُمْ عَلَيَّ أَنْ أَقْتُلَهُ. ❶

ترجمہ: جو شخص شراب پیئے اسے کوڑے مارو، دوبارہ پیئے تو دوبارہ کوڑے مارو، پھر پیے تو اُسے کوڑے مارو، ''فَإِنْ عَادَ فَاقْتُلُوهُ '' اور چوتھی مرتبہ پیے پھر اسے قتل کر دو، اس بناء پر حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میرے پاس ایسے شخص کو لے کر آ ؤ، جس نے چوتھی مرتبہ شراب پی ہو، میرے ذمے اُسے قتل کرنا واجب ہے۔

شراب سے کون واقف نہیں

آج کون واقف نہیں کہ عرب کے لوگ شراب کے کس قدر شوقین اور دلدادہ تھے، خصوصًا شرابی اِس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ شراب جیسی چیز ایک دم چھوڑ دینی کس قدر مشکل اَمر ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منادی آواز دیتا ہے کہ سب لوگ اپنی شراب کو بہا دو، شراب کے مٹکوں کو توڑ دو، تو اِس ایک آواز کو سن کر اُنہوں نے سمجھا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اللہ ہونے کا دل سے اِقرار کر چکے ہیں، اگر چہ ہم کو شراب کتنی ہی پیاری اور محبوب ہو، لیکن حضور کے حکم کے مقابلہ میں ہر چیز ہیچ ہے، چنانچہ تمام مسلمانوں نے اپنی شرابیں بہا دیں، مٹکے توڑ دیے اور مدینہ کی نالیوں اور گلیوں میں شراب اِس طرح بہتی پھرتی تھی، جیسے کہ بارش کے زمانہ میں گلی کوچوں میں پانی بہتا پھرتا ہے۔ ❷

---

❶ مسند أحمد: مسند عبد الله بن عمرو بن عاص، ج ۱۱ ص۳۹۷، رقم الحديث: ۶۷۹۱

❷ صحيح البخاري: كتاب المظالم والغصب، باب صب الخمر في الطريق، رقم الحديث: ۲۴۶۴

شراب کے جسمانی، عقلی اور مالی نقصانات

آج شراب کے مفاسد سب کو معلوم ہیں، آخرت میں کس قدر عذاب ہے، اور دنیا میں شراب پینے کے کس قدر نقصانات ہیں، وقتی طور پر شراب سے لذت وفرحت حاصل ہوتی ہے، لیکن وہ رفتہ رفتہ معدے کے فعل کو فاسد کر دیتی ہے، جگر اور گردوں کو خراب کر دیتی ہے، جو شخص شراب کا عادی ہو چالیس سال کی عمر میں اس کے بدن کی ساخت ایسی ہو جاتی ہے، جیسے ساٹھ سالہ بوڑھے کی ہو، شراب کا اثر نسل پر بھی برا پڑتا ہے، شرابی کی اولاد کمزور رہتی ہے اور بعض اوقات اس کا نتیجہ قطع نسل تک پہنچتا ہے۔ یہ تو شراب کی جسمانی اور بدنی مضرتیں ہیں۔

اب عقل پر اس کی مضرت کو تو ہر شخص جانتا ہے، اس وقت تک عقل کام نہیں کرتی، اکثر لڑائی جھگڑے کا سبب بنتی ہے اور پھر یہ بغض وعداوت دور تک انسان کو نقصان پہنچاتی ہیں۔

اس لیے قرآن نے سورہ مائدہ میں خصوصیت کے ساتھ اس مفسدہ کا ذکر فرمایا ہے:

﴿اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ﴾ (المائدۃ: ۹۱)

ترجمہ: یعنی شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے آپس میں دشمن اور بغض وعداوت پیدا کر دے۔

شراب کا ایک مفسدہ یہ بھی ہے کہ وہ انسان کو ایک کھلونا بنا دیتی ہے جس کو دیکھ کر بچے بھی ہنستے ہیں، کیونکہ اس کا کلام اور اس کی حرکات سب غیر متوازن ہو جاتی ہیں۔ نشہ کی حالت میں نہ نماز ہو سکتی ہے نہ اللہ کا ذکر نہ اور کوئی عبادت، اسی لیے قرآن کریم میں شراب کی مضرت کے بیان میں فرمایا:

﴿وَیَصُدَّکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ﴾ (المائدۃ: ۹۱)

ترجمہ: یعنی شراب تم کو ذکر اللہ اور نماز سے روکتی ہے۔

اب مالی مضرت اور نقصان کا حال سنئے! جس کو ہر شخص جانتا ہے کسی بستی میں اگر ایک شراب خانہ کھل جاتا ہے تو وہ پوری بستی کی دولت کو سمیٹ لیتا ہے۔

تو بہر حال آپ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے شراب پی اور نشے کی حالت میں آیا '' لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا'' چالیس دن اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ آج افسوس کہ حرام اشیاء کے نام تبدیل کر کے انہیں حلال کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، سنن نسائی کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَشْرَبُ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا. ❶

ترجمہ: میری امت میں چند لوگ شراب پئیں گے اور اُس کا نام تبدیل کر دیں گے۔

یاد رہے کہ نام تبدیل کرنے سے ماہیت اور حکم نہیں بدلتا، اب اگر معاذ اللہ کوئی شراب کو دودھ کہے، یا کوئی بد بخت خنزیر کا نام بکرا رکھ دے، تو وہ خنزیر بکرا نہیں بنتا، کوئی رشوت کا نام چائے پانی رکھ دے تو اس کا استعمال درست نہیں ہوتا، جسے شریعت نے حرام کیا ہے وہ حرام ہے، تو بہر حال شراب پینا بہت بڑا گناہ ہے اس سے انسان کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

---

❶ سنن النسائی: كتاب الأشربة، منزلة الخمر، رقم الحديث: ٥٦٥٨

۱۳۱......نماز میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا، اگر ایک آدمی کی شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹک رہی ہے تو یہ وہ گناہ ہے جو انسان کے اعمال کو ضائع کر دیتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يُصَلِّي مُسْبِلًا إِزَارَهُ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ فَذَهَبَ فَتَوَضَّا فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ أَمَرْتَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ، فَقَالَ: إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ مُسْبِلٌ إِزَارَهُوَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ إِزَارَهُ. ❶

ترجمہ: کہا: ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس کے پائنچے اس کے ٹخنوں سے نیچے لٹک رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ، اور وضو کر کے آؤ، وہ چلا گیا وضو کر کے آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا اے اللہ کے رسول! آپ نے اس کو وضو کرنے کا کیوں فرمایا، (حالانکہ وہ تو پہلے سے پاک تھا باوضو تھا؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس نے نماز پڑھی اس حال میں کہ اس کے پائنچے اس کے ٹخنوں سے نیچے لٹک رہے تھے، اللہ اس نماز کو قبول نہیں کرتا جس نماز میں انسان کے پائنچے اس کے ٹخنوں سے نیچے لٹک رہے ہوں۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ وضو کر کے آؤ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ گناہ ہے کہ امام الانبیاء اس گناہ کی وجہ سے وضو کے اعادہ کا حکم بھی دے رہے ہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ گناہ کبیرہ میں سے ہے، اور اس کی وجہ سے نماز جیسی عبادت قبول نہیں ہوتی، یعنی اعمال کو ضائع کرنے والا گناہ ہے۔ آج کل ایک فیشن بنتا جا رہا ہے عورتوں کے

---

❶ سنن أبي داود: كتاب الصلاة، باب الإسبال في الصلاة، رقم الحديث: ٦٣٨

پائنچے اوپر جارہے ہیں مردوں کے نیچے آرہے ہیں، یعنی ہر وہ فیشن جو غیروں کی طرف سے آتا ہے جو قرآن وسنت کے خلاف ہوتا ہے، آج اسی کو لیا جارہا ہوتا ہے، اور وہ بہت جلد معاشرے میں پھیل جاتا ہے۔

ہمیں یہود ونصاریٰ کے طریقوں پر نہیں چلنا، ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر چلنا ہے، وضع قطع، لباس، طرزِ زندگی اور گفتگو میں غیروں کی نقالی نہیں کرنی ہے۔ ہمارا دین کامل اور مکمل ہے، ہمارے لیے یہ آئیڈیل نہیں ہمارے لیے آئیڈیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی ہے، اور خواتین کے لیے آئیڈیل امام الانبیاء کی ازواج اور بیٹیاں ہیں، صحابیات کی زندگیاں ہیں، جنہوں نے نہایت عفّت و پاک دامنی میں زندگی گزاری ہے۔

یہود ونصاری کے طریقے پر چلنا اور انہیں دوست بنانے سے شریعت نے منع کیا، قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ﴾ (المآئدة: ۵۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست مت بناؤ۔

آج غیروں کی دیکھا دیکھی باریک اور تنگ لباس کا رواج ہورہا ہے، حالانکہ لباس کا مقصد جسم کو چھپانا ہے اور یہ زینت کا ذریعہ ہے:

﴿يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا﴾ (الأعراف: ۲۶)

ترجمہ: ہم نے تمہارے لیے لباس اتارا تاکہ وہ تمہاری شرمگاہ کو چھپائے، اور زینت کا ذریعہ بنے۔

آج کا لباس چھپا نہیں رہا، شرمگاہ کو ظاہر کررہا ہے، جینٹس کی پینٹ پہنی جاتی ہے، تنگ لباس ہوتا ہے اور دوسرے کو اس کے جسم کی ساخت نظر آتی ہے، ایسا آدمی اگر سجدے میں جا

رہا ہے، نماز پڑھ رہا ہے پچھلی صف والوں کی نظر اس کے اعضاءِ مستورہ پر پڑ رہی ہوتی ہے، آج دیکھیں! آٹھ سے دس سال کی بچی کا لباس آپ تلاش کرنے چلے جائیں اور کہیں کہ مکمل بازو والا لباس ہو تو آپ کو بمشکل ملے گا۔ میری بیٹی ہے، بارہ سال عمر ہے، اس کا لباس خریدنے کے لیے گیا، آٹھ سے دس دوکانوں پر چکر لگایا کہ ایسے کپڑے ہوں کہ مکمل آستین ہو، اور کشادہ ہوں، دوکاندار کہنے لگا: مولوی صاحب! آج نیا فیشن آ گیا، یہ پرانا لباس تھا ابھی نہیں ملتا، اگر آپ نے بنانا ہے کپڑا خرید کر خود بناؤ، بنے ہوئے سوٹ ایسے نہیں آتے، یعنی آج غیروں نے فحاشی وعریانی اتنی عام کر دی ہے اور اسی وجہ سے تو معاذ اللہ! آج بچیوں کے ساتھ بدکاری کے واقعات پیش آتے ہیں، انہیں تنگ لباس پہنا دیا جاتا ہے، نیم برہنہ لباس پہنایا جاتا ہے، بازاروں میں گھمایا جاتا ہے، پردے کا اہتمام نہیں ہوتا، اسی وجہ سے ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ جن گھروں میں مکمل لباس ہوتا ہے، پردے کا اہتمام ہوتا ہے، مسلمان اللہ رسول کے احکامات پر چلتا ہے، اللہ رب العزت ان کی عزت وعفّت کی حفاظت کرتا ہے، اور جہاں وہ دین کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں پھر ایک وقت آتا ہے کہ سرعام پورے معاشرے میں ذلیل ورسوا ہو جاتے ہیں، جو اللہ کے حکم کی اتباع اور اطاعت نہیں کرتا پھر اللہ بھی اسکی عزت کی لاج نہیں رکھتا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ گناہوں میں ایک گناہ پائنچے ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ہے، یہ گناہ بھی بڑھتا جا رہا ہے، آج کل پینٹیں ہوتی ہیں وہ نیچے لٹک رہی ہیں، شلوار ہے وہ نیچے لٹک رہی ہے، اس سے بچنا چاہیے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ، قُلْنَا: مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَدْ خَابُوا وَخَسِرُوا؟ فَقَالَ: اَلْمَنَّانُ،

وَالْمُسْبِلُ إِزَارَهُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ. ❶

ترجمہ: تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو ان سے مہربانی وعنایت کا کلام کرے گا، نہ بنظر رحمت وعنایت ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا، اور ان تینوں کے لیے دردناک عذاب ہے، حضرت ابوذر نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! خیر و بھلائی سے محروم اور گھاٹے میں رہنے والے وہ کون شخص ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک تو پائنچے لٹکانے والا، دوسرا کسی کو کوئی چیز دے کر احسان جتانے والا، اور تیسرا جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی تجارت بڑھانے والا۔

تشریح: ہمارے زمانے میں جو لوگ شلوار، پاجامہ، تہبند ٹخنوں سے نیچے رکھنے کے عادی ہیں، وہ اس فعل کو موجبِ افتخار سمجھتے ہیں اور ٹخنوں سے اُونچا رکھنے میں خفت محسوس کرتے ہیں، سخت غلط فہمی ہے، خوب سمجھ لیں! کہ ٹخنے کھولنا صرف نماز ہی میں ضروری نہیں، بلکہ جب کھڑے ہوں یا چل رہے ہوں تو ٹخنے کھلے رکھنا ضروری ہے ورنہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سفیان بن سہل رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

يَا سُفْيَانَ بْنَ سَهْلٍ لَا تُسْبِلْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْبِلِيْنَ. ❷

ترجمہ: اے سفیان بن سہل پائنچے ٹخنوں سے نیچے مت لٹکاؤ، یقیناً اللہ رب العزت پائنچے (وتہبند) نیچے لٹکانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اس کا منشا تکبر کے سوا کیا ہے، بلکہ سنتِ نبوی کو حقارت کی نظر سے دیکھنے میں تو گناہ سے بڑھ کر سلبِ ایمان کا اندیشہ ہے۔ شلوار، پاجامہ،

---

❶ صحیح مسلم: كتاب الإيمان، باب غلظ تحريم إسبال الإزار، رقم الحديث: ۱۰۶

❷ سنن ابن ماجه: كتاب اللباس، باب موضع الإزار أين هو، رقم الحديث: ۳۵۷۴

تہبند قصداً ٹخنوں سے نیچے رکھنا، اس کو موجبِ فخر سمجھنا اور اس کے خلاف کرنے کو عار اور ذِلت سمجھنا گناہِ کبیرہ ہے، ہاں! کبھی بلا قصد ایسا ہو جائے تو گناہ نہیں۔

اور اگر بالفرض اس کو صغیرہ بھی فرض کر لیا جائے تب بھی گناہِ صغیرہ اصرار کے بعد کبیرہ بن جاتا ہے، چنانچہ مشہور مقولہ ہے:

لا صغيرة مع الإصرار، ولا كبيرة مع الاستغفار.

یعنی گناہ پر اِصرار کرنے کی وجہ سے صغیرہ گناہ، کبیرہ بن جاتا ہے، اور اِستغفار کے بعد کبیرہ گناہ باقی نہیں رہتا۔

جو لوگ شلوار، پاجامہ وغیرہ ٹخنوں سے نیچے پہنتے ہیں، ان کا اس گناہ پر اِصرار تو واضح ہے، اس لیے اِصرار کے بعد یہ گناہ یقیناً گناہِ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں اس شخص کی کوئی اہمیت نہیں

امام بزار رحمہ اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ قریش کا ایک آدمی حلقے میں مٹکتا ہوا آیا، جب اُٹھ کر گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا بُرَيْدَةُ! هٰذَا مِمَّنْ لا يُقِيمُ اللّٰهُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا①.

ترجمہ: اے بریدہ! یہ ایسا شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔

تہبند اوپر کرنے کے دو فائدے

حضرت ابن مطر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد سے نکل کر جا رہا تھا کہ پیچھے سے کسی نے آواز دی:

---

①مسند البزار: مسند بريدة بن الحصيب، ج ١٠ ص ٣٢٣

اِرْفَعْ إِزَارَکَ.

تہبند اوپر کیجئے۔

فَإِنَّهُ أَتْقَى لِرَبِّکَ، وَأَنْقَى لِثَوْبِکَ.

ترجمہ: اس میں تیرے دل اور تقویٰ کی بھی حفاظت ہے اور تیرے کپڑے کی بھی حفاظت ہے۔

میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو کسی نے بتلایا کہ یہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ❶

حضرت عمر کا زخمی حالت میں بھی اِس فعل پر نکیر کرنا

حضرت عمر رضی اللہ تعالی زخمی ہیں، جسم سے مسلسل خون بہہ رہا ہے، اور زخم اتنے گہرے تھے کہ آپ جو پانی یا دودھ پیتے تھے، وہ آپ کے زخم سے نکل آتا تھا، اس زخمی حالت میں ایک نوجوان آپ کی عیادت کے لیے آیا، آپ نے دیکھا کہ اس کے پائنچے نیچے لٹک رہے تھے، آپ نے فوراً اس بیماری کی حالت میں فرمایا:

يا ابن أخي ارفع ثوبک فإنه أبقى لثوبک و اتقى لربک. ❷

یعنی صحابہ بیماری کی حالت میں ہوتے، تکلیف میں ہوتے تب بھی منکر کام کو دیکھ کر فوراً نکیر کرتے، ہم منکر کو دیکھتے ہیں منع نہیں کرتے، اپنا بیٹا ہے پائنچے ٹخنوں سے نیچے لٹکا رہا ہے کبھی منع نہیں کریں گے، اپنا بیٹا داڑھی کاٹ رہا ہے کبھی روکیں گے نہیں، اپنا بیٹا ہے ساری رات انٹرنیٹ، کیبل پر گزار رہا ہے کبھی منع نہیں کرتے، اپنی بیٹی ہے موبائل پر غیروں سے تعلقات ہیں دیکھ رہے ہیں تنبیہ نہیں کرتے، یہاں تو انسان کا بس چلتا ہے اور یہ مسئول ہے،

---

❶ السنن الكبرى للبيهقي: كتاب آداب القاضي، ج١٠ ص ١٨٤، رقم الحديث: ٢٠٢٩٣

❷ صحيح البخاري: كتاب المناقب، باب قصة البيعة، رقم الحديث: ٣٧٠٠

حدیث میں آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ، فَالْإِمَامُ الَّذِیْ عَلَی النَّاسِ رَاعٍ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ، وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَوَلَدِہٖ وَھِیَ مَسْئُوْلَۃٌ عَنْھُمْ، وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰی مَالِ سَیِّدِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْہُ. اَلاَ فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ ❶

ترجمہ: خبردار! تم میں سے ہر شخص (اپنے ماتحتوں کا) نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیّت (یعنی جو اس کے ماتحت نگرانی میں ہیں) ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پس امام (یعنی امیر المؤمنین سب سے بڑا صاحبِ اقتدار) نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا، اور مرد اپنے گھر والوں کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا، اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی نگران ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اور غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اور اس کے بارے میں اس سے سوال ہوگا۔ پھر آخر میں فرمایا: تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور تم میں ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔

ہر ایمان والے کو حکم ہے کہ اپنے آپ کو بھی جہنم کی آگ سے بچائے اور اپنے اہل وعیال کو بھی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ (التحریم: ٦)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو بھی جہنم سے بچاؤ۔

دیکھیں! آج اگر بچہ دنیا کا نقصان کردے کتنا غصہ کرتے ہیں، بچہ سے اگر ایک کپ

---

❶ صحیح البخاری: کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن، رقم الحدیث: ۸۹۳

ٹوٹ جائے، ایک گلاس ٹوٹ جائے، کیا قیمت ہوگی دس پندرہ روپے، تو ماں بھی غصہ کرتی ہے، ڈانٹتی ہے، باپ بھی غصہ کرتا ہے، بسا اوقات مارتا بھی ہے، حالانکہ معمولی نقصان ہوا ہے، نماز نہیں پڑھ رہا کبھی کوئی باپ نہیں کہتا، بیٹا! تو نے نماز نہیں پڑھی، بیٹا حرام کھا رہا ہے کبھی نہیں کہیں گے کہ بیٹا! اس سے بچو، سود کی نوکری نہ کرو، رشوت نہ لو، حرام سے بچو، حلال کی نوکری کرو، آج باپ بیٹے کو اس کی تلقین نہیں کرتا۔ باپ اس وجہ سے ناراض ہوسکتا ہے کہ اگر بیٹا حرام کھا رہا ہے میں تیری کمائی کو نہیں لوں گا جب تک تو حلال پر نہ آئے، والد یہ اپنی خواہش رکھ سکتا ہے، جیسے یہ خواہش بیس ہزار خرچہ نہیں دے گا تو گھر میں نہیں رہے گا۔ یہ بھی تو کبھی شرط لگا لو پانچ نمازیں نہیں پڑھے گا تو گھر میں نہیں رہے گا مقصود تنبیہ ہو، اس طرح کہنے سے دین پر پابندی آسان ہوتی ہے، اُنہیں معلوم ہوتا ہے ہمارے والد ہمارے اوپر اس معاملہ میں سختی رکھتے ہیں، تو شریعت کا مزاج یہ ہے، دین بھی چاہتا ہے کہ اگر ایک بچہ دس سال کی عمر کو پہنچ کر نماز نہ پڑھے تو والد کو مارنے کی بھی اجازت ہے:

مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا، وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ. ❶

ترجمہ: سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو، دس سال میں پہنچے نماز نہ پڑھے تو انہیں مارو، اوران کے بستروں کو الگ کرو۔

لڑکا لڑکی کو ایک بستر پر نہ سلاؤ، آج معاذ اللہ! بھائی بہن ایک بستر پر سو رہے ہوتے ہیں، لڑکا لڑکی ایک ساتھ سوتے ہیں تو نازیبا واقعات، زنا کے واقعات سننے میں آ رہے ہیں، یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ یہ موبائل، فحاشی وعریانی، انٹرنیٹ، کیبل، بے پردگی کی وجہ سے ہوا! اس لیے والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو الگ الگ سلائیں، اور بالغ ہوتے ہی فوراً نکاح کردیں۔

---

❶ سنن أبي داود: كتاب الصلاة، باب متى يأمر الغلام بالصلاة، رقم الحديث: ۴۹۵

تو بہر حال گناہوں میں ایک گناہ پائنچوں کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ہے، یہ وہ گناہ ہے جو نیک اعمال کو ضائع کر دیتا ہے۔

۳۲......غیر والد کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا

وہ آدمی جو اپنا نسب تبدیل کرے، اپنے والد کے علاوہ دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے، والد کوئی اور ہے اور وہ دوسروں کو اپنا والد بتا رہا ہے، اپنے شناختی کارڈ، اپنے تعارف میں دوسرے کا نام لکھے، اپنے والد کا نام نہ لکھے، اور قصداً غیر والد کی طرف اپنی نسبت کرے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے متعلق فرمایا:

وَمَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا، وَلَا عَدْلًا. ①

ترجمہ: جس نے اپنا نسب تبدیل کیا اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام انسانوں کی لعنت، اس کا نہ فرض قبول ہوگا نہ نفل۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے آدمی پر جنت حرام ہے:

مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ. ②

ترجمہ: جو اپنی نسبت کرے غیر والد کی طرف، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا والد نہیں ہے، تو ایسے آدمی پر جنت حرام ہے۔

زمانہ جاہلیت میں یہ ایک عام برائی تھی کہ لوگ اپنے اصل باپ سے اپنے نسب کا انکار کر کے دوسروں کو اپنا باپ قرار دیتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برائی سے منع فرمایا۔

---

① صحيح مسلم: كتاب الطلاق، باب تحريم تولي العتيق غير مواليه، رقم الحديث: ۱۳۷۰

② صحيح البخاري: كتاب الفرائض، باب من ادعى إلى غير أبيه، رقم الحديث: ٦٧٦٦

غیر کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا کفر ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ اَبِيهِ فَهُوَ كُفْرٌ. ①

اپنے باپوں سے اعراض نہ کرو، اس لیے کہ اپنے باپ سے اعراض کرنا (اور غیر کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا) کفر ہے۔

اس بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ جان بوجھ کر اصل باپ کی بجائے کسی غیر شخص سے اپنا نسب قائم کرنا حرام ہے اور اگر کسی شخص نے غیر شخص سے اپنا نسب قائم کرنے کو مباح جانا اور اس کا عقیدہ رکھا تو وہ کافر ہو جائے گا، کیونکہ ایسی چیز کے حلال ومباح ہونے کا عقیدہ رکھنا جس کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے کفر ہے، اس صورت میں حدیث کے الفاظ ''فقد کفر'' اپنے حقیقی معنی پر محمول ہوں گے اور اگر کرنے والا مباح ہونے کا یقین نہیں رکھتا تو اس صورت میں کفر کے دو معنی ہوں گے، ایک تو یہ کہ اس شخص نے کفار کے فعل کی مشابہت اختیار کی، دوسرے یہ کہ اس نے کفرانِ نعمت کیا ہے۔

ایک اہم مسئلہ

یہاں ایک بات اور مسئلہ سمجھ لیں کہ بعض لوگ اپنے کسی قریبی سے یا ایدھی سینٹر وغیرہ سے بچہ لے لیتے ہیں، پھر وہ نام لکھتے وقت اپنا نام اس کے ساتھ لکھتے ہیں، اس کے حقیقی والد کا نام نہیں لکھتے یہ جائز نہیں، اس کا جو حقیقی والد ہے جب معلوم ہے تو اس لیے بچے کا اگر شناختی کارڈ بنے گا، یا بچے کا تعارف کہیں ہوگا تو اس میں اس کے حقیقی والد کا نام لکھا جائے گا۔ قرآنِ کریم میں ہے:

---

① صحیح مسلم: کتاب الإیمان، باب بیان حال إیمان من رغب عن أبیه وهو یعلم، رقم الحدیث: ٦٢

﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ (الأحزاب: ٥)

ترجمہ: تم ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے اپنے باپوں کے نام سے پکارا کرو۔ یہی طریقہ اللہ کے نزدیک پورے انصاف کا ہے۔

ادعوهم لآباء هم يعنى انسبوهم إلى آبائهم الذين خلقوا من نطفهم. ①

اسی طرح آج کل لوگ صدیقی، فاروقی اور عباسی وغیرہ القاب لگا لیتے ہیں، اگر کسی آدمی کا ان حضرات سے سلسلہ نسب ثابت ہے تو پھر اس کی لیے اپنے نام کے ساتھ ان القاب کو لگانا درست ہے، اور اگر سلسلہ نسب ان حضرات سے ثابت نہیں ہے پھر اپنے نام کے ساتھ ان القاب کا لگانا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی ادارے یا کسی کے ساتھ اصلاحی تعلق یا عقیدت کی وجہ سے نسبت لگا رہے ہیں، مقصود نسبی اعتبار سے نسبت نہیں ہے تو یہ جائز ہے۔ اسی طرح ایسی قوموں اور زبانوں کی طرف اپنی نسبت کرنا، حالانکہ وہ اس میں سے نہ ہو تو یہ دھوکہ ہے جو جائز نہیں۔

بہر حال جو آدمی اپنا نسب تبدیل کرے گا، اپنے والد کے علاوہ دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے آدمی پر جنت حرام ہے اور ایسے آدمی پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اور نہ ایسے آدمی کی فرض عبادت قبول ہوگی نہ نفل۔ اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

---

① التفسير المظهرى: سورة الأحزاب تحت هذه الآية، ج٧ ص ٢٨٤

۳۳......حرام کھانا

حرام کھانا یہ وہ گناہ ہے جو نیک اعمال کو ضائع کر دیتا ہے، جو لوگ حرام کھانے میں زندگی گزارتے ہیں، اللہ تعالی ان کی عبادت قبول نہیں کرتا، یہ لوگ اللہ سے مانگتے ہیں، لیکن رب العالمین اِنہیں عطا نہیں کرتا، دعائیں کرتے ہیں لیکن قبول نہیں ہوتیں، حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا﴾. (المؤمنون: ۵۱)

اللہ پاک ہے پاک چیز کو قبول کرتا ہے، اللہ نے ایمان والوں کو اس چیزوں کا حکم دیا جس کا اللہ نے نبیوں کو حکم دیا کہ اے رسولوں کی جماعت! تم حلال کھاؤ اور نیک اعمال کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا تذکرہ کیا۔

ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ، يَا رَب وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَام فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟ ①

لمبا سفر کر کے آتا ہے، غبار آلود ہوتا ہے، جسم پراگندہ ہوتا ہے، اس کے بالوں میں گرد وغبار رہوتا ہے، ہاتھ پھیلاتا ہے آسمان کی طرف دعا کرتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! اس کا کھانا حرام کا ہوتا ہے، اور اس کا پینا حرام کا ہوتا ہے، اس کا لباس حرام کا ہوتا ہے، اس کی غذا حرام کی ہوتی ہے، تو اللہ پھر ایسے لوگوں کی دعائیں قبول نہیں کرتا۔

---

① صحيح مسلم: كتاب الكسوف، باب قبول الصدقة من الكسب الطيّب، رقم الحديث: ۱۰۱۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

يَا كَعْبُ بْنَ عُجْرَةَ، إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ اَلنَّارُ أَوْلَى بِهِ. ❶

ترجمہ: وہ گوشت جس نے حرام مال سے پرورش پائی ہے جنت میں داخل نہیں ہوگا اور جو گوشت یعنی جو جسم حرام مال سے نشو ونما پائے وہ دوزخ کی آگ ہی کے لائق ہے۔

اس لیے انسان حلال پہ زندگی گزارے اپنے آپ کو حرام سے بچائے، حرام کا ایک لقمہ پیٹ میں جاتا ہے تو ''**لَمْ تُقْبَلْ صَلَاتُهُ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً**'' انسان کی چالیس دن کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ جب نماز قبول نہ ہو تو دیگر عبادات کیسے قبول ہوں گی، اس لیے رزقِ حلال کا بڑا اہتمام کرنا چاہیے۔

حرام مال سے صدقہ اللہ قبول نہیں کرتا

لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةً بِغَيْرِ طُهُورٍ وَلَا صَدَقَةً مِنْ غُلُوْلٍ. ❷

ترجمہ: اللہ تعالیٰ وضو کے بغیر نماز کو اور مالِ غنیمت میں خیانت یعنی حرام مال سے صدقہ کو قبول نہیں کرتا۔

حضرت ابوبکر صدیق کا قے کرنا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ لِأَبِي بَكْرٍ غُلَامٌ يُخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَأْكُلُ مِنْ خَرَاجِهِ، فَجَاءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ فَأَكَلَ مِنْهُ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ لَهُ الغُلَامُ: أَتَدْرِي مَا هَذَا؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِإِنْسَانٍ فِي الجَاهِلِيَّةِ، وَمَا أُحْسِنُ الكِهَانَةَ، إِلَّا أَنِّي خَدَعْتُهُ، فَلَقِيَنِي

---

❶ مسند أحمد: مسند جابر بن عبد اللّٰه، ج۲۲ ص۳۳۲، رقم الحديث: ۱۴۴۴۱

❷ صحيح مسلم: كتاب الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة، رقم الحديث: ۲۲۴

فَأَعْطَانِی بِذَلِکَ، فَهَذَا الَّذِی أَکَلْتَ مِنْهُ، فَأَدْخَلَ أَبُو بَکْرٍ یَدَهُ، فَقَاءَ کُلَّ شَیْءٍ فِی بَطْنِهِ. ①

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کے پاس ایک غلام تھا، جو کمائی میں ایک مقررہ حصہ حضرت ابوبکر صدیق کو دیا کرتا تھا، (جیسا کہ اہلِ عرب کا معمول تھا کہ وہ اپنے غلاموں کو کمائی پر لگا دیا کرتے تھے اور ان کو حاصل ہونے والی اجرت میں سے کوئی حصہ اپنے لیے مقرر کر لیا کرتے تھے) چنانچہ حضرت ابوبکر اس غلام کی لائی ہوئی چیز کو کھا لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ غلام کوئی چیز لایا جس میں سے حضرت ابوبکر صدیق نے بھی کھایا، ان کے کھانے کے بعد غلام نے کہا کہ: آپ جانتے بھی ہیں کہ یہ کیسی چیز ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا: مجھے کیا معلوم، تم ہی بتاؤ یہ کیسی چیز ہے؟ غلام نے کہا کہ: میں ایامِ جاہلیت میں (یعنی اپنی حالتِ کفر میں) ایک شخص کو غیب کی باتیں بتایا کرتا تھا، حالانکہ میں کہانت کا فن (یعنی پوشیدہ باتیں بتانے کا فن) اچھی طرح نہیں جانتا تھا، بلکہ میں اس کو (غلط سلط باتیں بنا کر) فریب دیا کرتا تھا (اتفاقاً آج) اس شخص سے میری ملاقات ہو گئی تو اس نے مجھے یہ چیز دی، یہ وہی چیز تھی جو آپ نے کھائی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں:

فَأَدْخَلَ أَبُو بَکْرٍ یَدَهُ، فَقَاءَ کُلَّ شَیْءٍ فِی بَطْنِهِ.

(یہ سنتے ہی) حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے منہ میں ہاتھ ڈال کر قے کر دی اور جو کچھ پیٹ میں تھا (از راہِ احتیاط) سب باہر نکال دیا۔

دیکھیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کتنی احتیاط ہے کہ فوراً قے کر دی، یہ لوگ حرام تو دور کی بات مشتبہ چیزوں سے بھی بچتے تھے۔

---

① صحیح البخاری: کتاب المناقب، باب أیام الجاهلیة، رقم الحدیث: ۳۸۴۲

حضرت عمر نے حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ أَنَّهُ قَالَ: شَرِبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَبنًا فَأَعْجَبَهُ قَالَ: لِلَّذِي سَقَاهُ: مِنْ أَيْنَ لَكَ هٰذَا اللَّبَنُ؟ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ وَرَدَ عَلَى مَاءٍ قَدْ سَمَّاهُ، فَإِذَا نَعَمٌ مِنْ نَعَمِ الصَّدَقَةِ، وَهُمْ يَسْقُونَ، فَحَلَبُوا لِي مِنْ أَلْبَانِهَا، فَجَعَلْتُهُ فِي سِقَائِي، وَهُوَ هٰذَا، فَأَدْخَلَ عُمَرُ يَدَهُ، فَاسْتَقَاهُ. ❶

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم (جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے) کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت عمر بن خطاب نے دودھ پیا تو اُن کو ذائقہ عجیب معلوم ہوا، انہوں نے اس شخص سے جس نے دودھ لاکر پلایا تھا پوچھا کہ یہ دودھ تمہیں کہاں سے ملا؟ تو اس نے بتایا کہ میں پانی کے ایک چشمے یا کنویں پر گیا تھا (اس نے چشمے یا کنویں کا نام بھی بتایا) وہاں میں نے دیکھا کہ زکوٰۃ کے کچھ جانور ہیں اور ان کے نگران ان کا دودھ نکال کر لوگوں کو پلا رہے ہیں، چنانچہ انھوں نے میرے لیے بھی دودھ دوہا جو میں نے لے کر اپنی مشک میں ڈال دیا یہ وہی دودھ تھا۔ حضرت عمر نے (اپنے حلق میں) ہاتھ ڈال کر قے کر دی (اور اس دودھ کو پیٹ سے باہر نکال دیا کیونکہ وہ زکوٰۃ کا مال تھا جو ان کے لیے جائز نہ تھا۔)

جب زندگی حلال پر گزرتی ہے تو حرام یا مشتبہ لقمہ منہ میں رکھیں تو ذائقہ سے محسوس ہو جاتا ہے کہ یہ حرام ہے، یہ تب ہوتا ہے کہ جب ساری زندگی رزقِ حلال میں گزر جائے، تو پھر معدہ بھی حرام کو قبول نہیں کرتا۔ چونکہ آج حرام کھاتے کھاتے زندگی گزر گئی اس لیے یہ نعمت چھن گئی، اور حلال وحرام کی تمیز بھی ختم ہوگئی۔

---

❶ شعب الإیمان: المطاعم والمشارب وما یحب التورع عنه منها، الفصل الثالث، ج۷ ص ۱۲ ۵، رقم الحدیث: ۵۳۸۷

حرام اور مشتبہ مال سے بچیں

جو شخص کسی کسب مثلاً تجارت وغیرہ کا پیشہ اختیار کرے تو اس پر فرض ہے کہ وہ صرف حلال اور جائز مال کمائے، حرام سے کلیۃً اجتناب کرے اور اپنے پیشے وہنر میں احکام شرعی کی رعایت بہرصورت ملحوظ رکھے، نیز اپنے پیشہ میں تمام تر محنت وجدوجہد کے باوجود اللہ کی ذات پر توکل واعتماد رکھے کہ رزاق مطلق صرف اللہ تعالیٰ اور کسب محض ایک ظاہری وسیلہ کے درجہ کی چیز ہے، اپنے پیشے وکسب کو رزاق ہرگز نہ سمجھے، کیونکہ یہ شرک خفی ہے۔

بعض لوگ حرام مال کی بڑی تعداد سے تو پرہیز کرتے ہیں، لیکن قلیل مقدار میں احتیاط نہیں کرتے، حالانکہ حرام مال کی قلیل ترین مقدار سے بھی اسی طرح اجتناب کرنا چاہیے جس طرح بڑی سے بڑی مقدار سے اجتناب ضروری ہے۔ اس بارے میں یہ احساس ہونا چاہیے کہ حرام مال کی وہ قلیل ترین مقدار بقیہ تمام حلال مال میں مل کر سارے مال کو مشتبہ بنا دیگی اور مشتبہ مال ومشتبہ پیشے کے بارے میں بھی یہ مسئلہ ہے کہ اس سے اجتناب ہی اولی ہے۔

ایک دیانت دار تاجر کا واقعہ

ابن خریف رحمہ اللہ اپنے والد کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد بڑے تاجر تھے، اور انہوں نے ایک شخص کو آگے رکھا تھا تجارت کے لیے، کہا: ایک دفعہ ایسا ہوا کہ کپڑے کے اندر ایک عیب تھا اور میرے والد نے جس کو آگے رکھا تھا انہوں نے اس کپڑے کو بھیج دیا اور انہوں نے کپڑے میں عیب نہیں بتایا، حضرت جب آئے پوچھا، تو انہوں نے کہا: میں تو بتانا بھول گیا۔ فرمایا: جاؤ، اُسے تلاش کرو، کہا: حضرت وہ تو بہت آگے چلا گیا ہوگا، میں کہاں تلاش کروں گا، کہا: تم مجھے حلیہ بتاؤ میں خود تلاش کرتا ہوں، انہوں نے حلیہ بتایا ابن خریف رحمہ اللہ کے والد تلاش کرنے کے لیے سواری پر خود نکل گئے، تلاش کرتے کرتے ایک جگہ پہنچ گئے، معلومات راستے پر لیتے رہے قافلہ گزرا ہے اس طرح کے لوگ تھے اتنی سواریوں

پہ تھے، جب وہاں پہنچے تو انہوں نے پوچھا جس آدمی نے سامان خریدا وہ کون ہے؟ بتایا گیا وہ فلاں ہے، اتفاق سے غیر مسلم تھا، انہوں نے کہا: تم نے جو سامان خریدا اُس سامان کے اندر کپڑوں میں یہ عیب موجود ہے، اس نے کہا کہ: اگر عیب ہے تو تم اتنی دور سے آئے مجھے بتانے کے لیے، کہا: ہاں، میں آیا ہوں اسلام حکم یہ دیتا ہے کہ کسی کو دھوکا نہ دو، کسی کو عیب دار چیز نہ دو، تو آپ کو یہ عیب والی چیز پہنچ گئی ہے، میں معافی چاہتا ہوں یا تو آپ کپڑا مجھے واپس کر دو، یا جو رقم دی ہے، میں آپ کو اس میں عیب کی وجہ سے رقم کچھ واپس کر دوں، اُس شخص نے کہا: جو دراہم میں نے دیے تھے، آپ کے اس تاجر کو وہ دراہم مجھے دو، تو انہوں نے دراہم دیئے، تو اس نے دراہم کو پھینک دیا اور اپنے جیب سے دوسرے دراہم نکال کر اس کو دے دیے۔ اُس نے کہا: تم نے یہ دراہم کیوں پھینکے، کہا: ان دراہم میں کھوٹ تھا، وہ نقلی دراہم تھے، جب تم نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا، اتنے دور سے عیب بتانے کے لیے آئے ہو تو میرے ضمیر نے گوارا نہیں کیا کہ میں تمہیں نقصان میں رکھوں، جب کہ تم میرے نفع کے لیے اتنی مشقت برداشت کر رہے ہو۔ اس لیے میں تمہیں ابھی اصلی دراہم دے رہا ہوں اِسے اپنے استعمال میں لائیں۔ ❶

جو دوسرے کو دھوکہ دیتا ہے وہ حقیقت میں اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہوتا ہے، اور سمجھتا ہے میں نے بڑی چالاکی کے ساتھ اسے دھوکہ دیا، اِسے پتا ہی نہ چلا۔ حالانکہ حقیقت میں وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہوتا ہے، دھوکے کی سزا اس نے بھگتنی ہے۔ ایسا مال عموماً نصیب نہیں ہوتا، مال چوری ہو جاتا ہے، چھن جاتا ہے بل زیادہ آ جاتا ہے، نقصان ہو جاتا ہے، بیماری اور پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، اُس نفع میں برکت نہیں ہوتی، اس واقعہ میں دیکھیں کہ اس نے اچھا سلوک کیا تو کھرے دراہم کا مالک بھی بن گیا اور اس غیر مسلم کی ہدایت کا ذریعہ بھی بن گیا۔

---

❶ خزینہ: ص ۱۹۵

حلال مال کی برکات

حرام سے بچنے اور حلال کے حاصل کرنے کے لیے قرآن کریم نے مختلف مقامات میں مختلف عنوانات سے تاکیدیں فرمائی ہیں۔ ایک آیت میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انسان کے اعمال واخلاق میں بہت بڑا دخل حلال کھانے کو ہے، اگر اس کا کھانا پینا حلال نہیں تو اس سے اخلاقِ حمیدہ اور اعمالِ صالحہ کا صدور مشکل ہے، ارشاد ہے:

﴿يَآاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ (المؤمنون: ۵۱)

ترجمہ: اے انبیاء کی جماعت! حلال اور پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، میں تمہارے اعمال کی حقیقت سے واقف ہوں۔

اس آیت میں حلال کھانے کے ساتھ عمل صالح کا حکم فرما کر اشارہ کر دیا ہے کہ اعمالِ صالحہ کا صدور جب ہی ہوسکتا ہے جبکہ انسان کا کھانا پینا حلال ہو، اس آیت میں اگرچہ خطاب انبیاء علیہم السلام کو ہے، مگر یہ حکم انھیں کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ سب مسلمان اس کے مامور ہیں۔

جب رزق حلال ہوگا تو اللہ پاک اس میں برکت ڈال دیں گے، برکت کے مفہوم کو سمجھانے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کو ذکر کیا جا رہا ہے کہ دیکھنے میں تو وہ چیز کم نظر آتی ہے لیکن جوں جوں استعمال کرتے جاؤ وہ بڑھتی جاتی ہے۔

جَو میں برکت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر کھانا مانگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آدھا وسق ''جَو'' عطا فرمائے (اس نے وہ جو لے کر گھر میں رکھ دیئے اور پھر) نہ صرف وہ شخص بلکہ

اس کی بیوی اور ان دونوں کے (ہاں آنے جانے والے) مہمان مستقل اس جو میں سے لے کر کھاتے تھے۔ (لیکن وہ جو ختم نہیں ہوتا تھا) یہاں تک کہ ایک دن اس شخص نے (باقی ماندہ) جو کو تول لیا (جس کا اثر یہ ہوا کہ) پھر وہ جو بہت جلد ختم ہو گئے، اس کے بعد وہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا (اور صورتِ حال عرض کی،) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**لَوْ لَمْ تَكِلْهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ** '' اگر تم اس جو کو نہ تولتے تو تم لوگ ہمیشہ اس جو میں سے لے کر کھاتے رہتے، ''**وَلَقَامَ لَكُمْ** '' اور (میری برکت کے سبب) وہ (جوں کا توں) تمہارے پاس باقی رہتی۔ ❶

کھجوروں میں برکت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (اکیس) کھجوریں لے کر آیا اور عرض کیا کہ: یارسول اللہ! خدا سے ان کھجوروں کے بارے میں برکت کی دعا فرما دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں کو اپنے ہاتھ میں لیا (یا یہ کہ ان کھجوروں پر اپنا ہاتھ رکھا) اور پھر میرے لیے ان کھجوروں میں برکت کی (اور ان کھجوروں کے کھانے میں کثرتِ خیر کی اور ان کے باقی رہنے کی) دعا فرمائی اور اس کے بعد فرمایا: ''**خُذْهُنَّ وَاجْعَلْهُنَّ فِي مِزْوَدِكَ هَذَا** '' لو، اور ان کھجوروں کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو ''**كُلَّمَا أَرَدْتَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا فَأَدْخِلْ يَدَكَ فِيهِ فَخُذْهُ** '' جب تم ان میں سے کچھ لینا چاہو تو توشہ دان میں اپنا ہاتھ ڈالو اور نکال لو، ''**وَلَا تَنْثُرْهُ نَثْرًا** '' اور اس توشہ دان کو جھاڑ کر کبھی خالی نہ کرنا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ان کھجوروں کو ایک توشہ دان میں رکھ لیا اور پھر

---

❶ **صحیح مسلم: كتاب الفضائل، باب معجزات النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، رقم الحدیث: ۲۲۸۱**

ان چند کھجوروں میں اتنی برکت دیکھی کہ اس توشہ دان سے نکال نکال کر) اتنے اتنے وسق کھجوریں خدا کی راہ میں خرچ کردیں، اور ہم (یعنی میرے دوست واحباب) ان کھجوروں میں سے کھاتے اور کھلاتے رہتے تھے، وہ توشہ دان میری کمر (پر بندھا رہتا تھا) کسی وقت الگ نہ ہوتا تھا، یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے دن وہ توشہ دان میری کمر سے گر پڑا (اور گم ہوگیا، پھر انہوں نے بہت تلاش کیا لیکن وہ نہ ملا۔) ①

بہر حال انسان کوشش کرے اپنی زندگی حلال پر گزارے، حرام سے بچے، حرام میں کثرت ہوتی ہے برکت نہیں ہوتی، حلال میں قلت ہوتی ہے لیکن اس میں برکت ہوتی ہے۔ رزق میں برکت کے لیے مغرب کی نماز کے بعد سورہ واقعہ کا اہتمام کریں۔ اور دن میں کسی وقت ''يَا رَزَّاقُ، يَا مُغْنِيُ، يا وَهَّابُ '' ۱۰۱ دفعہ پڑھیں، ان شاءاللہ اس سے رزق میں برکت ہوگی۔ اور ہر فرض نماز کے بعد گیارہ گیارہ دفعہ ''وَاللّٰهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ '' کا اہتمام کریں تو اللہ رب العزت اِس سے رزق کے دروازے کھول دیتا ہے۔ انسان کبھی حرام کی طرف نہ جائے ہمیشہ اللہ سے مانگتا رہے، رزق کے خزانے اللہ کے پاس ہیں، قرآنِ حکیم میں ہے:

﴿وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ﴾ (الذاريات: ۲۲)

ترجمہ: تمہارا رزق تو آسمان میں ہے وہ جو تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

ہمارا رزق آسمان میں ہے ہم تلاش کر رہے ہیں زمین میں، ہم زمین والوں کے در در پر جارہے ہیں کبھی ایک فیکٹری والے کے پاس، کبھی دوسرے کے پاس، ساری زندگی ان کو راضی کرتے ہیں وہ بھی راضی نہیں ہوتے، جو اللہ کو ناراض کرتا ہے مخلوق بھی اس سے راضی نہیں ہوتی، اور جو اللہ کو راضی رکھتا ہے اللہ مخلوق کے دلوں میں بھی اس کی محبت ڈال دیتا

---

①سنن الترمذی: أبواب المناقب، باب مناقب أبی ہریرہ، رقم الحدیث: ۳۸۳۹

ہے۔ حلال پر زندگی گزاریں، فقر و فاقہ برداشت کرلیں، روکھا سوکھا کھلائیں لیکن حرام کی طرف کبھی نہ جائیں۔ اللہ رب العزت سے ہمیشہ مانگتے رہیں، رزق کے خزانے اللہ کے پاس ہیں، ہمارے مانگنے میں کمی ہے، اللہ کی عطاء میں کمی نہیں۔

بہر حال حرام کھانا ایسا گناہ ہے جو انسان کے اعمال کو ضائع کر دیتا ہے اور دعاؤں کی قبولیت کے لیے مانع ہوتا ہے۔

۳۴...... قطع تعلقی کرنا

قطع تعلقی وہ گناہ ہے جس سے انسان کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ، وَيَوْمَ الْخَمِيسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا. ❶

ترجمہ: جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے پیر کے دن اور جمرات کے دن، ہر انسان کی اللہ مغفرت کر دیتا ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا، مگر ایک آدمی کے گناہ معاف نہیں ہوتے، یہ وہ شخص ہے کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان میں بغض وعداوت ہو، تو کہا جاتا ہے ان کو مہلت دو یہاں تک کہ یہ دونوں صلح کر دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا، انہیں مہلت دو یہاں تک کہ یہ صلح کر دیں۔

معلوم ہوا کہ پیر اور جمعرات کے دن انسان کے سب نیک اعمال قبول ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ مشرک کے علاوہ سب کے گناہ معاف کرتا ہے، لیکن جو اپنے بھائی سے دل میں

---

❶ صحيح مسلم: كتاب البر والصلاة والآداب، باب النهي عن الشحناء والتهاجر، رقم الحديث: ٢٥٦٥

بغض رکھے، اُسے مہلت دی جاتی ہے یہاں تک کہ صلح کرے، اگر وہ صلح نہیں کرتا تو اس کے گناہوں کی معافی نہیں ہوتی، تو بہرحال اگر کسی سے ناراضگی ہو تو انسان اللہ کی رضا کے لیے معاف کر دے۔ حدیث میں آتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ. ❶

ترجمہ: اگر کوئی آدمی کسی سے تین دن سے زیادہ ناراض ہوا اور اس حال میں اسے موت آ گئی، تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

اسی لیے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی کی شریعت میں اجازت نہیں، تو اگر کسی کی ناراضگی ہو اُسے چاہیے کہ آگے بڑھے، سلام میں پہل کرے، بات چیت کرے، اگر دوسرا جواب نہیں دیتا، قطع تعلقی کرتا ہے، تو وہ گناہ اس کے سر پر ہوگا اور انسان اس گناہ سے خود نکل جائے گا۔

ہم یہ سب وعیدیں سنتے ہیں، لیکن پھر بھی عمل نہیں کرتے، آج مسلمان رسم و رواج، غرور اور اپنی انا پر اتنا جھگڑا ہوا ہے وہ کہتا ہے میں اس کے دروازے پر جاؤں گا یہ تو گویا میرے لیے بڑی بدنامی ہے، میری ذلت ہے۔ یاد رکھیں کہ عزت اور ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے، کسی کے پاس جانے سے کوئی ذلیل نہیں ہوتا بلکہ تواضع کی وجہ سے اللہ اُس کی عزت کو بڑھا دیتا ہے، اصل عزت اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کے لیے ہے لیکن منافق لوگ اسے نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (المنافقون: ۸)

ترجمہ: عزت تو اللہ اور اللہ کے رسول، اور ایمان والوں کے لیے ہے، لیکن منافق لوگ نہیں جانتے۔

---

❶ سنن أبی داود: کتاب الأدب، باب فیمن یهجر أخاه المسلم، رقم الحدیث: ۴۹۱۴

اس لیے عزت اللہ کو راضی کرنے سے ملتی ہے۔ اگر ایک آدمی جو جھکتا ہے دوسرے کو جھکانے کے لیے تو اُسے خود جھکنا پڑتا ہے، دوسرے کو بلند کرنے کے لیے انسان خود بلند ہوتا ہے، دوسرے کا ہاتھ اوپر کرتا ہے تو اپنا بھی ہاتھ اوپر ہوتا ہے، جو دوسروں کو عزت دیتے ہیں، اللہ اُنہیں عزت دیتا ہے اور جو دوسروں کو جھکا دیتے اور گراتے ہیں وہ خود بھی پست ہوجاتے ہیں، دوسروں کو رسوا کرنے والا کبھی معاشرے میں عزت نہیں پاتا، اپنی ان نازیبا حرکات کی وجہ سے سب کی نگاہوں سے گر جاتا ہے۔

دو گناہوں کی سزا دنیا میں ملتی ہے

حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللَّهُ لِصَاحِبِهِ العُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الآخِرَةِ مِنَ البَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ. ①

ترجمہ: کوئی گناہ اس لائق نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے مرتکب کو بہت جلد دنیا ہی میں اسکا بدلہ یا عذاب دے اور آخرت میں بھی اس کے عذاب کو اس کے لیے جمع رکھے۔ مگر دو گناہ اس لائق ہیں اور وہ امام وقت کے خلاف بغاوت کرنا اور رشتہ ناتہ کو قطع کرنا۔

قطع تعلق کرنے والے کے اعمال قبول نہیں ہوتے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَعْمَالَ بَنِي آدَمَ تُعْرَضُ كُلَّ خَمِيسٍ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَلَا يُقْبَلُ عَمَلُ قَاطِعِ رَحِمٍ. ②

---

①سنن الترمذی: أبواب صفة القيامة، باب ما جاء في صفة أواني الحوض، باب، رقم الحديث: ۲۵۱۱

②مسند أحمد: مسند أبي هريرة، ج۱۶ ص ۱۹۱، رقم الحديث: ۱۰۲۷۲

ترجمہ: ہر جمعرات اور جمعہ کی رات بنی آدم کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، بس قطع رحمی کرنے والا کا عمل قبول نہیں کیا جاتا۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں صلہ رحمی کی اہمیت وفضیلت

قرآن کریم اور ذخیرہ احادیث میں قطع تعلقی سے منع کیا گیا ہے اور صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں سوہ نساء میں اللہ رب العزت نے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے:

﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِى تَسَاءَ لُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾

(النساء: ۱)

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو، اور رشتہ داریوں (کی حق تلفی سے) ڈرو، یقین رکھو کہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ. ❶

ترجمہ: جس شخص کو یہ بات خوش کرے کہ اللہ اس کے رزق میں برکت دے اور اللہ تعالی اس کی عمر میں برکت دے، اُسے چاہیے کہ صلہ رحمی کو قائم رکھے۔

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ. ❷

ترجمہ: جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے ناطے کو باقی رکھے، یعنی اپنے ناطے داروں اور عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کا معاملہ کرے۔

---

❶ صحيح البخاري: كتاب البيوع، باب من أحب البسط في الرزق، رقم الحديث: ۲۰۶۷

❷ صحيح البخاري: كتاب الأدب، باب إكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه، رقم الحديث: ۶۱۳۸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلَكِنِ الْوَاصِلُ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا. ❶

ترجمہ: کامل صلہ رحمی کرنے والا شخص وہ نہیں ہے جو بدلہ چکائے، بلکہ کامل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کی قرابت کو منقطع کیا جائے تو وہ اس قرابت کو قائم رکھے۔

صلہ رحمی سے کون سے رشتے مراد ہیں؟

قرآنِ کریم میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿**وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ**﴾ (النساء : ۱)

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو اور رشتہ داریوں (کی حق تلفی سے) ڈرو۔

(ارحام) یعنی خون کے رشتوں سے کیا مراد ہے؟ بعض لوگ رحم کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ماں باپ، بہن بھائی، دادا دادی، نانا نانی، خالہ پھوپھی وغیرہ صرف یہ خون کے رشتے ہیں، لیکن علامہ آلوسی رحمہ اللہ ''روح المعانی'' میں ''أَرْحَامُ'' کی تفسیر فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِالْاَرْحَامِ الْاَقْرِبَاءُ مِنْ جِهَةِ النَّسَبِ وَمِنْ جِهَةِ النِّسَاءِ. ❷

یعنی ارحام سے مراد وہ رشتے ہیں، جو نسب یعنی خاندان سے بنتے ہیں، جیسے: ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ اور وہ رشتے بھی ہیں، جو بیویوں کی طرف سے بنتے ہیں، جیسے: ساس سُسر وغیرہ، یہ سب بھی خون کے رشتوں میں شامل ہیں، ان کا حق ویسا ہی ہے،

---

❶ صحیح البخاری: کتاب الأدب، باب لیس الواصل بالمکافئ، رقم الحدیث: ۵۹۹۱

❷ روح المعانی: سورۃ النساء تحت هذه الآیة: ج ۲ ص ۳۹۶

جیسے اپنے ماں باپ کا، ان کے ادب واِکرام کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

قطع رحمی کی وجہ سے رحمتِ الٰہی سے محروم ہونا

صلہ رحمی کو قائم رکھیں، قطع تعلقی سے اجتناب کریں، صلہ رحمی کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

قَالَ اللّٰهُ: أَنَا الرَّحْمٰنُ، وَهِيَ الرَّحِمُ شَقَقْتُ لَهَا اِسْمًا مِنْ اِسْمِي مَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ. ❶

ترجمہ: اللہ تعالی فرماتے ہیں: میرا نام ''رحمٰن'' ہے، اور وہ چیز جو صلہ کو واجب کرتی ہے ''رحم'' ہے، اسی لیے میں نے اپنا ایک نام ''رحمٰن'' تجویز کیا ہے، پس جو اس کو ملائے گا یعنی صلہ رحمی کرے گا تو میں اس کو اپنی رحمت سے ہمکنار کروں گا، اور جو اس کو کاٹے گا میں اس کو اپنی رحمتِ خاص سے محروم رکھوں گا۔

رشتوں کو برقرار رکھیں، معمولی ناچاقی یا غصے کی وجہ سے رشتوں کی حرمت کو پامال نہ کریں، اگر کسی رشتے دار کی بے جا حرکات اور ناگوار گفتگو اور طرزِ عمل سے غصہ بھی آجائے تب بھی برداشت کریں، اس لیے کہ پہلوان وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے، بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔

اب جن کو بہت غصہ آتا ہے ذرا وہ اپنا مزاج درست کرلیں، کیسے؟ اپنے غصے کو روکیں، مزاج کو نرم بنائیں، تاکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرے۔ بے جا غصہ ہونا بڑے عیب کی بات ہے اور حلیم الطبع ہونا بہت بڑی خوبی ہے۔ اللہ رب العزت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان میں فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ﴾ (هود: ۷۵)

---

❶ سنن أبي داود: كتاب الزكاة، باب في صلة الرحم، رقم الحديث: ۱۶۹۴

یعنی ابراہیم علیہ السلام بڑے حلیم الطبع، رحیم المزاج، رقیق القلب تھے۔

یعنی طبیعت کے بڑے حلیم تھے، مزاج کے رحمت والے تھے اور دل کے نرم تھے۔ یہ ہیں صفات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی بیان فرمائیں۔ یہ تین صفتیں اپنے اندر پیدا کریں۔ دل میں برداشت کی طاقت ہو، مزاج میں شانِ رحمت غالب ہو اور دل نرم ہو۔

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا صلہ رحمی کو برقرار رکھنا

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (النور ۲۲)

اے ابوبکر صدیق! کیا تم کو یہ بات محبوب نہیں ہے کہ تم میرے اس بدری صحابی کو جو تمہارا رشتہ دار ہے اور غریب ہے، معاف کردو، اللہ تمہیں معاف کردے؟ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے ارادہ کیا تھا کہ اب کبھی اس رشتہ دار کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کروں گا، کچھ خیرات بھی نہیں دوں گا، بات چیت بھی نہیں کروں گا۔ اس آیت کے نازل ہوتے ہی صدیقِ اکبر نے فرمایا: اللہ کی قسم!

فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لِي. ①

ترجمہ: میں محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھے معاف کردے۔ اور پھر حضرت صدیق اکبر پہلے سے زیادہ ان کا خیال رکھنے لگے اور اُن کے ساتھ صلہ رحمی کو قائم رکھا۔

صلہ رحمی کیسے کی جائے؟

صلہ رحمی متعدد اُمور کے ساتھ کی جاسکتی ہے، جیسے: اُن کی زیارت اور اُن سے ملاقات

---

① تفسیر مجاهد: سورة النور، ج ۱ ص ۴۹۰

کی جائے، اُن کے اَحوال معلوم کیے جائیں، اُن کی خیریت معلوم کی جائے، اُن کے پاس ہدیہ پیش کر کے اُن کے مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے اُن کے ساتھ برتاؤ کرنا، اُن کے بڑوں کی تعظیم کرنا، اُن کے چھوٹوں اور کمزوروں کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرنا، اُن کے غریب محتاج کی حاجت براری کرنا، اور مالدار کے ساتھ نرمی برتنا، بذریعہ ٹیلی فون، خط، زبانی اور دیگر مختلف ذرائع سے اُن کی خیریت اور حال واَحوال معلوم کرلیا کریں۔ نیز خوشیوں میں شرکت، غموں وتکالیف میں ہمدردی ودُعا، خلوص وصفاءنیت، ناچاقی ونا اِتفاقی پیدا ہونے کی صورت میں صلح وصفائی کروانا، اوراُن کے ساتھ تعلق بنانے کی کوشش کرنا، اُن کے مریضوں کی عیادت کرنا، اُن کی دعوت قبول کرنا۔ اور صلہ رحمی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اُن کی اصلاح وہدایت پر حریص رہیں، بھلائی کا حکم دیں اور بدی سے منع کریں، صلہ رحمی کا یہ مذکورہ بالا طریقہ کار اُس صورت میں ہوگا جب رشتہ دار مسلمان نیک صالح، سلیم القلب صحیح الفکر لوگ ہوں۔

لیکن اگر خدانخواستہ کافر یا فاسق ہوں تو اُن کے ساتھ صلہ رحمی وعظ ونصیحت کے ذریعہ کی جائے، اور اِس سلسلے میں اپنی حد درجہ کوشش کرے، لیکن اِس کے باوجود بھی اگر اُن کی طرف سے کوئی التفات وتوجہ نظر نہ آئے اور اعراض وتکبر وعناد کا سامنا کرنا پڑے یا اُن کی ہدایت سے مایوس ہوجائے اور اپنی جان پر خوف پیدا ہو کہ اُن سے متاثر ہوجائے گا اور اُن کی صف میں شریک ہوجائے گا تو اَب اُن سے دُور ہوجائے، اور اُن کو چھوڑ دے، اور اُن کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ سے خوب خوب دُعائیں مانگے، شاید کہ آپ کی دُعاؤں سے اللہ تعالیٰ اُن کو ہدایت دے دے۔ پھر اگر اُن رشتہ داروں کی طرف سے کوئی موقع پائے اور اگر فرصتِ دعوت میسر آئے تو موقع ضائع نہ کرے، بار بار اُن کی دعوت کے سلسلے میں جائے۔

رشتہ داروں کو دعوت دینے کے سلسلے میں جس بات کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے،

وہ ہے حسن اخلاق کا مظاہرہ، دعوت میں نرم خوئی، حکمت اور عمدہ اسلوب اختیار کرنا، بحث ومباحثہ سے اجتناب کرنا، اِس لیے کہ بہت سے داعی حضرات خاندان وقبیلہ میں زیادہ اَثر و رُسوخ نہیں رکھتے، جس کے متعدد اَسباب ہیں، اُن ہی اَسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ مبلغین حضرات اِس جانب زیادہ توجہ نہیں دیتے اور اِس کا اہتمام نہیں کرتے، اگر اِس جانب بھی (شروع سے) مختلف اعلیٰ طریقوں سے کوشش کرتے تو رشتہ داروں کی دعوت میں ضرور کامیاب ہوتے، اور خاندان و قبیلے میں اَثر و رُسوخ والے بھی ہوتے، اِس کے علاوہ دیگر وہ اعمال اختیار کیے جائیں جن کے ذریعہ اُن کی محبت رشتہ داروں کے دلوں میں رچ بس جائے اور وہ اُن سے محبت کرنے لگیں، خاندان و قبیلے والوں کو بھی چاہیے کہ اپنے قبیلے کے داعی علماء حضرات کی عظمت کو بلند کریں اور اُن کی شان میں کسی بھی طرح سے گستاخی سے اجتناب کریں۔ جب خاندان اِس نہج پر چلیں گے تو یہ بات کوئی بعید نہیں کہ وہ ترقی کے مدارج اور فضیلت کے مراتب کو طے کرتے ہوئے بلندیوں کے اَوج پر پہنچ جائیں۔

صلہ رحمی باطن کی اچھائی، وسعتِ ظرف، حسن اَخلاق، وفاداری اور اَقرباء کے ساتھ اخلاص پر دلالت کرتی ہے، اِسی وجہ سے کہا گیا ہے جو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا تو آپ کے ساتھ کیسے اچھا سلوک کرسکتا ہے، جو اُن کا دفاع نہیں کرتا تو وہ آپ کا دفاع بھی نہیں کرسکتا۔ صلہ رحمی کی وجہ سے محبت بڑھتی ہے، اُلفت پھیلتی ہے، رشتہ دار ایک جسم کی مانند بن جاتے ہیں، پھر اُن کی زندگی آرام وسکون سے گزرتی ہے اور اُن میں خوشیاں بڑھ جاتی ہیں۔

انسان جب اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے، اور اُن کی عزت کرنے پر حریص رہتا ہے، تو پھر رشتہ دار بھی اُس کا اعزاز و اِکرام کرتے ہیں، اُس کی توقیر و تعظیم کرتے ہیں۔ اُسے اپنا سردار و قائد بنا کر خود اُس کے مددگار بن جاتے ہیں:

وَلَمْ اَرَ عِزًّا لِامْرِءٍ كَعَشِيْرَةٍ　　وَلَمْ اَرَ ذِلًّا مِثْلَ نَاْيٍ عَنِ الْاَهْلِ

ترجمہ: رشتہ داری سے زیادہ عزت آدمی کے لیے کوئی چیز نہیں اور رشتہ داروں سے دُوری اختیار کرنے سے زیادہ ذِلت نہیں دیکھی۔

آپس میں صلہ رحمی کرنے والوں کی عزت

آپس میں صلہ رحمی کرنے والے اور محبت واُلفت رکھنے والے کی عظمت وعزت کی جاتی ہے، اُن کے ذکرِ خیر کا چرچا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اُن کی ایک شان بن جاتی ہے، نہ اُنہیں کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے، اور نہ ہی کوئی اُن پر ظلم کرسکتا ہے، تو وہ معزز پڑوسی اور محفوظ قوم بن جاتے ہیں۔ بخلاف اُن کے جو قطع رحمی کرتے ہیں اور رشتہ داروں سے پیٹھ پھیرتے ہیں، وہ لوگ بے حیثیت اور ذلیل ہو کر رہ جاتے ہیں، اور اُن کو روز بروز ذِلت اور رُسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

قطع رحمی کا نتیجہ حزن وملال، حسرت وندامت اور اسی طرح کی دُوسری افسوس ناک چیزیں ہیں، اِس میں غور کرنا قطع رحمی سے بچنے اور دُور رہنے میں معین ومددگار ثابت ہوگا۔

حضرات انبیاء علیہم السلام بھی صلہ رحمی کا خوب اہتمام کرتے تھے، دیکھیں! کیا ہی اچھا معاملہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا، حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ اُن کے بھائیوں نے کیا کچھ نہیں کیا تھا، لیکن اُنہوں نے عذرخواہی کی تو عذر قبول کرلیا اور انہیں اچھے طریقے سے درگزر کیا، لعنت وملامت کی نہ اُنہیں کوئی تکلیف پہنچائیں، اور ڈانٹ پلائی بلکہ اُن کے لیے دُعا کی اور اللہ تعالیٰ سے اُن کے لیے مغفرت وبخشش کی دُعا مانگی۔

صلہ رحمی ایک ایسی صفت ہے کہ آدمی کو رشتہ داروں میں محبوب اور اُن کے قریب کر دیتی ہے، سچ کہا ہے کسی نے: جو شخص سرداری کا خواہشمند ہو تو اُسے تقویٰ اور نرمی اختیار کرنی

چاہیے، اور برائی کرنے والے کی طرف توجہ نہ دے اور ساتھی کی جہالت پر برداشت کا مظاہرہ کرے۔ چشم پوشی اور تغافل (اَنجان پن) اختیار کرے یہ باعظمت لوگوں کے اخلاق میں سے ہے، یہ ایک ایسی صفت ہے، جو محبت پیدا کرتی ہے، دُشمنی کو دبانے اور بغض وعناد کو ختم کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے، نیز شفاف شخصیت اور اُس کی بلندی پر دلالت کرتی ہے، اور مرتبہ وشان کو بلند کرتی ہے، بلکہ یہ چشم پوشی تو تمام لوگوں کے معاملے میں اچھی ہے اور رشتہ داروں کے معاملے میں بہت ہی اَولیٰ ہے۔

عقلمند اور کریم النفس شخص اپنا حق کامل اور پورا پورا وصول نہیں کرتا، بلکہ تھوڑے پر راضی رہتا ہے، اور رشتہ داروں کی طرف سے جو کوتاہی ہوتی ہے، اُس سے عفوودَرگزر کرتا ہے، یہاں تک کہ اُس کی وجہ سے اُن کے دل اِس کی طرف مائل ہوجاتے ہیں اور اس کی محبت اُن کے ہاں باقی رہتی ہے۔

اقرباء پر خرچ کرنے میں دگنا ثواب ملتا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے انصار میں کھجوروں کے اعتبار سے بہت زیادہ مال دار تھے، اپنے مال میں انہوں سب سے زیادہ پسندیدہ اپنا باغ ''بیرحاءٗ'' (نامی) تھا، جو مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکثر اس باغ میں تشریف لے جاتے تھے، اور وہاں کا پانی پیتے تھے، جو بہت اچھا (یعنی شیریں یا یہ کہ بلا کسی شک وشبہہ کے حلال وپاک تھا) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ''لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ '' نیکی (یعنی جنت) کو اس وقت تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ تم وہ چیز (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو جو تمہارے نزدیک پسندیدہ ہے۔ تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! چونکہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نیکی یعنی جنت تک نہیں پہنچ سکتے تاوقتیکہ اپنی اس چیز کو خرچ نہ کرو جو تمہارے نزدیک پسندیدہ ہے، لہٰذا بیرحاء جو تمام مال میں مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے، میں اسے اللہ کے واسطے صدقہ کرتا ہوں اور (اس آیت کریمہ کے پیش نظر) اس سے نیکی کی امید رکھتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ اللہ کے نزدیک میرے لیے ذخیرآخرت ہوگا۔ پس یا رسول اللہ! اسے قبول فرمایئے اور جہاں اللہ تعالیٰ آپ کو بتائے (یعنی جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مناسب سمجھیں اسے خرچ فرمائیں۔) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاباش! شاباش! یہ باغ نفع پہنچانے والا مال ہے، جو کچھ تم نے کہا ہے، میں نے سن لیا ہے:

وَإِنِّی أَرَی أَنْ تَجْعَلَهَا فِی الْأَقْرَبِینَ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَفْعَلُ یَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِی أَقَارِبِهِ وَبَنِی عَمِّهِ. ❶

ترجمہ: میرے نزدیک مناسب ہے کہ تم اس باغ کو اپنے (محتاج) اقرباء میں تقسیم کردو، (تاکہ صدقہ کے ثواب کے ساتھ صلہ رحمی کا ثواب بھی مل جائے) حضرت ابوطلحہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے ارشاد کے مطابق ہی عمل کروں گا، چنانچہ حضرت ابوطلحہ نے اس باغ کو اپنے اقرباء اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کردیا۔

صلہ رحمی کے دو فائدے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَرَّهُ أَنْ یُبْسَطَ لَهُ فِی رِزْقِهِ، أَوْ یُنْسَأَ لَهُ فِی أَثَرِهِ، فَلْیَصِلْ رَحِمَهُ. ❷

جو صلہ رحمی کو قائم رکھے گا اللہ تبارک وتعالیٰ اسے دو انعامات عطا فرمائے گا۔ نمبر ایک، اللہ اس کے رزق میں برکت دے گا اور نمبر دو، اللہ اس کی عمر میں برکت دے گا، زیادتی عمرو

---

❶ صحیح البخاری: کتاب الزکاة، باب الزکاة علی الأقارب، رقم الحدیث: ۱۴۶۱

❷ صحیح البخاري: کتاب البیوع، باب من أحب البسط في الرزق، رقم الحدیث: ۲۰۶۷

فراخی رزق کے سلسلے میں حضرات علماء کرام نے فرمایا:

(۱) زیادتی عمر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صلہ رحمی کرنے والے شخص کی عمر میں برکت، جسم میں قوت، عقل میں وزن، عزم کو پختگی فراہم کر دیتے ہیں، چنانچہ اُس کی زندگی خوبصورت و بہترین صفات کا مرقع بن جاتی ہے۔

(۲) زیادتی سے مراد حقیقی زیادتی ہے، لہٰذا: جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی عمر بڑھا دیتے ہیں، اور اُس کا رزق فراخ کر دیتے ہیں۔

اور یہ کوئی انوکھی اور قابلِ تعجب بات نہیں، جس طرح صحت کے لیے تازہ ہوا، عمدہ غذا، اور جسم وجاں کے لیے دیگر اشیاءِ مقویہ طول عمر کے اَسباب میں سے ہیں، اسی طرح صلہ رحمی کو بھی اللہ تعالیٰ نے طول عمر کے لیے ایک سببِ ربانی قرار دیا ہے۔

آج کے دور میں انسان جتنے پریشان نظر آ رہے ہیں، انہی دو باتوں کی وجہ سے پریشان نظر آتے ہیں، یا رزق کے معاملہ میں پریشان ہیں یا انسان اپنی عمر اور اپنی صحت کے بارے میں پریشان ہے، تو ان دونوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا کہ جو صلہ رحمی کو قائم رکھے گا اللہ اس کے رزق میں بھی برکت عطا فرمائے گا، اور اللہ تبارک وتعالی اس کی عمر میں بھی برکت عطا فرمائے گا۔ صلہ رحمی کو قائم رکھتے ہوئے جو انسان مال خرچ کرتا ہے، اس مال سے کمی نہیں ہوتی اللہ کے ہاں وہ مال بڑھ جاتا ہے، اور جب کوئی مہمان ایسا گھر آ جاتا ہے، تو انسان اس کا اکرام کر دیتا ہے، تو اللہ تبارک وتعالی اس کی آمد سے پہلے ہی رزق کا انتظام کر دیتے ہیں۔

مہمان کی آمد سے پہلے غیبی طور پر رزق بڑھ جاتا ہے

ایک شخص کے گھر میں مہمان آیا اس نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ مہمان آیا ہے تم اس کے لئے کھانا بناؤ، اہلیہ ذرا سخت مزاج کی تھی، بات بات میں جھگڑا کرتی تھی، اس نے منت

سماجت کی، لیکن وہ نہ مانی، تو اس نے سوچا کہ چلو جو میرا پڑوسی ہے، اس کو کہہ دیتا ہوں کہ وہ اپنی اہلیہ سے کہے کہ میرے مہمان کے لیے کھانا بنا دے، تو اس نے کھانا بنانے کے لیے ان سے بات کی تو وہ شخص راضی ہو گیا، اب یہ کہتے ہیں جب میں نے اس سے کہا کہ تم میرے مہمان کے لیے کھانا بناؤ، تو تھوڑی دیر کے بعد کچھ ہی وقت گزرا تھا اچانک کوئی ہمارے گھر میں داخل ہوا، اور میری اہلیہ کہتی ہیں میں نے دیکھا کہ ایک سفید فام شخص تھا، لباس بھی سفید، داڑھی بھی سفید اور وہ کچن میں آیا ہے، اور آٹے کی تھیلی سے آٹا نکال رہا ہے، تو میں نے اس کو دیکھتے ہی پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو اس نے کوئی جواب نہ دیا، پھر میں نے پوچھا تم کون ہو؟ تو اس نے ایک جواب دیا کہ میں یہ آٹا لے کے جا رہا ہوں، میں نے کہا: کہاں لے کے جا رہے ہو؟ کہا: پڑوسی عورت کو دینا ہے، اس لیے کہ وہ مہمان کے لیے کھانا بنا رہی ہے، تو یہ تمہارا آٹا نہیں ہے، مہمان نے آنا تھا تو اس کی آمد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے آٹے میں برکت ڈال دی تھی، لیکن جب تم نے غلط ارادہ کیا کہ میں اس کے لیے کھانا نہیں بناؤں گی، تو اب یہ برکت ہم اس سے نکال کر ان کے ہاں لے کر جا رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ رشتے داروں اور مہمانوں پر خرچ کرنے سے رزق گھٹتا نہیں ہے بلکہ بڑھتا ہے، اللہ رب العزت اُن کی آمد سے پہلے ہی رزق میں برکت ڈال دیتا ہے۔ ①

تو اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی کوئی مخفی چیز انسان پہ ظاہر کر دیتا ہے، تاکہ انسان کو معلوم ہو جائے، تو صلہ رحمی قائم رکھتے ہوئے خونی رشتوں کو برقرار رکھتے ہوئے جو مال خرچ ہوتا ہے وہ حقیقت میں بڑھتا ہے، جو وقت لگتا ہے اللہ اس وقت میں برکتیں ڈال دیتا ہے۔

مسئلہ: اگر اپنے عزیز غریب لوگ مستحق زکوٰۃ ہوں تو ان کو زکوٰۃ وصدقات دینا زیادہ بہتر اور اور دوہرا ثواب ہے، ایک ثواب صدقہ کا دوسرا صلہ رحمی کا، اس میں یہ بھی ضروری

---

① ناقابل فراموش سچے واقعات: ص ۲۵٦

نہیں کہ ان کو یہ بتلا کر دے کہ صدقہ یا زکوٰۃ دے رہا ہوں، کسی تحفہ یا ہدیہ کے عنوان سے بھی دیا جا سکتا ہے، تاکہ لینے والے شریف آدمی کو اپنی خفت محسوس نہ ہو۔

صلہ رحمی کرنے پر اللہ نے دنیا میں انعامات سے نوازا

میں ایک شخص عبدالرحمٰن کو ذاتی طور پر جانتا ہوں، وہ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا اور سرکاری ملازم تھا، تنخواہ کے سوا اس کی آمدنی کا کوئی معمولی سا بھی ذریعہ نہ تھا، مگر اللہ نے اسے بہت بڑا دل عطا فرمایا تھا اور وہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر اپنے والدین اور غریب رشتہ داروں کی مدد کرتا تھا، خصوصاً اس نے اپنی تین غریب بہنوں کی خوب خدمت کی، جس کے نتیجے میں اللہ نے اسے خوب نوازا اور حیرت انگیز طور پر اسے تیزی کے ساتھ ترقیاں ملتی رہیں حتی کہ وہ ملازمت کے بیسویں گریڈ تک پہنچ گیا۔

اپنے آبائی گاؤں میں عبدالرحمٰن کے دو بڑے بھائی بھی رہتے تھے، یہ خود ملازمت کے سلسلے میں لاہور میں مقیم تھا اور والد کی وفات کے بعد والدہ اسی کے ساتھ رہتی تھیں، گاؤں میں اس کے حصے میں تین کمروں کا ایک مکان آیا تھا اور دنیاوی اعتبار سے اس مکان کے سوا اس کی کوئی جائیداد نہ تھی، نہ زمین نہ پلاٹ نہ کوئی دکان، یہی اس کا کل اثاثہ تھا، اب چونکہ والدہ اس کے پاس شہر میں رہتی تھیں اور مکان خالی پڑا تھا اس لئے بڑے بھائی نے وہ خریدنے کی خواہش ظاہر کی اور اس نے بہت سستی قیمت پر یعنی صرف بیس ہزار روپے میں مکان بھائی کے حوالے کر دیا۔

یہ بات مارچ ۱۹۸۳ء کی ہے۔ بیس ہزار روپے کی رقم عبدالرحمٰن نے زندگی میں پہلی بار دیکھی تھی، اس کی بہت سی ضروریات تھیں، مالی مسائل تھے لیکن اس نے کمال ایثار سے کام لیا اور یہ ساری کی ساری رقم اپنی بڑی بہن کی بیٹی کی شادی میں صرف کر دی، اس کا بہنوئی بہت نالائق اور غیر ذمہ دار آدمی تھا، بیوی بچوں پر کچھ بھی خرچ نہیں کرتا تھا اور ان کی

کفالت بھی عبدالرحمٰن کے ذمہ تھی، چنانچہ اس نے بھانجی کا سارا ضروری جہیز بنایا، شادی کے جملہ انتظامات کیئے اور بارات کو کھانا وغیرہ کھلا کر بیٹی کو عزت سے رخصت کر دیا۔

اس واقعہ کو تین ہی مہینے گزرے تھے کہ جون ۱۹۸۳ء میں حیرت انگیز طور پر عبدالرحمٰن کو لاہور کی ایک بہت اچھی بستی میں دس مرلے کا بنا بنایا کھلا روشن اور ہوادار مکان مل گیا، وہ ذاتی وسائل سے عمر بھر بھی کوشش کرتا تو اس بستی میں تین مرلے کا پلاٹ بھی نہیں خرید سکتا تھا، مگر اللہ کا یہ وعدہ بھی تو اٹل ہے کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا، اللہ اس کے لئے مشکلات سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جہاں اس کا وہم وگمان بھی نہ ہو۔ (الطلاق: ۲،۳) ①

جہاں صلہ رحمی کرنے پر اجر وثواب ہے وہاں قطع تعلقی پر سخت عتاب ہے۔

قطع رحمی سے رحمتِ الٰہی نازل نہیں ہوتی

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے، عرفہ کی شام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم کسی آدمی کے لیے یہ حلال نہیں کرتے کہ وہ قطع رحمی کرے، مگر یہ کہ وہ ہم سے کھڑا ہو جائے، تو ایک نوجوان کے علاوہ کوئی نہ اٹھا جو حلقہ کے آخر میں بیٹھا ہوا تھا، وہ اپنی خالہ کے پاس آیا تو اس نے پوچھا تو کس لیے آیا؟ تو اس نے وہ بات بتائی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی پھر وہ لوٹ آیا اور اپنی جگہ میں بیٹھ گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا تجھ کو کیا ہوا میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو حلقہ سے کھڑا ہوا تیرے علاوہ، تو اس نے آپ کو وہ کچھ بتایا جو اس نے اپنی خالہ سے کہا تھا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جا تو نے بہت اچھا کام کیا، خبردار کیونکہ ”لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عَلَى قَوْمٍ“ کسی قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی

---

① مکافات عمل: ص۳۴

''فِيهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ'' جس میں قطع رحمی کرنے والا ہو۔ ❶

احادیثِ مبارکہ میں قطع تعلقی سے منع کیا گیا ہے۔

قطع رحمی جہنم میں جانے کا سبب ہے

علامہ ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ کی کتاب ہے ''**الزواجر عن اقتراف الکبائر**'' اس میں انہوں نے ایک واقعہ لکھا، ایک شخص حج کے ارادے سے گیا اور جب حج کرنے لگا اس نے مکہ میں پوچھا کہ سب سے امانت دار شخص کون ہے؟ تو بتلایا گیا فلاں شخص ہے، تو وہ اس کے پاس گیا اور اپنے ایک ہزار دینار اس کے پاس رکھوا دیئے، دینار رکھوا کر اپنے حج کے احکامات کو ادا کرنے لگا، جب حج مکمل ہو گیا تو اس کے گھر گیا تاکہ میں اپنی امانت واپس لے لوں، جب وہاں پہنچا تو پتہ چلا کہ اس شخص کا انتقال ہو گیا، تو انہوں نے کہا کہ میں نے تو ایک ہزار دینار دیئے تھے اب مجھے میرے دینار کیسے ملیں گے، تو ان کی اولاد نے کہا اس نے تو ہمیں نہیں بتایا کہ اس نے دینار کہاں رکھے ہیں، گھر میں کافی تلاش کیا لیکن دینار نہ ملے۔ تو یہ وہاں کے علماء کے پاس گئے پوچھا کہ میں اتنی بڑی رقم دی تھی اس کا انتقال ہو گیا یہ میری رقم کیسے ملے گی، تو ایک شخص نے یہ بتایا کہ تم زم زم کے کنویں کے پاس جا کر ایک آواز لگانا نصفِ رات کے بعد، تہجد کے وقت کہنا کہ میں نے فلاں شخص کو امانت دی تھی اگر وہ نیکوکار ہوگا، تو بسا اوقات تجرباتی بات یہ ہے کہ اس کی روح کو اللہ وہاں پہنچا دیتا ہے تو وہ جواب دیدیتا ہے۔ تو وہ شخص وہاں گیا اور آواز دی، لیکن اس کو جواب نہ ملا، پھر اس نے کہا: مجھے جواب تو نہ ملا تو انہوں نے کہا تو یمن میں جا کر ایک کنواں ہے اس کا نام ہے ''چاہے برہوت'' وہاں جا کر آواز دو، وہاں جہنمیوں کی روحیں جمع ہوتی ہیں، وہاں تمہیں پتہ چل جائے گا۔ یہ شخص وہاں پہنچا، ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں وہاں اس نے آواز دی تو اس

---

❶ شعب الإيمان: صلة الأرحام، ج ١٠ ص ٣٣٨، رقم الحديث: ٧٥٩٠

کو جواب ملا کہ تمہاری رقم میں نے اپنے گھر میں فلاں جگہ پر دفنائی ہوئی ہے وہاں سے لے لو، تو اس نے پوچھا کہ آخر تم نے دفنائی کیوں، اپنے رشتہ داروں کو، بیوی، بچوں کے پاس کیوں نہیں رکھوائی، اس نے کہا: مجھے اپنے بچوں پر اعتماد نہیں تھا، میں نے کہا کہیں ایسا نہ ہو یہ لوگ خیانت نہ کر لیں، اس لیے میں نے وہاں رکھی ہے، وہاں سے جا کر لے لو۔ اس نے کہا: تم تو بڑے نیک آدمی تھے، لیکن تمہاری روح کا سامنا مجھے چاہے برہوت پہ ہو رہا ہے، جہاں جہنمیوں کی روحوں کا اجتماع ہوتا ہے، اس نے کہا بات یہ ہے کہ میں تو تھا بڑا نیک آدمی، صوم وصلاۃ کا بڑا پابند تھا:

كَانَ لِي أُخْتٌ فَقِيرَةٌ هَجَرْتُهَا وَكُنْتُ لَا أَحْنُو عَلَيْهَا فَعَاقَبَنِي اللّٰهُ تَعَالَى. ❶

لیکن اللہ نے مجھے اس وجہ سے سزا دی کہ میری بہن غریب تھی میں نے اس کے ساتھ تعاون نہیں کیا، قطع رحمی کی، اللہ نے قطع رحمی کی وجہ سے مجھے جہنم میں ڈال دیا، دیکھیں یہ بڑا نیک شخص تھا، نیکوکاری میں اس کا بڑا چرچا تھا، لوگ امانتیں اس کے پاس رکھواتے تھے، لیکن قطع تعلقی کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہو گیا۔

جیسے زندگی میں صلہ رحمی کا حکم ہے، اسی طرح دنیا سے جانے کے بعد بھی والدین کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔

والد کے دوستوں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر سواری پہ جا رہے تھے، چلتے چلتے سامنے ایک دیہاتی آئے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنی سواری سے نیچے اترے اور اس کو اپنی سواری پر بیٹھایا، اپنے سر سے عمامہ اتارا اور اس کے سر پہ رکھا، اور اپنی سواری اس کو دی، اور پھر اس کو الوداع کیا، تو جو خادم تھے انہوں نے پوچھا کہ

---

❶ الزواجر عن اقتراف الكبائر: كتاب العدد، باب قطع الرحم، ج ۲ ص ۱۳۰

یہ تو ایک دیہاتی آدمی ہے آپ نے اس کا اتنا اعزاز و اکرام کیوں کیا؟ سواری بھی دی، عمامہ بھی دیا، استقبال بھی کیا؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ وَإِنَّ أَبَاهُ كَانَ صَدِيقًا لِعُمَرَ. ❶

اس کا جو والد تھا وہ میرے والد حضرت عمر کا دوست تھا، اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے نیکیوں میں بڑی نیکی یہ ہے کہ تم اپنے والد کے جانے کے بعد اُن کے دوست کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

تو آپ دیکھیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سواری بھی دی اور اعزاز و اکرام بھی کیا، صرف اس لیے کہ اس کا والد میرے والد کا دوست ہے، شریعت کا حکم یہ ہے کہ والد کے دوست کے ساتھ بھی حسنِ سلوک سے پیش آنا ہے۔

نفلی نماز، روزہ اور صدقہ سے افضل عمل

حدیث میں آتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ؟ قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ الْحَالِقَةُ. ❷

ترجمہ: کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو (نفلی) نماز سے، روزے سے، صدقہ سے افضل عمل ہے؟ صحابہ کرام نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ضرور بتایئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو مسلمانوں کے درمیان میں صلح کروانا، یہ نماز روزہ اور صدقہ سے افضل عمل ہے،

---

❶ صحيح مسلم: كتاب البر والصلة، باب صلة الأصدقاء الأب والأم، رقم الحديث: ٢٥٥٢

❷ سنن أبي داود: كتاب الأدب، باب في اصلاح ذات بين، رقم الحديث: ٤٩١٩

اور دو کے درمیان میں فساد ڈال دینا، یہ دین کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح استرے سے بال باقی نہیں رہتے، قطع تعلقی سے دین باقی نہیں رہتا۔

اس لیے معمولی رنجشوں کی وجہ سے انسان قطع تعلقی نہ کرے، بعض نادان اپنے بھائی سے ناراض ہوتے ہیں، بعض بھائی اپنی بہنوں سے، پھوپھی اپنے بھتیجے سے، چچا اپنے بھتیجے سے اور بھانجا اپنی خالہ سے، اس طرح کے جو رشتے خاص طور پر خونی ہیں ان کا لحاظ تو زیادہ رکھنا چاہیے، تو بہرحال قطع تعلقی ایک ایسا گناہ ہے جس سے انسان کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، اللہ پاک ہمیں قطع تعلقی سے بچائے اور صلہ رحمی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۳۵......مسلمانوں کی جماعت سے نکلنا

اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی جو اجتماعیت ہے، سب نے امام وقت کے ہاتھ پر بیعت کی ہے، اگر امارت میں اسلامی احکامات نافذ ہو رہے ہیں اور دین کی فضا بنی ہوئی ہے، اب اگر ایک آدمی بغاوت کرتا ہے، خلیفہ وقت کے خلاف خروج کرتا ہے، مسلمانوں کو اذیت دیتا ہے، اور اجتماعیت کا پٹہ اپنے گلے سے نکالتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ. ❶

جو جماعت سے ایک بالش دور ہوا، گویا اُس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے نکال دیا۔

کہیں ارشاد فرمایا:

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا دَخَلَ النَّارَ. ❷

ترجمہ: جو شخص جماعت سے ایک بالشت الگ ہوا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

---

❶ سنن أبی داود: کتاب السنة، باب في قتل الخوارج، رقم الحدیث: ۴۷۵۸

❷ المستدرک علی الصحیحین: کتاب العلم، ج ۱ ص ۲۰۵، رقم الحدیث: ۴۰۷

کہیں ارشاد فرمایا:

فَلَا حُجَّةَ لَهُ. ①

اس کی کوئی دلیل نہ رہی (جس کی بنا پر اسے معذور قرار دیا جا سکے اور وہ عذاب سے بچ سکے۔)

کہیں ارشاد فرمایا:

فَاضْرِبُوا عُنُقَهُ كَائِنًا مَا كَانَ. ②

اس کی گردن مار دو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت سے الگ نہ ہو، اس لیے انسان ہر وقت اجتماعیت کے ساتھ رہے، جو اکابر اہل علم کی رائے ہو، اس کے ساتھ جڑے، اپنی انفرادی آراء سے، شذوذ سے اپنے آپ کو بچائے، حدیث میں تشبیہ دے کر ایک بات بتائی گئی فرمایا کہ جس طرح اگر کوئی بکری ریوڑ سے الگ ہوتی ہے تو وہ بھیڑیے کا نشانہ بن جاتی ہے، بھیڑیا اس پر حملہ کرتا ہے اور جب تک بکری ریوڑ کے اندر ہوتی ہے تو محفوظ رہتی ہے۔ جب بھی انسان جماعت سے ہٹتا ہے تو ایسا انسان بھٹک جاتا ہے اور غیروں کے حملہ میں آ کر اپنا دینی دنیاوی نقصان کر دیتا ہے۔

۳۶...... مسلمانوں کے دیئے گئے امان کو توڑنا

اس کا مطلب ہے کہ اگر ایک مسلمان نے دوسرے کو پناہ دی، کوئی غیر مسلم تھا اور مسلمان نے اسے پناہ دے دی، اس نے ہتھیار ڈال دیے، اب دوسرا مسلمان آ کر کہتا ہے، نہیں، میں تو اس کو قتل کروں گا یہ غیر مسلم ہے، تو یہ شرعاً جائز نہیں۔ جب ایک مسلمان نے

---

① المستدرک علی الصحیحین: کتاب العلم، ج ۱ ص ۲۰۵، رقم الحدیث: ۴۰۸

② مستخرج أبي عوانة: كتاب الحدود، ج ۴ ص ۴۱۳، رقم الحديث: ۶۱۴۷

اس کو پناہ دے دی تو وہ امان میں آ گیا، اب اُس پر ہاتھ اٹھانا جائز نہیں ہے، اس کا قتل اسی طرح ناجائز ہے جس طرح عام بے گناہ آدمی کا قتل گناہ ہے۔ ایسے ناحق قتل کرنے والے کی کوئی عبادت اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالمَلائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِين لا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ، وَلَا عَدْلٌ. ❶

ترجمہ: تمام مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے، جس نے کسی مسلمان کے ذمے کو توڑا اس پر اللہ کی، فرشتوں کی، تمام لوگوں کی لعنت ہے، اس کی نہ فرض نماز قبول ہوگی اور نہ ہی نفل۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الجَنَّةِ. ❷

ترجمہ: جو کسی معاہد کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔

جان کی حفاظت

رعایا کے تمام حقوق میں سب سے مقدم چیز جان ہے اور صحابہ کرام کے دورِ خلافت میں مسلمانوں اور ذمیوں کی جانیں یکساں عزیز تھیں۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک یہودی قتل کر دیا گیا، تو انہوں نے اس کو نہایت اہم واقعہ خیال کیا اور کہا کہ میرے دورِ خلافت میں انسانوں کا خون ہوگا، میں خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ جس کو اس کا حال معلوم ہو مجھے بتائے، حضرت بکر بن شداخ نے کہا کہ اس کا قاتل میں ہوں، بولے اللہ اکبر! تم سے اس کا قصاص لیا جائے گا، اپنی برات ثابت کر سکتے ہو تو کرو۔ انہوں نے کہا: فلاں شخص شریک جہاد ہوا اور مجھ کو اپنے گھر کا محافظ بنا گیا، میں اس غرض سے اس کے دروازے پر ایک روز آیا، تو اس یہودی کو اس کے گھر میں

---

❶صحیح البخاری: کتاب الحج، باب حرم المدینة، رقم الحدیث: ۱۸۷۰

❷صحیح البخاری: کتاب الجزیة، باب أثم من قتل معاهدا بغیر جرم، رقم الحدیث: ۳۱۶۶

یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا:

وَأَشْعَثُ غَرَّہُ الْإِسْلَامُ مِنِّی خَلَوْتُ بِعُرْسِهِ لَيْلَ التَّمَامِ

ترجمہ: ایک پراگندہ شخص جس کو اسلام نے مجھ سے غافل کر رکھا ہے، میں اس کی بی بی کے سینے پر شب بسر کرتا ہوں۔

أَبِيْتُ عَلَى حَشَايَاهَا وَيُمْسِي عَلَى دَهْمَاءَ لَاحِقَةِ الْحِزَامِ

ترجمہ: اس کی بی بی کے ساتھ میں نے شب بھر خلوت میں بسر کی اور وہ گھوڑے کی باگ کھینچے کھینچے پھر رہا ہے۔

اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عذر سن کران کو رہا کر دیا کہ اس نے مسلمان عورتوں کی عزت وعفت پر حملہ کر کے اپنے امان کو توڑ دیا۔ ①

ذمیوں کی جان ومال مسلمانوں کی جان ومال کی طرح ہے

ذمیوں کی جان ومال کو مسلمانوں کی جان ومال کے برابر قرار دیا گیا۔ کوئی مسلمان اگر کسی ذمی کو قتل کر ڈالتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً اس کے بدلے مسلمان کو قتل کرا دیتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھ بھیجا کہ:

أَن يَّدْفَعَ إِلَى أَوْلِيَاءِ الْمَقْتُوْلِ فَإِن شَاءُ وْا قَتَلُوْا وَإِن شَاءُ وْا عَفَوْا.

ترجمہ: قاتل، مقتول کے وارثوں کو دیا جائے اگر وہ چاہیں تو قتل کر دیں اور چاہیں تو معاف کر دیں۔

چنانچہ وہ شخص مقتول کے وارث کو جس کا نام ''حنین'' تھا حوالہ کیا گیا اور اس نے اس کو

---

① مصنف ابن أبی شیبة: کتاب الدیات، باب الرجل یجد مع امرأته رجلا فیقتله، رقم الحدیث: ۲۷۸۸۱

قتل کر ڈالا۔ ①

معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملکی حقوق کے لحاظ سے ذمیوں اور مسلمانوں میں کوئی تمیز نہیں رکھی تھی۔ کوئی مسلمان اگر ذمی کو بے گناہ قتل کرتا تو بے دریغ اس کے قصاص میں قتل کر دیا جاتا تھا۔

میں اِن کے خون کا زیادہ حق دار ہوں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

أَنَا أَحَقُّ مَنْ وَفَّى بِالذِّمَّةِ. ②

ترجمہ: میں ان لوگوں میں سب سے زیادہ حقدار ہوں جو اپنا وعدہ وفا کرتے ہیں۔

ذمی کے خون کی قیمت مسلمان کے خون کے برابر قرار دی۔ ایک بار حیرہ کے ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے وہاں کے عامل کو لکھا:

”أَنِ ادْفَعْهُ إِلَى وَلِيِّهِ“ قاتل کو مقتول کے ورثا کے حوالہ کر دو، ”فَإِنْ شَاءَ قَتَلَهُ، وَإِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ“ وہ چاہیں قتل کریں چاہیں معاف کر دیں، چنانچہ قاتل حوالہ کیا گیا، اور ذمیوں نے اسے قتل کر دیا۔ ③

ان روایات سے معلوم ہوا کہ مسلمان کے دیئے گئے امان کو توڑنا جائز نہیں ہے، جو غیر مسلم جزیہ ادا کر کے امن و امان کے ساتھ رہا ہو اُس کا قتل جائز نہیں ہے، اس کی جان کا تحفظ مسلمانوں کی جان کے تحفظ کی طرح ہے۔

---

① معرفة السنن والآثار: كتاب الجراح، باب: الحكم في قتل العمد، رقم الحديث: ١٥٧٢٦

② مصنف ابن أبي شيبة: كتاب الديات، باب إذا قتل الذمي المسلم قُتِل به، رقم الحديث: ٢٧٤٦٠

③ مصنف عبد الرزاق: كتاب العقول، باب قود المسلم بالذمي، ج ١٠ ص ١٠١، رقم الحديث: ١٨٥١٨

۳۷...... جاہلیت کی طرح آہ وبکاہ کرنا

جاہلیت کی طرح آہ وبُکا کرنا، اپنا گریبان پھاڑنا، سینا پیٹنا، بالوں کو کھول دینا، سر پر مٹی ڈالنا، جزع فزع کرنا، چیخ وپکار کرنا جائز نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ. ①

ترجمہ: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے، جو اپنے رخساروں کو پیٹے، اپنے گریبان کو پھاڑے اور جاہلیت کی طرح آہ وبکا کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلنَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا، تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ. ②

ترجمہ: اگر نوحہ کرنے والی توبہ نہیں کرے گی تو قیامت کے دن خارش کی وجہ سے گندھک (تارکول) کا کرتہ اور خارش زدہ دوپٹہ پہنے اٹھائی جائے گی۔ (سارے جسم پر خارش مسلط کردی جائے گی، پھر تارکول ملا جائے گا جس کی وجہ سے جسم جلنے لگ جائے گا، یہ نہایت بدبودار ہوتا ہے اور اس پر آگ لگنے کے بعد بآسانی بجھتی نہیں ہے۔ قمیص اور دوپٹہ میں اشارہ سارے بدن کے محیط ہونے کی طرف ہے، آگ پورے جسم کو گھیر دے گی، اس گندھک کی وجہ سے جلن، تعفن اور تکلیف کی شدت بڑھ جائے گی۔)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ. ③

---

① صحیح البخاری: کتاب الجنائز، باب لیس منا من شق الجیوب، رقم الحدیث: ۱۲۹۴

② صحیح مسلم: کتاب الکسوف، باب التشدید فی النوحة، رقم الحدیث: ۹۳۴

③ سنن أبی داود: کتاب الجنائز، باب في النوح، رقم الحدیث: ۳۱۲۸

ترجمہ: لعنت فرمائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی پر اور اس عورت پر جو نوحہ سنے۔

معلوم ہوا کہ دور حاضر کے غیر شرعی اور رسمی ماتموں سمیت یوم سیاہ منانا، سیاہ پٹیاں باندھنا وغیرہ اس کی اسلام میں گنجائش نہیں۔ یہ دراصل مغربی تہذیب کی تقلید ہے، جو مسلمانوں نے اپنائی ہے، اگر کوئی مسلمان شریعت کے واضح احکامات کے باوجود بھی ان غیر شرعی امور سے اجتناب نہیں کرتا تو پھر ایسے لوگوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بالکل صادق آتا ہے:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. ➊

یعنی جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی، وہ انہیں میں سے ہے، لہذا جو اغیار کی رسم اپناتا ہے وہ اغیار ہی میں سے گنا جائے گا۔

تمہارا بیٹا جنت الفردوس میں ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ جنگِ بدر کے دن شہید ہوئے تھے اور یہ اس جماعت میں تھے جو لشکر کی دیکھ بھال کرنے والی تھی۔ انھیں اچانک ایک نامعلوم تیر لگا جس سے یہ شہید ہو گئے، ان کی والدہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے بتائیں کہ حارثہ کہاں ہے؟ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی ورنہ اللہ تعالیٰ بھی دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں یعنی کتنا نوحہ کرتی ہوں۔ (اس وقت تک نوحہ کرنا حرام نہیں ہوا تھا۔) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

يَا أُمَّ حَارِثَةَ إِنَّهَا جِنَانٌ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنَّ ابْنَكِ أَصَابَ الفِرْدَوْسَ الأَعْلَى. ➋

➊ سنن أبی داود: کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، رقم الحدیث: ۴۰۳۱

➋ صحیح البخاری: کتاب الجهاد والسیر، باب من أتاه سهم غرب فقتله، رقم الحدیث: ۲۸۰۹

ترجمہ: اے ام حارثہ تمہارا بیٹا جنت کے باغات میں ہے اور تمہارے بیٹے کو فردوسِ اعلیٰ جنت ملی ہے۔

بیٹے کی شہادت کی خبر سننے کے باوجود پردے کا اہتمام

حضرت قیس بن شماس کا بیان ہے کہ ایک صحابی عورت جن کو ''ام خلاد'' کہا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بیٹے کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوئیں، ان کا بیٹا (کسی غزوہ میں) شہید ہو گیا تھا، جب وہ آئیں تو اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھیں۔ ان کا یہ حال دیکھ کر کسی نے کہا: تم اپنے بیٹے کا حال معلوم کرنے کے لیے آئی ہو اور نقاب ڈالے ہوئے ہو؟ حضرت ام خلاد رضی اللہ عنہا نے جواب دیا:

إِنْ أُرْزَأَ ابْنِي فَلَنْ أُرْزَأَ حَيَائِي.

اگر بیٹے کے بارے میں مصیبت زدہ ہوگئی ہوں تو اپنی شرم وحیا کھو کر ہرگز مصیبت زدہ نہ بنوں گی (یعنی حیا کا چلا جانا ایسی مصیبت زدہ کر دینے والی چیز ہے جیسے بیٹے کا ختم ہو جانا) حضرت ام خلاد رضی اللہ عنہا کے پوچھنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

ابْنُكِ لَهُ أَجْرُ شَهِيدَيْنِ قَالَتْ: وَلِمَ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: لِأَنَّهُ قَتَلَهُ أَهْلُ الْكِتَابِ. ①

ترجمہ: تمہارے بیٹے کے لیے دو شہیدوں کا ثواب ہے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں؟ ارشاد فرمایا اس لیے کہ اسے اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔

اس واقعہ سے بھی ان مغربیت زدہ اسکالروں کی تردید ہوتی ہے جو چہرہ کو پردہ سے خارج کرتے ہیں، اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پردہ ہر حال میں لازم ہے، رنج ہو یا خوشی نامحرم

---

① سنن أبي داود: كتاب الجهاد، باب فضل قتال الروم على غيرهم من الأمم، رقم الحديث: ۲۴۸۸

کے سامنے بے پردہ ہوکر آنا منع ہے، بہت سے مرد اور عورت ایسا طرز اختیار کرتے ہیں کہ گویا ان کے نزدیک شریعت کا کوئی قانون مصیبت کے وقت لاگو نہیں ہے، جب گھر میں کوئی مصیبت ہوجائے تو اس بات کو جانتے ہوئے کہ نوحہ کرنا سخت منع ہے، عورتیں زور زور سے نوحہ کرتی ہیں۔ جنازہ جب گھر سے باہر نکالا جاتا ہے تو عورتیں دروازے کے باہر تک ان کے پیچھے چلی آتی ہیں، اور پردہ کا کچھ خیال نہیں کرتیں، اس لیے خواتین کو بتانا چاہیے، عموماً خواتین میں یہ مرض ہوتا ہے،، اس سے بچنا چاہیے، یہ کبیرہ گناہوں میں ایک بڑا گناہ ہے۔

مذکورہ بالا حدیثوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نوحہ کرنا اور میت کی عمدہ خصلتوں کو رو روکر بیان کرنا نیز چلا کر رونا، رخساروں کو پیٹنا، گریبان پھاڑنا، بالوں کو بکھیرنا، مونڈنا اور نوچنا، منہ کالا کرنا، سر پر مٹی ڈالنا اور ایسی تمام چیزیں جو بے صبری پر دلالت کریں حرام ہیں۔

غم کے موقع پر رسم ورواج سے بچیں

اگر کسی پر غم آ بھی جائے تو غم کا اظہار اگر وہ آنسو سے کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن چیخنا چلانا، اپنے آپ کو مارنا پیٹنا اس کی اسلام اجازت نہیں دیتا، عموماً یہ گناہ خواتین میں زیادہ ہے کہ اگر کسی گھر میں کوئی تکلیف آجائے، کسی کا انتقال ہوجائے تو گریبان پھاڑنا، آہ وبکا کرنا، چلانا اتنا ہوتا ہے کہ دو، دو گلیاں دور تک ان کی آواز آرہی ہوتی ہے، تو عورتوں کو بتانا چاہیے کہ یہ وہ گناہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا آدمی ہم میں سے نہیں ہے۔ دیکھنے میں آتا ہے جب انسان دنیا میں ہوتا ہے تو قدر نہیں ہوتی اور جب وہ چلا جاتا ہے تو پھر آہ وبکاء، اور چیخنا چلانا ہوتا ہے، پڑوس میں رہتا ہے کوئی قدر نہیں کرتا، اپنی بہن، بیٹی، والدہ، چچا، ماموں ہوتا ہے، وہ مستحق بھی ہوتے ہیں کبھی ان کے ساتھ تعاون نہیں کرتے اور اگر انتقال ہوجائے تو پچیس تیس ہزار روپے کا ٹکٹ لے کر وہاں پہنچتے ہیں، بھائی کس کے لیے؟ جی میت کا چہرہ دیکھنے کے لیے، کبھی زندہ تھا تو نے ان کا چہرہ نہیں دیکھا،

اب آنے جانے اور دیگر رسومات کے اخراجات بسا اوقات ہزاروں اور لاکھوں روپے تک پہنچ جاتے ہیں، اگر یہ رقم اس کی زندگی میں اسے دے دیتا تو وہ اچھی جگہ اپنا علاج کروا دیتا، منہ دیکھنے کے لیے گیا، تیرے منہ دیکھنے سے میت کو کیا فائدہ ہوگا، اس کے نام پر ایصال ثواب کر دیا جائے، تو اسے ثواب ملتا رہے گا اور میت کو فائدہ ہوگا، آج ہم رسم ورواج کے پابند ہیں، ہزاروں روپے لگا کر میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں، میت کو یہاں دفناؤ یا میت کو سرحد میں دفناؤ، مٹی میں کوئی تاثیر نہیں، اعمال میں تاثیر ہے، اگر عمل ٹھیک نہیں ہے، آپ اس کو مکہ کی مٹی میں دفنا دو پھر بھی فائدہ نہیں، ابوجہل، ابولہب، عقبہ ابن ابی معیط، عتبہ اور شیبہ کہاں ہیں؟ وہی ہیں! اگر اعمال اچھے ہیں تو اس کو کوئی بھی جگہ مل جائے تو اللہ اس کی قبر کو جنت کا باغ بنا دے گا:

اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ. ❶

ترجمہ: یہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

یہ جو میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا، دسیوں آدمی ساتھ گئے، پھر جمعرات، تیجہ اور چالیسواں پر لاکھوں روپے لگ جاتے ہیں، اگر اس رقم سے دیہات میں کوئی مسجد بنا دی جاتی، قیامت تک وہ مسجد رہتی اور میت کو ثواب پہنچتا رہتا، لیکن ہم اللہ کے لیے تو کوئی کام کرتے نہیں، ہم کہتے ناک نہ کٹے اور یہی ناک کٹنے کی وجہ سے ابوطالب ایمان نہیں لائے، اس کی وجہ کیا تھی؟ لوگ کیا کہیں گے، بھتیجے کے دین کو قبول کر دیا، باپ دادا کا دین چھوڑ دیا، اسی اَنا کی وجہ سے دین سے محروم ہو گیا۔

---

❶ سنن الترمذی: أبواب صفة القيامة، باب ما جاء فی صفة أواني الحوض، باب، رقم الحديث: ۲۴۶۰

مصائبِ سرورِ کونین

جب بھی کوئی غم یا پریشانی آئے تو تھوڑی دیر کے لیے تصور کریں ہم پر اتنے غم نہیں آئے جتنے غم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آئے، حضور دنیا میں آئے نہیں آپ کے والد کا انتقال ہوگیا، چھ سال کی عمر کو پہنچے والدہ کا انتقال ہوگیا، آٹھ سال کی عمر کو پہنچے دادا کا انتقال ہوگیا، آپ کی زندگی میں آپ کے تینوں بیٹوں کا انتقال ہوگیا، آپ کی زندگی میں آپ کی تین بیٹیاں رقیہ، ام کلثوم، اور زینب کا انتقال ہوگیا، آپ کی زندگی آپ کی گھر والی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کا انتقال ہوا، آپ کی زندگی میں آپ کے چچا ابو طالب کا انتقال ہوا، بدر میں آپ نے چودہ جنازے اٹھائے، اُحد میں ستر صحابہ شہید ہوئے، دو دندانِ مبارک آپ کے شہید ہوئے، خود کی دو کڑیاں آپ کے رخساروں میں لگیں، طائف میں اتنے پتھر لگے کہ جسم لہو لوہان ہوگیا، تکلیفیں تو حضور پر آئیں، میرے اور آپ پر کیا تکلیفیں آئیں؟ تین سال آپ کو شعبِ ابی طالب میں محصور رکھا گیا، دو، دو ماہ گزر جاتے تھے آپ کے گھر میں چھولا نہیں جلتا تھا، پانی اور کھجور کے ساتھ گزارا ہوتا تھا، حالانکہ آپ چاہتے تو اللہ رب العزت مال وزر کے ڈھیر آپ پر نچھاور کردیتے، لیکن آپ کی نظر میں دنیا اور مال وزر کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ آپ پر بڑے مصائب آئے یہاں تک کہ مشرکین نے کہا کہ آپ رسول نہیں، تو اللہ تعالی نے قرآن اتار دیا:

﴿یس وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾ (یس: ۱ تا ۳)

ترجمہ: قرآن کی قسم ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

جب مشرکین نے کہا: آپ معاذ اللہ مجنون ہیں، تو رب العالمین نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا:

﴿ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ﴾ (القلم: ۱، ۲)

ترجمہ: قسم ہے قلم کی، اور اس چیز کی جس کو وہ لکھ رہے ہیں، اپنے پروردگار کے فضل سے تم دیوانے نہیں ہو۔

اتنی آزمائش، مصائب، الزامات اور طعنوں کے باوجود آپ نے ساری زندگی صبر و تحمل اور عالی اخلاق کے ساتھ گزار دی۔

آپ کو تو اتنی تکلیفیں دی گئیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَقَدْ أُوْذِيْتُ فِي اللَّهِ وَ مَا يُؤْذَى أَحَدٌ، وَ لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللَّهِ وَ مَا يُخَافُ أَحَدٌ. ❶

ترجمہ: جتنا مجھے دین کے لیے اذیتیں دی گئی کسی کو نہیں نہیں دی گئیں، جتنا مجھے دین کے لیے ڈرایا دھمکایا گیا کسی کو نہیں کیا گیا۔

تو بہرحال انسان پر جب مصائب آئیں تو حضراتِ انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصائب اور صحابہ کرام کی آزمائشوں اور تکالیف کے واقعات کو سامنے رکھے تو اُسے اپنے مصائب بہت کم نظر آئیں گے، پس ہر موقع پر صبر و شکر کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں اور رضا بالقضاء پر زندگی گزاریں۔ جزع فزع اور آہ وبکا سے بچیں تاکہ آپ کے نیک اعمال ضائع نہ ہوں۔

۳۸ ......اہلِ مدینہ کو خوف زدہ کرنا

یہ وہ گناہ ہے جس سے انسان کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، اور ایسے شخص پر اللہ رب العزت کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی ہے، ایسے شخص کی فرض و نفل عبادت اللہ کے ہاں قبول نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَخَافَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ ظُلْمًا أَخَافَهُ اللهُ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ

---

❶ سنن ابن ماجة: كتاب افتتاح الكتاب، باب فضل سلمان وأبى ذر والمقداد، رقم الحديث: ١٥١

وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا. ①

ترجمہ: جس نے مدینہ کے لوگوں کو ظلم سے ڈرایا خوف میں رکھا، اللہ اس کو خوف میں رکھے گا، اس پر اللہ کی، فرشتوں کی تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ قیامت کے دن اس کی نہ فرض نماز کو قبول کرے گا اور نہ ہی اس کی نفل عبادت قبول ہوگی۔

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اہل مدینہ کو ڈرائے، خوف زدہ کرے، اذیت اور تکلیف دے، تو ایسے شخص پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ سے اور مدینہ کے رہنے والوں سے محبت تھی، اس لیے ہمارے ایمان کا تقاضا ہے حضور کو جس سے محبت ہے ہمیں بھی اس سے محبت ہو، آپ کو مدینہ سے محبت ہے تو ہمیں بھی مدینہ سے محبت ہو، آپ کی زندگی کے دس سال مدینہ میں گزرے، تو مدینہ اور اہلِ مدینہ سے محبت رکھنا ہمارے ایمان کا تقاضا ہے۔ حضراتِ سلف کی زندگی میں احادیثِ رسول کا، شہر مدینہ کا اور گنبد خضراء کا بڑا ادب واحترام تھا۔

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ اور حدیثِ رسول کا احترام

مطلب بن حنطب رحمہ اللہ حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کے پاس آئے اور آپ بوجہ مرض کے لیٹے ہوئے تھے۔ مطلب بن حنطب رحمہ اللہ نے ان سے کسی حدیث کے متعلق دریافت کیا، فرمایا: مجھے بٹھاؤ چنانچہ مریدوں نے انھیں بٹھایا، آپ فرمانے لگے:

إِنِّي أَكْرَهُ أَنْ أُحَدِّثَ حَدِيثَ رَسُولِ اللّٰهِ وَأَنَا مُضْطَجِعٌ. ②

میں ناپسند کرتا ہوں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کروں اور میں لیٹا ہوا ہوں۔

---

① مسند أحمد: مسند المدنيين، حديث سائب بن خلاد أبو سهلة، ج۲۷ ص ۹۱، رقم الحديث: ۱۶۵۵۷

② حلية الأولياء: ترجمة: سعيد بن المسيب، ج۲ ص ۱۶۹

امام مالک رحمہ اللہ کا مدینہ رسول اور حدیث کا ادب واحترام

امام مالک رحمہ اللہ کو مدینۃ الرسول سے بڑی محبت تھی، ضُعف اور عمر رسیدہ ہونے کے باوجود آپ مدینہ میں سوار نہیں ہوتے تھے اور فرماتے تھے:

لا أركب في مدينة فيها جثة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مدفونة. ❶

ترجمہ: میں مدینہ میں کبھی سواری پر سوار نہیں ہوں گا، یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر مدفون ہے۔

ایک مرتبہ امام مالک رحمہ اللہ حدیث کا درس دے رہے تھے، دورانِ درس ان کے چہرے کا رنگ بدلتا گیا، کبھی ایک رنگ، کبھی دوسرا رنگ، کبھی تیسرا رنگ، درس کے بعد کسی نے پوچھا کہ حضرت! آپ کے چہرے کی رنگت بدل رہی تھی کہیں آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں؟ فرمایا: کوئی چیز مجھے کاٹ رہی ہے، دیکھو! جب قمیص پیچھے سے اٹھائی گئی تو کیا دیکھا، بچھو نے سولہ جگہ ڈسا تھا، لیکن اپنی تکلیف کا اظہار نہیں کیا، کسی نے کہا: حضرت بتایا کیوں نہیں؟ فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا درس دے رہا تھا، اپنی تکلیف کا اظہار کرتا تو کہیں بے ادبی میں شمار نہ ہوتا، پھر فرمایا:

إنما صبرتُ إجلالا للحديث رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم. ❷

ترجمہ: میرا یہ صبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کی وجہ سے تھا۔

علامہ قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا مدینہ میں برہنہ پاؤں چلنا

حضرت علامہ قاسم نانوتوی رحمہ اللہ جب مدینہ پہنچے سوانح قاسمی میں واقعہ ہے اپنی

---

❶ وفيات الأعيان: ترجمة: الإمام مالك، ج۴ ص ۱۳۶

❷ ترتيب المدارك: باب صفة مجلس مالك للعلم، ج۲ ص ۱۶

چپلیں اتار کر اپنی بغل میں رکھ دیں، خادم نے پوچھا حضرت! پتھر ہیں نوکیلی چیزیں ہیں تکلیف ہوگی، فرمایا: ان گلیوں میں، ان جگہوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے ہیں، اگر میں جوتے پہن کر گزروں کہیں بے ادبی میں شمار نہ ہو۔ یعنی یہ وہ لوگ تھے جن کے دلوں میں اس قدر حضور کی اور مدینہ کی تعظیم تھی۔ ❶

علامہ قاسم نانوتوی کا ساری عمر سبز رنگ کا جوتا استعمال نہ کرنا

ہندوستان میں بعض حضرات کیمخت (سبز رنگ) کا جوتا بڑے شوق سے پہنتے تھے۔ اور اب بھی پہنتے ہیں، لیکن حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے ایسا جوتا مدت العمر کبھی نہیں پہنا اور اگر کوئی تحفتاً لا دیتا تو اس کے پہننے سے اجتناب و گریز کرتے اور آگے کسی کو ہدیہ دے دیتے اور سبز رنگ کا جوتا پہننے سے محض اس لیے گریز کرتے کہ سرورِ کائنات آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد خضراء کا رنگ سبز ہے۔ پھر بھلا ایسے رنگ کے جوتے پاؤں پر کیسے اور کیوں کر استعمال کیے جا سکتے ہیں؟ چنانچہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے حالات بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ تمام عمر کیمخت کا جوتا اس وجہ سے کہ قبہ مبارک سبز رنگ کا ہے، نہ پہنا۔ اگر کوئی ہدیہ لے آیا تو کسی دوسرے کو دے دیا۔ ❷

اندازہ کیجیے اس نظر بصیرت اور فریفتگی کا کہ گنبد خضراء کے ظاہری رنگ کے ساتھ کس قدر عقیدت والفت ہے، جس کے اندر عظیم المرتبت مکین آرام فرما ہیں، جن کی نظر، جن کی مثال اور جن کا ثانی خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق میں نہ آج تک وجود میں آیا اور نہ تا قیامت آ سکتا ہے۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے شاید اسی کی ترجمانی کی ہے کہ:

---

❶ سوانح قاسمی: ج ۳ص ۶۰، ۶۱

❷ الشہاب الثاقب: ص ۵۴

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دوکان آئینہ ساز میں ❶

۳۹......سود کھانا

انسان کے نیک اعمال کو ضائع کرنے والے گناہوں میں ایک گناہ سود کھانا ہے، قرآن کریم میں صرف ایک گناہ ایسا ہے جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ جو آدمی اس گناہ کا ارتکاب کرے گا اُس شخص کے ساتھ اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے، اور وہ گناہ ''سود'' ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (البقرۃ: ۲۷۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو سود میں باقی ماندہ ہے اگر تم لوگ ایمان والے ہو۔

﴿فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ (البقرۃ: ۲۷۹)

اگر تم سود کو نہیں چھوڑو گے اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے تمہارے لیے اعلانِ جنگ ہے۔

اللہ جب کسی سے جنگ کرے کوئی اللہ کو شکست دے سکتا ہے؟ اللہ کو کوئی شکست نہیں دے سکتا! اللہ سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں، انسان سے زیادہ کمزور کوئی نہیں، لیکن یہ کمزور ترین مخلوق طاقتور ترین ذات کی نافرمانی کرتی ہے۔ اللہ کی پکڑ کر ایک جھٹکا انسان کی ساری اکڑ نکال دیتا ہے، اللہ رب العزت ایک جھٹکا دے فالج کا، ایک جھٹکا اللہ دے کینسر کی بیماری کا،

---

❶ بیس بڑے مسلمان: ص ۱۳۶

ایک جھٹکا دے ہارٹ اٹیک کا۔ اگر وہ آنکھوں کی بینائی لے لے، کانوں کی شنوائی سلب کرلے، زبان سے ذائقہ کی نعمت چھین لے، ہاتھ میں پکڑنے کی طاقت نہ رہے، پاؤں کے چلنے کی صلاحیت نہ رہے، دماغ سے سمجھنے کی قوت سلب کردے، تو بھلا انسان کیا کرسکتا ہے۔ دنیا میں کتنے نابینا ہیں کوئی ان کو بینا نہیں کرسکتا، کتنے بہرے ہیں، گونگے ہیں کوئی ان کو قوتِ گویائی اور شنوائی نہیں دے سکتا، یہ سارے اختیارات اللہ کے پاس ہے، اس لیے انسان ہمہ وقت اللہ کی پکڑ سے ڈرتا رہے۔ خاص طور پر اس گناہ سے اپنے آپ کو بچائے، سود ایسا ہولناک گناہ ہے کہ قیامت کے دن جب یہ قبروں سے اٹھیں گے تو شیطان نے انہیں چھو کر دیوانہ بنادیا ہوگا، جس طرح کسی پر اثرات ہوں تو دائیں بائیں گرتا ہے، اپنے ہوش وحواس میں نہیں رہتا، یہی حالت اِن کی بھی ہوگی۔

سود خور قبروں سے کس طرح اٹھیں گے

﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِى يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ﴾

ترجمہ: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت میں) اٹھیں گے تو اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر پاگل بنادیا ہو۔

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا.

(البقرة: ۲۷۵)

یہ اس لیے ہوگا کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو سود ہی کی طرح ہوتی ہے، حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

سود خور پاگل ہو کر اٹھے گا

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَجْنُونًا يُخْنَقُ. ❶

وہ (قیامت میں) اٹھیں گے تو اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سود نہ کھاؤ

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (آل عمران: ۱۳۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! کئی گنا بڑھا چڑھا کر سود مت کھاؤ، اور اللہ سے ڈرو تا کہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔

سود سے مال بالآخر کم ہوتا ہے

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اَلرِّبَا وَإِنْ كَثُرَ فَإِنَّ عَاقِبَتَهُ تَصِيرُ إِلَى قُلٍّ. ❷

ترجمہ: سود جتنا مرضی بڑھتا جائے اس کا انجام ہمیشہ قلت کی طرف ہوتا ہے۔

سود ہلاک کر دینے والا گناہ ہے

حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے دور رہو، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ

---

❶ مصنف ابن أبي شيبة: كتاب البيوع، باب أكل الرباء، ج۴ ص۴۴۸، رقم الحديث: ۲۲۰۰۷

❷ مسند أحمد: مسند عبد الله بن مسعود، ج٦ ص٧ ٢٩، رقم الحديث: ۳۷۵۴

کون سے گناہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، اس جان کا ناحق مارنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جہاد سے بھاگنا اور پاک دامن بھولی بھالی مؤمن عورتوں پر تہمت لگانا۔ ❶

سود خور اور اس کے معاونین سب لعنتی ہیں

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا، وَمُؤْكِلَهُ، وَكَاتِبَهُ، وَشَاهِدَيْهِ، وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ. ❷

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سود لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی اور ارشاد فرمایا یہ سب گناہ میں برابر شریک ہیں۔

سود کھانا اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے کے مترادف ہے

سود اتنا بڑا گناہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلرِّبَا سَبْعُونَ حُوبًا، أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ. ❸

ترجمہ: سود کے ستر درجے ہیں (گناہ کے اعتبار سے) اور سب سے نچلا درجہ یہ ہے کوئی اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کے ستر درجے ہیں اور سب سے چھوٹا درجہ ہے کوئی اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے، کوئی مسلمان یہ گوارا نہیں کرسکتا وہ اپنی ماں کے ساتھ زنا

---

❶ صحيح البخاري: كتاب الحدود، باب رمي المحصنات، رقم الحديث: ٦٨٥٧

❷ صحيح مسلم: كتاب الطلاق، باب لعن آكل الربا ومؤكله، رقم الحديث: ١٥٩٨

❸ سنن ابن ماجه: كتاب التجارات، باب التغليظ فى الربا، رقم الحديث: ٢٢٧٤

کرے تو اس سے اندازہ کرو کہ کتنا خطرناک گناہ ہے۔

سود کھانا تینتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ جرم ہے

حضرت کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَأَنْ أَزْنِيَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ زَنْيَةً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ آكُلَ دِرْهَمَ رِبًا يَعْلَمُ اللَّهُ أَنِّي أَكَلْتُهُ حِينَ أَكَلْتُهُ رِبًا. ①

ترجمہ: اگر میں تینتیس مرتبہ زنا کر دوں یہ مجھے پسند ہے اس سے کہ میں سود کا ایک درہم کھاؤں، جس کے بارے میں اللہ رب العزت جانتا ہے کہ میں نے سود میں سے کھایا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے سود کا ایک روپیہ کتنا نقصان دیتا ہے، یہ نسلوں کو تباہ کر دیتا ہے، پھر انسان کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا، لاعلاج بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، اولاد فرمانبردار اور اطاعت گزار نہیں ہوتی، چہرے کی رونق، عبادت کی لذت، قرآنِ کریم کی تلاوت کی توفیق اور صدقہ وخیرات کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔ تو بہرحال یہ ایک بڑا گناہ ہے آج یہ گناہ بہت رائج ہو رہا ہے اور انسان کہتا ہے اللہ غفور رحیم ہے، اللہ ضرور غفور رحیم ہے لیکن وہ اللہ جبار اور قہار بھی ہے کہ جب وہ اتنی تاکید سے منع کرے کوئی باز نہ آئے تو اس کے لیے پھر بڑی سخت سزا ہے۔ سود خور کا عذاب کتنا سخت ہوگا، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خواب میں اس کا مشاہدہ کر کے بیان فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں سود خور کے عذاب کا مشاہدہ کروایا گیا

صحیح بخاری کی روایت میں ہے، حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

---

① مسند أحمد: مسند أنصار، حديث عبد الله بن حنظلة، ج٣٦ ص ٢٩٠، رقم الحديث: ٢١٩٥٨

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (صبح کی) نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا چہرہ اقدس ہماری طرف متوجہ کرتے اور پوچھتے کہ آج کی رات تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر ہم سے کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ اس کو بیان کرتا اور آپ اس کی وہ تعبیر فرما دیتے جو اللہ تعالیٰ الہام فرماتا۔ چنانچہ اپنے اپنے معمول کے مطابق ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وہی سوال کیا اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی شخص نے خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیکن میں آج کی رات خواب دیکھا ہے (اور وہ یہ) کہ دو شخص میرے پاس آئے اور میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر مجھے مقدس سرزمین، ملک شام کی طرف لے چلے، پس ایک جگہ پہنچ کر میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص میرے پاس آئے بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص اپنے ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا لیے کھڑا ہے اور وہ پھر اس آنکڑے کو بیٹھے ہوئے شخص کے گلے میں ڈالتا ہے اور اس کو چیرتا ہے، یہاں تک کہ اس کی گدی تک چیرتا چلا جاتا ہے، پھر وہ دوسرے گلے کے ساتھ اس طرح کرتا ہے (یعنی اس کو بھی گدی تک چیر دیتا ہے) جب وہ اپنی اصلی حالت پر آ جاتا ہے تو پھر پہلے کی طرح وہی عمل کرتا ہے (یعنی وہ گلے کو چیرتا ہے اور جب وہ درست ہو جاتا ہے تو پھر چیرتا ہے، غرضیکہ بار بار یہی عمل کرتا ہے اور یہ عمل جاری رہتا ہے۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ میں نے (یہ دیکھ کر) پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ (یہ مت پوچھئے کہ کیا ہو رہا ہے بلکہ آگے چلیے ابھی بہت عجائبات دیکھنے ہیں اس کی تعبیر معلوم ہو جائے گی،) چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ایسی جگہ آئے جہاں ایک شخص چت پڑا ہوا تھا اور ایک شخص اس سر کے پاس اتنا بڑا پتھر لیے کھڑا تھا جس سے ہاتھ بھر جائے اور اس سے چت پڑے شخص کے سر کو کچلتا تھا، چنانچہ جب وہ پتھر کو (کھینچ کر) اس

کے سر پر مارتا ہے تو پتھر سر کو کچل کر لڑھکتا ہوا دور چلا جاتا (پھر وہ دوبارہ مارنے کی غرض سے) اس پتھر کو اٹھانے کے لیے جاتا اور جب لوٹ کر آتا تو اس کے پہنچنے سے پہلے ہی اس شخص کا سر درست ہو جاتا اور پھر وہ اس پر پتھر مارتا اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری تھا کہ اس کا سر درست ہوتا رہتا اور وہ اس پر پتھر مارتا رہتا، میں نے (یہ دیکھ کر) پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے؟

قَالَا لِی اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ.

ترجمہ: ان دونوں نے جواب دیا کہ چلیے چلیے ۔

چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ایسے گڑھے پر پہنچے جو تنور کی مانند تھا کہ اس کے اوپر کا حصہ تنگ تھا اور نیچے کا حصہ کشادہ تھا اور اس کے اندر آگ بھڑک رہی تھی، جب آگ اوپر کی طرف بھڑکتی تو کچھ لوگ جو آگ کے اندر تھے (شعلوں کے ساتھ) اوپر آ جاتے یہاں تک کہ اس گڑھے سے نکلنے کے قریب ہو جاتے اور جب شعلہ کا زور گھٹ جاتا تو وہ سب پھر اندر چلے جاتے، میں نے دیکھا کہ اس آگ میں کئی مرد تھے اور کئی عورتیں تھیں اور سب ننگے تھے، میں نے (یہ دیکھ کر) پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ (اور یہ کون ہیں)

قَالَا لِی: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ.

ترجمہ: تو ان دونوں نے کہا کہ چلیے چلیے ۔

چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ایسی نہر پر پہنچے جو (پانی کے بجائے) خون سے بھری ہوئی تھی، نہر کے بیچ میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا اور ایک شخص اس کے کنارے پر تھا جس کے آگے پتھر رکھے ہوئے تھے، جب وہ شخص جو نہر کے بیچ میں تھا (آگے کنارے پر) آیا اور چاہا کہ باہر نکل آئے تو اس شخص نے جو کنارے پر تھا اس کے منہ پر پتھر پھینک کر مارا جس سے وہ اپنی جگہ لوٹ گیا اور پھر اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا کہ نہر کے اندر کا آدمی جب باہر نکلنے کا ارادہ کرتا تھا تو کنارے والا آدمی اس کے منہ پر پتھر مارتا اور اس کو اسی جگہ واپس

کر دیتا، میں نے (یہ دیکھ کر) پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے؟

قَالَا لِی: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ.

ترجمہ: تو ان دونوں نے کہا کہ چلیے چلیے۔

چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک ایک سرسبز شاداب باغ کے پاس پہنچے، اس باغ میں ایک بڑا درخت تھا اور اس کی جڑ پر ایک بوڑھا اور کچھ لڑکے (بیٹھے) تھے، پھر کیا دیکھتا ہوں کہ اس درخت کے پاس ایک اور شخص بھی ہے جس کے آگے آگ جل رہی ہے وہ اس کو جلا بھڑکا رہا تھا، پھر وہ دونوں آدمی مجھ کو لے کر درخت پر چڑھے اور مجھ کو ایک ایسے گھر میں داخل کیا جو درخت کے بالکل درمیان تھا (اور یہ گھر اتنا اچھا تھا کہ) میں نے کبھی بھی اس سے اچھا کوئی گھر نہیں دیکھا، اس گھر میں کتنے ہی جوان بوڑھے، مرد تھے، کتنی ہی عورتیں اور کتنے ہی بچے تھے، اس کے بعد وہ دونوں مجھ کو اس گھر سے نکال کر درخت کے اور اوپر لے گئے اور مجھ کو ایک ایسے گھر میں داخل کیا جو پہلے گھر سے بھی بہت اچھا اور افضل تھا اس میں بھی بوڑھے اور جوان آدمی موجود تھے، اب میں نے ان دونوں آدمیوں سے کہا کہ آج کی رات تم نے مجھ کو خوب گھمایا پھرایا لیکن میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کی حقیقت سے تو مجھ کو آگاہ کرو؟ ان دونوں نے کہا کہ اچھا کہ ہم آپ کو بتاتے ہیں (پھر انہوں نے بیان کرنا شروع کیا کہ) جس شخص کو آپ نے دیکھا کہ اس کا گلا چیرے جا رہے تھے وہ ایسا شخص ہے جو جھوٹا ہے، جھوٹ بولتا ہے اور اس کی جھوٹی باتیں نقل و بیان کی جاتی ہیں، جو دنیا میں چاروں طرف پھیلتی ہیں، جن سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں، چنانچہ اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جا رہا ہے جو آپ نے دیکھا اور اس کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

اور جس شخص کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جا رہا تھا وہ ایسا شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن سکھایا تھا یعنی اس کو قرآنی علوم سیکھنے کی توفیق عطا فرمائی تھی لیکن وہ شخص اس

(قرآن سے) بے نیاز ہو کر رات میں سوتا رہا اور دن میں قرآن کے مطابق عمل نہیں کیا، چنانچہ اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جا رہا ہے جو آپ نے دیکھا اور اس کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

اور جن لوگوں کو آپ نے تنور میں دیکھا ہے وہ زناکار ہیں، اور جس شخص کو آپ نے نہر میں دیکھا وہ سود خور ہیں (ان سب کو بھی اپنے کیئے کی سزا مل رہی ہے اور قیامت تک یوں ہی ملتی رہے گی۔)

اور جس بوڑھے شخص کو آپ نے درخت کی جڑ کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے پاس جو بچے ہیں وہ آدمیوں کی اولاد ہیں اور جو شخص درخت سے کچھ فاصلہ پر آگ جلا رہا ہے وہ دوزخ کا داروغہ ہے اور درخت کے اوپر پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے تھے وہ (جنت میں عام) مؤمنوں کا مکان ہے اور یہ گھر (جو پہلے گھر سے اوپر واقع ہے) شہداء کا مکان ہے، میں جبرائیل (علیہ السلام) ہوں اور یہ جو میرے ساتھ ہیں میکائیل (علیہ السلام) ہیں اور ذرا آپ اوپر سر اٹھایئے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اوپر (نہایت بلندی میں) ابر کی مانند کوئی چیز ہے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تہ در تہ سفید ابر کی مانند کوئی چیز ہے، ان دونوں نے کہا کہ یہ ابر کی مانند جو چیز آپ دیکھ رہے ہیں دراصل جنت میں آپ کا مکان ہے۔ میں نے کہا کہ تو پھر تم لوگ مجھے چھوڑ دو، تاکہ میں اپنے مکان میں چلا جاؤں، ان دونوں نے کہا کہ ابھی تو آپ کی عمر باقی ہے جس کو آپ نے پورا نہیں کیا ہے، جب آپ اپنی عمر کو پورا کر لیں گے تو اپنے مکان میں چلے جائیں گے۔ ❶

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سود خور کا عذاب اتنا سخت ہے کہ وہ خون کی نہر میں ہے

---

❶ صحیح البخاری: کتاب الرؤیا، باب تعبیر الرؤیا بعد صلاۃ الصبح، رقم الحدیث: ۷۰۴۷

اور جب باہر آنے لگتا ہے تو اُسے پتھر مار کر دوبارہ اندر دھکیل دیا جاتا ہے اور یہ عذاب کا سلسلہ اس کا جاری رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن یزید خطمی نے سود کے بیس ہزار درہم چھوڑ دیئے

حضرت عبداللہ بن یزید الخطمی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک غلام کو چار ہزار درہم دے کر اصبہان کی طرف بھیجا، پھر مجھے پتہ چلا کہ اس کا انتقال ہوگیا، تو میں اس کے پاس وہیں پہنچا اس کا مال چوبیس ہزار درھم تک پہنچ گیا تھا، مجھے کہا گیا کہ یہ سودی کاروبار کرتا تھا، تو میں نے اپنے چار ہزار درہم تو لے لیے لیکن بیس ہزار درہم چھوڑ دیے۔ ❶

ایک زمانہ آئیگا کہ لوگ سود سے نہیں بچ سکیں گے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لا يَبْقَى أَحَدٌ إِلَّا أَكَلَ الرِّبَا، فَإِنْ لَمْ يَأْكُلْهُ أَصَابَهُ مِنْ بُخَارِهِ. ❷

ترجمہ: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جب کوئی شخص سود کھائے بغیر نہ رہے گا اور اگر وہ سود نہ بھی کھائے گا تو اس کے دھوئیں سے تو بچا نہ رہے گا۔

سود خوروں کے پیٹوں میں سانپ دیکھے گئے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج کے موقع پر جب ہم ساتویں آسمان پر پہنچے تو میری نگاہ اوپر کو اٹھ گئی، وہاں بادل کی گرج چمک اور کڑک تھی، پھر میں ایسی قوم کے پاس پہنچا:

---

❶ مصنف عبد الرزاق: كتاب البيوع، باب ما جاء في الربا، ج۸ ص ۳۱۶، رقم الحديث: ۱۵۳۵۴

❷ سنن أبي داود: كتاب البيوع، باب في اجتناب الشبهات، رقم الحديث: ۳۳۳۱

بُطُونُهُمْ كَالْبُيُوتِ فِيهَا الْحَيَّاتُ مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جِبْرِيلُ هَؤُلَاءِ أَكَلَةُ الرِّبَا. ❶

جن کے پیٹ کمروں کی طرح تھے ان میں سانپ وغیرہ ان کے پیٹ کے باہر سے نظر آ رہے تھے، میں نے پوچھا جبرائیل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ سودخور ہیں۔

سودخور کی قبر زمین میں دھنس گئی

اخباری اطلاع کے مطابق قبرستان میں ایک جنازہ لایا گیا، امام صاحب نے جوں ہی نماز جنازہ کی نیت باندھی مردہ اٹھ کر بیٹھ گیا، لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی امام صاحب نے بھی نیت توڑ دی اور کچھ لوگوں کی مدد سے اس کو پھر لٹا دیا، تین مرتبہ مردہ اٹھ کر بیٹھا، امام صاحب نے مرحوم کے رشتہ داروں سے پوچھا کیا مرنے والا سودخور تھا، انہوں نے اثبات (یعنی ہاں) میں جواب دیا، اس پر امام صاحب نے نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا، لوگوں نے جب لاش قبر میں رکھی تو قبر زمین کے اندر دھنس گئی، اس پر لوگوں نے لاش کو مٹی وغیرہ سے دبا کر بغیر فاتحہ ہی گھر کی راہ لی۔ ❷

سود میں لیے گئے کھانے میں خون ہی خون

حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمہ اللہ بڑے جلیل القدر اولیاء میں سے ہوئے ہیں، ابتداء میں بہت دولت مند تھے لیکن سودخور تھے ہر روز تقاضا کرنے جاتے جب تک وصول نہ کر لیتے اسے نہ چھوڑتے، ایک روز کسی مقروض کے گھر گئے لیکن وہ گھر میں موجود نہ تھا، اس کی بیوی نے کہا کہ اس کے پاس قرض ادا کرنے کے لیے رقم موجود نہیں ہے البتہ بکری ذبح کی تھی اس کی گردن موجود ہے جو ہم نے گھر پر پکائی ہے، لیکن آپ اس عورت سے بکری کا

---

❶ مسند أحمد: مسند أبي هريرة، ج۱۴ ص ۲۸۵، رقم الحديث: ۸۶۴۰

❷ ناقابلِ فراموش سچے واقعات: ص۵۴۹

گوشت زبردستی لے آئے اور گھر پہنچ کر بیوی سے کہا کہ یہ سود میں ملی ہے اسے پکا لو، بیوی نے کہا آٹا اور لکڑی بھی ختم ہے اس کا بندوبست کردو، آپ دوسرے قرضداروں کے پاس گئے اور یہ چیزیں بھی سود میں لے آئے، جب کھانا تیار ہو گیا تو کسی سوالی نے آواز دی کہ بھوکہ ہوں کچھ کھانے کو دو، آپ نے اندر ہی سے اس سائل کو جھڑک دیا، سائل چلا گیا۔

جب آپ کی بیوی نے ہانڈی سے سالن نکالنا چاہا تو دیکھا کہ وہ خون ہی خون ہے، بیوی نے حیران ہو کر شوہر کی طرف دیکھا اور کہا کہ اپنی شرارتوں اور اس گناہ کا نتیجہ دیکھ لو۔ خواجہ حبیب عجمی رحمہ اللہ نے یہ ماجرا دیکھا تو حیرت زدہ رہ گئے، اس واقعہ نے آپ کی زندگی میں انقلاب برپا کردیا، اسی وقت سابقہ زندگی اور گناہ سے توبہ کر لی۔ ❶

مالِ حرام کی وجہ سے ہر مرتبہ قبر ٹیڑھی ہو جاتی تھی

(۲۷ جمادی الاول ۱۴۱۱ھ) کو ایک پولیس افسر کا جنازہ قبرستان لایا گیا، جب اسے قبر میں اتارا جانے لگا تو اس کی قبر یکایک ٹیڑھی ہو گئی، پہلے پہل تو لوگوں نے اسے گورکن کا قصور قرار دیا اس لیے دوسری جگہ قبر کھودی گئی، جب جنازہ کو دوسری قبر میں اتارنے لگے تو قبر ایک بار پھر ٹیڑھی ہو گئی، اب لوگوں میں خوف وہراس پھیلنے لگا، تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا قبر حیرت انگیز حد تک اس قدر ٹیڑھی ہو جاتی کہ تدفین ممکن نہ رہتی، بالآخر شرکائے جنازہ نے مل جل کر میت کے لیے دعائے مغفرت کی اور پانچویں قبر میں ہر حال میں تدفین کا فیصلہ کیا گیا، چنانچہ پانچویں بار قبر ٹیڑھی ہونے کے باوجود زبردستی پھنسا کر میت کو اتار دیا گیا، اس کے بعد لوگوں نے اس کے رشتہ داروں سے اس کے متعلق پوچھ گچھ کی تو معلوم ہوا کہ یہ افسر رشوت لیتا تھا جس کا اس کو مرتے وقت انجام ملا۔ ❷

---

❶ ۱۰۱ اسبق آموز واقعات: ص: ۲۵۲

❷ ناقابلِ فراموش سچے واقعات: ص ۵۵۲

رشوت خور کی قبر سے آگ کے شعلے

وہ پانچوں وقت پابندی سے نماز پڑھتے تھے، مالدار ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے سخی دل بھی تھے، دل کھول کر غریبوں اور بیواؤں کی امداد کیا کرتے تھے، کئی یتیم بچیوں کی شادیاں بھی کرادیں، حج بھی کیا ہوا تھا، ۱۹۷۳ء کی صبح ان کا انتقال ہوگیا، بے حد ملنسار اور بااخلاق تھے، اہلِ محلّہ ان سے بہت متأثر تھے، ان کی وفات پر تو سوگواروں کا تانتا بندھ گیا، ان کے جنازے میں لوگوں کا کافی رش تھا، سب لوگ قبرستان آئے قبر کھود کر تیار کر لی گئی، جوں ہی میت قبر میں اتارنے کے لیے لائے تو غضب ہوگیا یکایک قبر خود بخود بند ہوگئی، سارے لوگ حیران رہ گئے دوبارہ زمین کھودی گئی جب میت اتارنے لگے تو پھر قبر خود بخود بند ہوگئی، سارے لوگ پریشان تھے، ایک آدھ بار مزید ایسا ہی ہوا، آخر کار چوتھی بار تدفین میں کامیاب ہوہی گئے، فاتحہ پڑھ کر سب لوٹے اور ابھی چند ہی قدم چلے تھے کہ ایسا محسوس ہوا جیسے زمین زور زور سے ہل رہی ہے، لوگوں نے بے ساختہ پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک ہوش اڑا دینے والا منظر تھا، قبر میں دراڑیں پڑ چکی تھیں اس سے آگ کے شعلے اور دھواں اٹھ رہا تھا اور قبر کے اندر سے چیخ وپکار کی آواز بالکل صاف سنائی دے رہی تھی، یہ لرزہ خیز منظر دیکھ کر سب کے اوسان خطا ہوگئے اور سب لوگ جس سے جس طرف بن پڑا بھاگ کھڑے ہوئے، سب لوگ بے حد پریشان تھے کہ بظاہر نیک، سخی اور بااخلاق انسان کی آخر ایسی کونسی خطا تھی جس کے سبب یہ اس قدر ہولناک عذاب قبر میں مبتلا ہوگیا، تحقیق کرنے پر اس کے حالات کچھ یوں سامنے آئے، مرحوم بچپن سے ہی بہت ذہین تھا لہٰذا ماں باپ نے اعلیٰ تعلیم دلوائی، جب خوب پڑھ لکھ لیا تو کسی طرح سفارش اور رشوت کے زور پر ایک سرکاری محکمہ میں ملازمت اختیار کر لی، رشوت کی لت پڑ گئی، رشوت کی دولت سے پلاٹ بھی خریدا اور خاصا بینک بیلنس بھی بنایا، اسی سے حج بھی ادا کیا اور ساری سخاوت بھی اسی مال حرام سے کیا کرتا

تھا۔ (تو اس نے اپنی زندگی رشوت اور مالِ حرام میں گزاری، مالِ حرام کا صدقہ اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوتا۔) ❶

آج کل ہدیہ رشوت بن چکا ہے

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَتِ الْهَدِيَّةُ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً، وَالْيَوْمَ رِشْوَةٌ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہدیہ ہدیہ تھا اور آج کل کے زمانے میں رشوت ہے۔

بہر حال انسان اپنے آپ کو سود کے گناہ سے بچائے ورنہ اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ ❷

۴۰......عورت کا خوشبو لگا کر باہر نکلنا

یہ وہ گناہ ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ لِامْرَأَةٍ تَطَيَّبَتْ لِهَذَا الْمَسْجِدِ حَتَّى تَرْجِعَ فَتَغْتَسِلَ غُسْلَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ. ❸

ترجمہ: اُس عورت کی نماز نہیں قبول کی جاتی جو مسجد جانے کے لیے خوشبو لگائے یہاں تک کہ لوٹ کر آئے، اور وہ اس طرح غسل کرے جس طرح کے جنابت کا غسل کیا جاتا ہے۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی عورت خوشبو لگا کر نکلی، اور نکلی بھی مسجد

---

❶ ناقابلِ فراموش سچے واقعات: ص ۵۴۸، ۵۴۹

❷ صحیح البخاری کتاب الهبة وفضلها، باب من لم يقبل الهدية لعلة، ج۳ ص ۱۵۹

❸ سنن أبي داود: كتاب الترجل، باب ما جاء في المرأة تتطيب للخروج، رقم الحديث: ۴۱۷۴

جانے کے لیے، بازار کے لیے نہیں، کسی شوپنگ مال میں جانے کے لیے نہیں، بلکہ مسجد جانے کے لیے نکلی، لیکن خوشبو لگا کر گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک لوٹ کر نہیں آئے گی اور اس طرح غسل نہ کرے جس طرح جنابت میں غسل کیا جاتا ہے، تو اُس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ گویا اس فعل کی وجہ سے اُس کا سارا جسم نجس ہوگیا، لہذا اب غسل کرے تا کہ شیطانی اثرات ختم ہو جائیں اور روحانیت کے آثار شروع ہوں پھر عبادت کرے، تبھی اس کی عبادت کو قبول ہوگی، ورنہ اس کی عبادت قبول نہیں ہوگی، تو جب مسجد کے لیے جائے اس قدر سختی ہے، تو دیگر جگھوں کا کیا کہنا۔ عورت کا خوشبو لگا کر گھر سے باہر نکلنا کبیرہ گناہ ہے۔ اس میں خاوند کی اجازت اور عدم اجازت برابر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورت کو زانیہ فرمایا ہے:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلَى قَوْمٍ لِيَجِدُوا مِنْ رِيحِهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ. ❶

ترجمہ: جو عورت خوشبو لگا کر کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے اور لوگ اس کی خوشبو محسوس کریں تو وہ عورت زانیہ ہے۔

اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، خواتین عموماً تقریبات میں جاتے ہوئے اس قدر خوشبو کا استعمال کرتی ہیں کہ جو کوئی خوشبو نہ بھی سونگھنا چاہے وہ بھی محسوس کیے بغیر نہیں رہتا۔ شاید کہ یہ اس نبوی وعید سے ناآشنائی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ اگر کسی خاتون کے سامنے یہ وعید ہو تو اتنا بڑا گناہ کرنے کی جرات کیسے کر سکتی ہے؟ اور یہ ہی مردوں کو اپنی طرف میلان کا سبب ہے، حدیث میں آتا ہے:

مُمِيلَاتٌ، مَائِلَاتٌ.

لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں خود لوگوں کی طرف مائل ہوتی ہیں۔

---

❶ سنن النسائی: کتاب الزینة، باب ما یکره للنساء من الطیب، رقم الحدیث: ۵۱۲۶

اپنے لباس کے ذریعے، اجنبی مردوں کو اپنی اداؤں، اپنے اشاروں اور طرح طرح کے نازنخروں کے ذریعہ سے اپنی طرف مائل کرتی ہے، ایسی عورت کے متعلق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ.

یہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی۔

عَارِيَات. ①

ان کا لباس ایسے ہوتا ہے گویا کہ ان کے جسم پر لباس نہیں ہے، (اتنا باریک ہے کہ جسم کی ساخت نظر آ رہی ہے۔)

وہ عورتیں مراد ہیں جو بظاہر کپڑے پہنے ہوں گی، مگر ان کا کپڑے پہننا نہ پہننا دونوں برابر ہوگا، کیوں کہ کپڑوں کا مقصد یعنی ستر عورت حاصل نہ ہوگا، اس لیے کہ وہ کپڑے اس قدر باریک یا تنگ یا ناکافی ہوں گے کہ سارا ستر نظر آئے گا، یا اکثر حصہ نظر آئے گا۔ یا ایسے چست کپڑے جن سے جسم کا ابھار ظاہر ہو، جیسے تنگ پینٹ شرٹ یا دیگر چست کپڑے وغیرہ۔

بسا اوقات اللہ رب العزت عبرت کے لیے ایسے واقعات رونما فرما دیتے ہیں تاکہ آنے والوں کے لیے عبرت ہو سکے، اسی سلسلے کا ایک واقعہ درج ذیل ہے۔

ایک فیشن ایبل لڑکی کا سخت عذاب الٰہی میں مبتلا ہونا

احمد آباد کے محلّہ جمال پورہ کے متمول مسلمان گھرانہ میں عجیب واقعہ سے احمد آباد لرز گیا۔ لڑکی کے بالوں پر دو کالے کالے ناگ، اور چہرہ پر چھپکلی، ناخنوں پر بچھو بیٹھے ہوئے تھے۔ احمد آباد جیسے صنعتی شہر میں جسے ہندوستان کا ''مانچسٹر'' بھی کہا جاتا ہے، جہاں پر مسلم

---

① صحیح مسلم: کتاب اللباس والزینة، باب النساء الکاسیات العاریات المائلات، رقم الحدیث: ۲۱۲۸

کاری گروں کی بہت بڑی آبادی ہے، جہاں تاریخ نے کئی انمٹ نقوش چھوڑے ہیں، اسی احمد آباد شہر کے محلّہ جمال پورہ کے ایک مسلم خاندان میں ایک عجیب وغریب اور عبرناک واقعہ رونما ہو۔

بتایا جاتا ہے کہ مسلم خاندان کی ایک کنواری، غیر شادی شدہ نوجوان لڑکی جس کے فیشن کا بڑا چرچا تھا، مال دار گھرانے کی یہ لڑکی صبح اُٹھ کر بناؤ سنگھار کرتی، نت نئی تراش وضع، فیشن اور ڈیزائن کے لباس زیب تن کرتی تھی۔ ایک روز اچانک مختصر سی علالت کے بعد چل بسی اور شہر کے قبرستان میں اسے دفن کر دیا، مبینہ طور پر اس کے بعد ایک حیرت انگیز بات ہوئی، اس کی والدہ کو مسلسل تین رات تک یہ آواز سنائی دیتی رہی اور خواب میں لگاتار تین رات اپنی جوان لڑکی کی لاش دکھائی دیتی رہی جو کہہ رہی تھی۔ امی مجھے قبر سے نکالو میں زندہ ہوں۔

اس کی ماں کا بیان ہے کہ میں اس واقعہ سے گھبراہٹ محسوس کر رہی تھی، مجھے خوف واضمحلال لاحق ہو گیا تھا، ممتا کے آنسوؤں نے لڑکی کے باپ اور بھائی اور محلّہ داروں کو آگاہ کیا اور چوتھے روز دو پولیس والوں کی موجودگی میں قبر کھودی گئی، لڑکی زندہ تھی لیکن اس عبرتناک حالت میں کہ اس کے بالوں پر دو کالے کالے رنگ کے سانپ، چہرہ پر چھپکلی اور ناخنوں پر جہاں جہاں لالی لگی تھی، وہاں بچھو چپکے ہوئے تھے۔ عصر کے بعد تمام موذی جانور متوفیہ کی لاش سے ہٹ گئے۔ پولیس بے ہوش لڑکی کو قبر سے نکال کر واڑی چیری ٹیبل ہسپتال احمد آباد کے آئی سی وارڈ میں لے گئی جہاں اس کا علاج ہو رہا ہے۔ لڑکی کا ہونٹ غائب ہو گیا ہے، ہوش میں آنے کے بعد کہا جاتا ہے کہ اس نے بتایا کہ میں صرف پندرہ دن کے لیے دوبارہ آئی ہوں، تم لوگ نماز پڑھو، روزہ رکھو۔ لوگوں کو صرف اتنا سنائی دیا اور اتنا ہی سمجھ میں آیا، اس سے زیادہ کچھ بھی سنائی نہیں دیا۔

بتایا جاتا ہے کہ تقریباً ۱۲ دنوں سے اس عجیب وغریب دوبارہ زندہ ہونے والی فیشن کی

دل دادہ لڑکی کی کنیز فاطمہ نے اسے اپنی آنکھوں سے ہسپتال جا کر دیکھا ہے۔ لوگوں میں بڑا چرچا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک تنبیہ ہے کہ غفلت اور اغیار کی نقالی سے بچ کر سادہ اور مذہب کے اصول کے مطابق لوگ چلیں، خاص کر فیشن ایبل عورتوں کے لیے اس واقعے میں بڑی عبرت کا سامان ہے۔ ❶

بہرحال اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے، مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کو چاہیے کہ وہ ازواجِ مطہرات اور صحابیات کے طرزِ زندگی کے مطابق زندگی گزاریں۔ شریعت کا مقصد عورت کی حیاء اور پاک دامنی ہے، اس لیے حکم دیا کہ باہر نکلتے وقت خوشبو نہ لگائیں تاکہ غیر مردوں کو ان پر نگاہ پڑتی ہے اور ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں شریعت چاہتی ہے کہ عورت کی پاکدامنی، اور حیاء باقی رہے۔

شریعت کا ایک حکم یہ ہے کہ کوئی عورت مرد کی مشابہت اختیار نہ کرے، مرد کو عورت کی، عورت کو مرد کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، اس لیے اسلام نے عورت اور مرد کی وضع قطع، اُن کا لباس اور طرزِ زندگی کو بالکل دونوں سے الگ رکھا ہے۔

حضرت ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا گیا:

إِنَّ امْرَأَةً تَلْبَسُ النَّعْلَ، فَقَالَتْ: لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَةَ مِنَ النِّسَاءِ. ❷

ترجمہ: ایک عورت مردانہ جوتے پہنتی ہے، تو انہوں نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرے۔

معلوم ہوا کہ جو عورت مردوں کی مشابہت اختیار کرے تو اس پر لسانِ نبوت سے لعنت

---

❶ ناقابل یقین سچے واقعات: ص ١٤٩

❷ سنن أبي داود: كتاب اللباس، باب في لباس النساء، رقم الحديث: ٤٠٩٩

ہے۔ اسی طرح بعض عورتیں زیب وزینت کے لیے اپنے بال آگے یا پیچھے سے کٹواتی ہیں یہ جائز نہیں ہے۔

بال چھوٹے کرنا اور مصنوعی ناخن لگانے کا حکم

بعض خواتین اپنے سر کے سامنے سے بال چھوٹے کرا کر پیشانی پر ڈالتی ہیں، چونکہ عورتوں کے لیے بال چھوٹے کرانا ممنوع ہے، لہذا یہ جائز نہیں۔

مصنوعی ناخن کا استعمال جائز نہیں، کیونکہ اس میں گناہ کا اظہار ہے اور فساق وفجار کے ساتھ مشابہت بھی ہے، اور اغیار کے ساتھ مشابہت سے شریعت نے منع کیا ہے۔

اس کو شہر سے باہر نکال دو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مخنث کو لایا گیا، جس نے (عورتوں کی طرح) اپنے ہاتھ پر مہندی لگا رکھی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کو دیکھ کر) فرمایا کہ اس کو کیا ہوا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ "یَتَشَبَّهُ بِالنِّسَاءِ" یہ شخص (اپنے رہن سہن، بول چال اور طور طریقوں میں) عورتوں کی مشابہت کرتا ہے۔ "فَأَمَرَ بِهِ فَنُفِيَ إِلَى النَّقِيعِ" چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شہر سے باہر نکال دینے کا حکم دیا اور اس کو (مدینہ کی ایک جگہ) نقیع میں بھیج دیا گیا۔ ❶

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس مخنث کو جو عورتوں کی مشابہت اور چال چلن رکھتا تھا آپ نے مدینہ سے نکال کر نقیع مقام کی طرف بھیج دیا۔ شریعت کا مقصود حیاء، پاک دامنی اور پاکیزگی کا ماحول پیدا کرنا ہے۔

---

❶ سنن أبي داود: كتاب الأدب، باب في الحكم في المخنثين، رقم الحديث: ۴۹۲۸

۴۱......عُجب میں مبتلا ہونا اور خواہشات پر چلنا

عُجب کسے کہتے ہیں؟ عجب کہتے ہیں صرف اپنی بات کو پسند کرنا، منوانا، اپنی رائے پر ڈٹ جانا، اَڑ جانا، دوسروں کے مشوروں کو، آراء کو قبول نہ کرنا، اپنے آپ کو ٹھیک سمجھنا باقی سب کو غلط سمجھنا، اپنی رائے کو حرفِ آخر سمجھنا، دوسروں کو حقیر اور کم تر سمجھنا، اپنے آپ کو سب سے بہتر اور اپنی عقل کو کامل سمجھنا، یہ عُجب کہلاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُهْلِكَاتُ ثَلَاثٌ إِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ وَشُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ. ❶

ترجمہ: تین گناہ ایسے ہیں جو انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں، انسان کا اپنی رائے کو پسند کرنا، وہ بخیل آدمی جو اپنے بخل کی اطاعت کرے، (یعنی بخل پر زندگی گزار رہا ہے، نہ خود اپنے مال سے فائدہ لیتا ہے، نہ اہلِ وعیال کو کھلاتا ہے، نہ اللہ کے نام پر دیتا ہے، تو اس کے لیے ہلاکت ہے) خواہشات پر چلنے والا۔

خواہشات کی پیروی کرنا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو نفس وشیطان کا اس طرح تابع کر دینا ہے کہ اس کی ہر خواہش پوری کرنے لگے، یہ ایک ایسی خصلت ہے جو ہلاکت وتباہی میں ڈال دیتی ہے۔

خواہشات کبھی پوری نہیں ہوتیں، خواہشات بادشاہ کی بھی پوری نہیں ہوتیں اور ضرورت اللہ فقیر کی بھی پوری کر دیتا ہے۔ جہنم کو خواہشات سے ڈھانپا گیا ہے اور جنت کو مشقتوں سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ، وَحُجِبَتِ الجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ. ❷

---

❶ مسند البزار: باب مسند عبد الله بن أوفى، ج٨ ص ٢٩٥، رقم الحديث: ٣٣٦٦

❷ صحيح البخاري: كتاب الرقاق، باب حجبت النار بالشهوات، رقم الحديث: ٦٤٨٧

ترجمہ: جہنم کو خواہشات سے اور جنت کو مشقت والے اعمال سے ڈھانپا گیا ہے۔

حدیث میں ہلاکت میں ڈالنے والی جن تین چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں اَزروئے گناہ، سب سے بدتر خصلت، عجب، یعنی خود بینی وخودستائی ہے، جس کی وجہ سے انسان تکبر وغرور میں مبتلا ہو جاتا ہے، کیونکہ خواہش نفس کی اتباع اور بخل وحرص کی غلامی یہ دونوں برائیاں اس طرح کی ہیں کہ اگر کوئی شخص ان میں گرفتار ہو تو ان کے پھندے سے اپنے آپ کو نکال لینا اور توبہ وانابت کی راہ اختیار کرنا زیادہ مشکل نہیں ہوتا، مگر خود بینی وخود ستائی ایک ایسا مرض ہے جو اگر لاحق ہو جاتا ہے تو کم ہی پیچھا چھوڑتا ہے اور انسان کو کبر و نخوست میں اس طرح مبتلا کر دیتا ہے کہ وہ اپنے کسی برے فعل کی اچھائی وبرائی کے احساس تک سے خالی ہو جاتا ہے۔

بعض لوگوں میں یہ بات ہوتی ہے وہ اپنی بات پر ڈٹ جاتے ہیں کوئی مشورہ دے قبول نہیں کرتے، کوئی کہتا ہے یہ بات آپ کی ٹھیک نہیں، وہ کہتا ہے نہیں نہیں، میں ٹھیک ہوں، یعنی سب کو غلط کہے گا اور اپنے آپ کو ٹھیک کہے گا، سب کی آراء کو رد کرے گا اپنی رائے کو نافذ کرے گا، اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقلمند سمجھے گا، یہ انسان کی کم فہمی ہے۔ اللہ رب العزت کی تقسیم ہے، رب العالمین نے کسی کو فہم وفراست اور دانائی زیادہ دی ہے اور کسی کو کم۔ جتنے دیئے زیادہ جلتے ہیں اتنی روشنی بڑھتی ہے، جتنے بلب زیادہ جلتے ہیں روشنی بڑھ جاتی ہے۔ جب آٹھ دس آدمیوں کی آراء سامنے آتی ہیں تو اُس کام میں آسانی ہو جاتی ہے، اور مشورے کے بعد ندامت نہیں رہتی ہے، جب انسان اپنی رائے پر اَڑ جائے کسی کا مشورہ نہ لے، کسی کی بات کو قبول نہ کرے تو ایسا آدمی ٹھوکر کھاتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُسے بعد میں اپنے فعل پر ندامت ہوتی ہے، تو بہر حال انسان اپنی رائے کو حرف آخر نہ سمجھے بلکہ اہلِ رائے سے مشورہ لے اور اُس کے بعد کوئی فیصلہ کرے، اور خواہشات کی پیروی سے اپنے آپ کو بچائے۔

۴۲......حضراتِ صحابہ کرام کو برا بھلا کہنا

معاذ اللہ اگر کوئی شخص صحابہ کرام کو برا بھلا کہے، سب وشتم کرے اور ان کی تنقیص کرے تو یہ وہ گناہ ہے جس سے انسان کے اعمال قبول نہیں ہوتے، اور ایسے شخص پر اللہ رب العزت اور معصوم فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی ہے، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ، وَالْمَلَائِكَةِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِين.

ترجمہ: جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہے گا اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا. ❶

اللہ اس کی نہ فرض عبادت قبول کرے گا اور نہ اس کی نفل۔

گستاخوں کے لیے وعیدیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا﴾ (الأحزاب:۵۷)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں، اللہ نے دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے ایسا عذاب تیار کر رکھا جو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔

دوسری آیت میں ہے:

﴿إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ﴾ (الحجر:۹۵)

---

❶ فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل: باب فضائل عبد اللّٰه بن عباس، ج ۱ ص ۵۲، رقم الحديث: ۸/ السنة لأبي بكر بن الخلال: ج ۳ ص ۵۱۵، رقم الحديث: ۸۳۳

ترجمہ: یقین رکھو کہ ہم تمھاری طرف سے ان لوگوں سے نمٹنے کے لیے کافی ہیں جو (تمہارا) مذاق اڑاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو صحابہ کرام کو برا بھلا کہے اُن پر لعنت ہے۔

إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ أَصْحَابِىْ فَالْعَنُوْهُمْ. شِرَارُ أُمَّتِي أَجْرَؤُهُمْ عَلَى أَصْحَابِي. ❶

ترجمہ: جب تم دیکھو! ایسے لوگوں کو کہ جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں، تو تم ان پر لعنت کرو، میری امت کے بدترین لوگ وہ ہوں گے جو میرے صحابہ پر (سب وشتم کرنے میں) جرأت کریں گے۔

صحابہ کرام کے معاملے میں اللہ سے ڈرو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِى أَصْحَابِىْ، لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِىْ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّى أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِى أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِى، وَمَنْ آذَانِى فَقَدْ آذَى اللّٰهَ، وَمَنْ آذَى اللّٰهَ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ. ❷

ترجمہ: میرے صحابہ کے بارے میں کچھ کہنے سے اللہ سے ڈرو، میرے پیچھے میرے صحابہ کو نشان طعن مت بنانا، جو ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے، اور جو ان سے نفرت کرتا ہے وہ مجھ سے نفرت کی وجہ سے ان سے نفرت کرتا ہے،

---

❶ تثبیت الإمامة وترتیب الخلافة لأبي نعیم: ص ۳۷۴، رقم الحدیث: ۱۹۷

❷ سنن الترمذی: أبواب المناقب، باب فیمن سبّ أصحاب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، رقم الحدیث ۳۸۶۲

جو انہیں ایذاء پہنچاتا ہے وہ مجھے ایذاء پہنچاتا ہے، اور جو مجھے ایذاء پہنچاتا ہے وہ اللہ کو ایذاء پہنچاتا ہے، اور جو اللہ کو ایذاء پہنچاتا ہے تو اللہ اسے عنقریب ہی پکڑ لے گا۔

میرے صحابہ کی تعظیم وتکریم کرو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَكْرِمُوا أَصْحَابِي، فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَظْهَرُ الْكَذِبُ حَتَّى يَحْلِفَ الْإِنْسَانُ عَلَى الْيَمِينِ لَا يُسْأَلُهَا، وَيَشْهَدَ عَلَى الشَّهَادَةِ لَا يُسْأَلُهَا. ①

ترجمہ: میرے اصحاب کی تعظیم وتکریم کرو، کیونکہ وہ تمہارے برگزیدہ اور بزرگ ترین لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں یعنی تابعین، اور پھر وہ لوگ جو ان (تابعین) کے قریب ہیں یعنی تبع تابعین اور اس کے بعد جھوٹ ظاہر ہو جائے گا، یہاں تک کہ ایک شخص قسم کھائے گا، درانحالیکہ اس سے قسم کھانے کا مطالبہ نہ ہوگا اور گواہی دے گا حالانکہ اس سے گواہی دینے کو نہ کہا جائے گا۔

صحابہ کرام کا راہِ خدا میں ایک مُد احد کے برابر ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ. ②

---

① مسند أبي داود الطيالسي: أحاديث عمر بن الخطاب، ص ٣٤، رقم الحديث: ٣١/ السنن الكبرى للنسائي: ج٨ ص ٢٨٥، رقم الحديث: ٩١٧٩

② صحيح البخاري: كتاب المناقب، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: لو كنتُ متخذا خليلا، رقم الحديث: ٣٦٧٣/ مسند أحمد: مسند المكثرين من الصحابة، ج ١٧ ص ١٣٨، رقم الحديث: ١١٠٧٩

ترجمہ: میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہا کرو، کیونکہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تو وہ ان میں سے کسی کے ایک مد بلکہ اس کے نصف تک کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اللہ کے ولیوں کو برا بھلا کہنے والوں کے لیے اعلانِ جنگ

ایک حدیث قدسی ہے، آپ صلی اللہ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں:

مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالحَرْبِ. ❶

ترجمہ: جو میرے کسی نیک ولی کو اذیت دیگا، میرا اس کے ساتھ اعلانِ جنگ ہے۔

اللہ تعالیٰ جس سے جنگ کرے، تو معاذ اللہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی خالقِ کائنات کو شکست دے سکے، اس لیے ایسے شخص کا شکست میں جانا یقینی ہوا کرتا ہے، اور جنگ میں انسان سب سے قیمتی چیز لیتا ہے، اور انسان کے پاس سب سے قیمتی چیز ایمان ہے، بسا اوقات ایسا آدمی ایمان سے محروم ہو جاتا ہے، اور اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا ہے۔ صحابہ کرام کی جماعت کا بہت بڑا مقام اور مرتبہ ہے، اللہ تعالی نے جا بجا قرآن میں ان کے لیے جنت کی بشارتیں اور اپنی رضامندی کا تذکرہ کیا ہے، اب معاذ اللہ کوئی اس مقدس جماعت کو برا بھلا کہتا ہے تو اپنی آخرت کو تباہ کرتا ہی ہے بسا اوقات اللہ تعالی دنیا میں بھی ایسے گستاخوں کو عبرتناک سزا دیتا ہے، تاکہ آنے والوں کے لیے مقامِ عبرت ہو۔

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، رقم الحدیث: ٦٥٠٢

حضراتِ صحابہ کرام کے گستاخوں کا دنیاوی انجام

حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے گستاخ کی دونوں آنکھیں باہر نکل گئیں

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۱ھ) اپنی کتاب ''کتاب الروح'' میں حضرت ابوالحسن مطلبی رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ طیبہ میں ایک عجیب واقعہ دیکھا، کہا ایک شخص مدینہ شریف میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ ہم ایک دن صبح کی نماز پڑھ کر بیٹھے تھے کہ وہ شخص ہمارے سامنے ظاہر ہوا، اس کی دونوں آنکھیں باہر نکل کر اس کے گالوں تک لٹک رہی تھیں، ہم نے اس سے بڑے تعجب سے پوچھا کہ یہ تیری کیا حالت ہے؟ وہ کہنے لگا:

آج رات کو خواب میں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، میں نے دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم موجود ہیں، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے دیکھ کر کہا کہ یا رسول اللہ! یہی شخص ہے جو ہمیں ایذاء اور گالیاں دیا کرتا ہے، مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کا کس نے حکم دیا ہے، میں نے کہا حضرت علی نے، بس یہ سنتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ میری طرف غصے سے لپکے اور دونوں انگلیوں سے میری طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ:

إِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ فَفَقَأَ اللّٰهُ عَيْنَيْكَ.

اگر تو نے جھوٹ بولا ہے تو خدا تعالیٰ تیری دونوں آنکھیں نکال ڈالے۔

بس یہ کہہ کر اپنی دونوں انگلیوں کو میری آنکھوں میں ٹھونس دیا، جب میں بیدار ہوا تو یہ حالت ہوگئی، جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ اب وہ شخص رو رو کر اس واقعہ کو لوگوں کو سناتا تھا اور اپنی توبہ کا اعلان کرتا تھا۔ ①

---

① کتاب الروح: المسئلة التاسع عشرة، ص ۱۹۱

شیخین کی گستاخی کرنے والے خنزیر کی صورت میں مسخ ہو گیا

علامہ کمال الدین ابن العدیم رحمہ اللہ (متوفی ٦٦٠ ھ) فرماتے ہیں: جب حلب میں ابن المنیر کا انتقال ہوا، تو حلب کے چند نوجوان ایک دن بغرض تفریح نکلے، آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ سنا ہے کہ جو شخص حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو قبر میں مسخ کر کے خنزیر بنا دیتا ہے، اور بے شک ابن المنیر اس فعل قبیح کا مرتکب تھا، آؤ دیکھیں کہ اس کا کیا حشر ہوا؟ تمام نے متفق الرائے ہو کر قبر کھودی تو سچ مچ ابن المنیر خنزیر کی شکل میں قبلہ کی طرف سے منحرف پڑا ہوا تھا، ان لوگوں نے عبرت کے لیے اس کی لاش باہر نکالی پھر اس کو جلایا اور قبر میں ڈال کر مٹی سے ڈھک دیا۔ ❶

شیخین کی گستاخی کرنے والے پر سرخ بھڑوں کا حملہ کرنا

علامہ دمیری رحمہ اللہ نے واقعہ لکھا کہ مختار تیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک آدمی نے بیان کیا کہ ہم ایک مرتبہ سفر کے لیے روانہ ہوئے اور ہمارے ساتھ ایک ایسا آدمی بھی تھا جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتا تھا۔ پس ہم نے اسے منع کیا، لیکن وہ باز نہیں آیا، ایک دن وہ قضاء حاجت کے لیے باہر نکلا تو اس کو سرخ بھڑیں جو نہایت کثیر مقدار میں تھیں لپٹ گئیں۔ پس اس نے مدد کے لیے چیخ وپکار کی، ہم اس کی مدد کو گئے لیکن بھڑوں نے اس کو نہیں چھوڑا۔ یہاں تک کہ اس کے جسم کو نوچ نوچ کر اسے ہلاک کر دیا۔ ❷

---

❶ بغیة الطلب فی تاریخ حلب: ترجمه: أحمد بن منير بن أحمد بن مفلح، ج۳ ص ۱۱٦۴

❷ حياة الحيوان: الزنبور، ج ۱ ص ۱۴

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گستاخی کرنے والا بندر کی صورت میں مسخ ہوگیا

شیخ صالح عمر رعینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے قریب ٹھہرا ہوا تھا، عاشورہ کے دن قبہ عباس کے پاس پہنچا جس میں شیعہ امامیہ جمع تھے، میں دروازہ کے پاس کھڑا ہوگیا اور کہا کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت میں کوئی نشانی چاہیے، ان میں سے بوڑھا آدمی باہر نکلا اور کہا کہ بیٹھ جاؤ ہم نشانی دیں گے، میں بیٹھا رہا یہاں تک کہ وہ سب فارغ ہوگئے، تو وہی شخص آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے مکان پر لے گیا، ایک جگہ بند کر دیا اور میرے اوپر دو غلاموں کو مسلط کر دیا انہوں نے مجھے باندھ کر خوب مارا پھر بوڑھے نے حکم دیا کہ اس کی زبان کاٹ لو، چنانچہ میری زبان کاٹ کر مجھے چھوڑ دیا اور کہا جاؤ جس کی محبت میں علامت (نشانی) مانگنے آئے تھے اس سے کہو کہ میری زبان درست کر دو۔

میرا یہ حال تھا کہ درد کی شدت سے سخت بے چین تھا روتا ہوا حجرہ شریف کے پاس حاضر ہوا دل میں عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ میری حالت پر نظر فرمائیے، اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے سچے دوست ہیں تو دعا فرمائیے کہ میری زبان درست ہو جائے، اتنا کہتے ہی مجھے نیند آگئی خواب میں دیکھتا ہوں کہ میری زبان درست ہوچکی ہے، مارے خوشی کے آنکھ کھل گئی تو زبان کو بالکل درست پایا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اس کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت میرے دل میں اور زیادہ ہوگئی۔

دوسرے سال پھر اسی مقام پر پہنچا اور محبت ابوبکر میں دینار کا سوال کیا، یہ سن کر ایک نوجوان آیا اور کہا کہ ٹھہرو ہم فارغ ہولیں۔ چنانچہ پھر ہم کو اسی مکان پر لے گیا اور کھانا کھلایا جب کھانا کھا چکے تو وہ نوجوان مجھے لے کر ایک حجرہ کے دروازے پر پہنچا اور اس کو کھول کر کہنے لگا آؤ اور رونے لگا، میں نے مکان کے اندر کا جائزہ لیا تاکہ نوجوان کے رونے کا سبب معلوم کروں، دیکھا کہ حجرہ کے ایک گوشہ میں بندر باندھا ہوا ہے، میں نے بندر کا حال

دریافت کیا تو وہ اور زیادہ رونے لگا، میں نے اس کو خاموش رہنے کو کہا اور حال پوچھا: تو اس نے حالات کو پوشیدہ رکھنے کا وعدہ لے کر بیان کرنا شروع کیا کہ یہ بندر میرا باپ ہے اور ائمہ شیعہ میں سے ہے، سال گزشتہ اس نے ایک نوجوان کی زبان فلاں جرم میں کٹوائی تھی اور وہی قصہ سنایا جو میرے اوپر گزر چکا تھا، وہ نوجوان زبان کٹوا کر چلا گیا، معلوم نہیں اس کا کیا ہوا، مگر باپ کا یہ حال ہوا کہ ایک رات اچانک اٹھ کر چیخنے لگا سب کی آنکھیں کھل گئیں دیکھا کہ اس کی صورت مسخ ہو کر بندر کی ہو چکی ہے، ہم سب بہت ڈرے اور اسے گھر میں مقید کر دیا اور مرنے کی خبر مشہور کر دی۔

میں نے کہا کہ جس نوجوان کی زبان کاٹی گئی تھی اس کو دیکھ کر پہچان سکتے ہو، اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا کہ خدا کی قسم! میں ہی وہ آدمی ہوں اور سارا قصہ سنا دیا، وہ میرے اوپر گر پڑا، میرے سر اور ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کپڑے اور دینار دیئے اور زبان درست ہونے کا حال پوچھا، میں نے مفصل حال سنا دیا اور واپس آ گیا۔ ❶

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گستاخ کا چہرہ خنزیر کی صورت میں مسخ ہو گیا

علامہ بارزی رحمہ اللہ منصور سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے شام میں ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کا بدن آدمی جیسا ہے لیکن اس کا چہرہ خنزیر کی شکل میں ہے، اس کی وجہ پوچھی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر روزانہ ایک ہزار مرتبہ لعنت بھیجا کرتا تھا۔ (نعوذ باللہ) اور جمعہ کے دن چار ہزار مرتبہ (نعوذ باللہ) کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس مردود کی شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے چہرہ کی طرف تھوک دیا، جس کی وجہ سے اس کا چہرہ خنزیر کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ ❷

---

❶ الزواجر عن اقتراف الكبائر: الكبيرة الرابعة والخامسة والستون بعد الأربع مائة، بغض الأنصار وشتم واحد من الصحابة، ج ۲ ص ۳۸۲

❷ الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة: ج ۲ ص ۵۷۳

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی کرنے والے کی پُراسرار موت

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ کسی نے خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ کے پاس حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم یہ پانچوں صحابی بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک آدمی آ گیا جس کا نام راشد الکندی تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے دیکھ کر کہنے لگے یارسول اللہ! یہ آدمی ہمیں برا بھلا کہتا رہتا ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بہت سختی سے ڈانٹا۔ وہ کہنے لگا حضرت! میں انہیں تو کچھ نہیں کہتا، بلکہ میں تو معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو کم وبیش کہا کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بربادی ہو تیرے لیے، کیا یہ میرا صحابی نہیں ہے؟ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لوہے کا ڈنڈا اُٹھا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیا اور فرمایا کہ اسے زور سے مارو، انہوں نے اسے مارا تو میری نیند اُڑ گئی، جب صبح ہوئی تو میں نے سنا کہ رات کو اچانک اس کی موت ہو گئی۔ ❶

بہر حال صحابہ کرام کو معاذ اللہ برا بھلا کہنے سے جہاں انسان کی فرض ونفل عبادت قبول نہیں ہوتی اور اس پر لعنت ہوتی ہے، اسی طرح ایسے بدبختوں کو بسا اوقات اللہ رب العزت بڑی عبرتناک سزا بھی دیتا ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا واقعات سے معلوم ہوا۔ انسان ہمیشہ اس مقدس جماعت کا تذکرہ عقیدت ومحبت کے ساتھ کرے اور ان کی لازوال قربانیوں کو یاد کر کے ان کے حق میں دعا گو رہے اور ان کے طفیل اپنی بخشش کا امیدوار رہے۔

---

❶ البداية والنهاية، ترجمة: معاوية وذكر شيء من أيامه وما ورد في مناقبه، ج۸ ص ۴۹

۴۳......تہمت لگانا

کسی پر تہمت لگانا، الزام لگانا، دوسروں کی عزتوں سے کھیلنا وہ گناہ ہے جو انسان کے نیک اعمال کو ضائع کر دیتا ہے۔ قرآن کریم ''سورہ نور'' میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ (النور: ۴)

ترجمہ: جو شخص پاک دامن عورتوں پہ تہمت لگاتے ہیں، پھر ان کے پاس چار گواہ نہیں ہوتے، تم انہیں کوڑے لگاؤ اسی کوڑے، اور تم ان کی گواہی کبھی بھی قبول نہ کرو، اس لیے کہ یہی لوگ فاسق لوگ ہیں۔

اس لیے تہمت لگانا بہت بڑا گناہ ہے، کسی پہ الزام تراشی نہیں کرنی چاہیے ورنہ اس کی وجہ سے گواہی قبول نہیں ہوگی۔

ایک منافق چور کا یہودی پر الزام لگانا

منافق اور ضعیف الاسلام لوگوں میں جب کوئی کسی گناہ اور خرابی کا مرتکب ہوتا، تو سزا اور بدنامی سے بچنے کے لیے حیلہ گھڑتے، اور آپ کی خدمت میں ایسے انداز سے اس کا اظہار کرتے کہ آپ ان کو بری سمجھ جائیں، بلکہ کسی بری الذمہ کے ذمہ تہمت لگا کر اس کے مجرم بنانے میں سعی کرتے، اور گل مل کر باہم مشورہ کرتے۔ چنانچہ ایک دفعہ یہ ہوا کہ ایک ایسے ہی شخص نے دوسرے مسلمان کے گھر میں نقب لگایا، ایک تھیلا آٹے کا اور اس کے ساتھ کچھ ہتھیار چرا کر لے گیا، اس تھیلے میں اتفاقاً سوراخ تھا، چور کے گھر تک راستہ میں آٹا گرتا گیا، چور نے یہ تدبیر کی کہ مال اپنے گھر میں نہ رکھا، بلکہ رات ہی میں وہ مال لے جا کر ایک یہودی کے پاس امانت رکھ آیا، جو اس کا واقف تھا۔ صبح کو مالک نے آٹے کے نشان پر

چور کو جا پکڑا، مگر تلاشی پر اس کے گھر میں کچھ نہ نکلا۔ ادھر چور نے قسم کھالی کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں آٹے کا سراغ آگے کو چلتا نظر آیا، تو مالک نے اسی سراغ پر یہودی کو جا پکڑا، اس نے مال کا اقرار کرلیا کہ میرے گھر میں موجود ہے، مگر میرے پاس تو رات فلاں شخص امانت رکھ گیا ہے، میں چور نہیں ہوں۔ مالک نے یہ قضیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچایا۔ چور کی قوم اور اس کی جماعت نے اتفاق کیا کہ جس طرح ہو سکے اس پر چوری ثابت نہ ہونے دو، یہودی کو چور بناؤ۔ چنانچہ یہودی سے جھگڑے اور آپ کی خدمت میں چور کی برات پر قسمیں کھائیں اور گواہی دی، قریب تھا کہ یہودی چور سمجھا جائے اور مجرم قرار دیا جائے، اس پر حق سبحانہ نے سورہ نساء آیت (۱۰۵ تا ۱۱۳) آیتیں نازل فرمائیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ایمان والوں کو متنبہ فرما دیا کہ چور یہی منافق ہے۔ یہودی اس میں سچا اور بے قصور ہے۔

دیکھیں الزام تراشی کا کیا بھیانک انجام ہوا کہ سب کے سامنے رسوائی بھی ہوئی اور قیامت تک کے لیے قرآن میں اس واقعہ کا تذکرہ کرکے سب کو اِس کے فعل بد پر آگاہ کرکے اپنے آپ کو بچانے کا درس دے دیا۔

۴۴......چغل خوری کرنا

نیک اعمال کو ضائع کرنے والے گناہوں میں ایک گناہ چغل خوری کرنا ہے، چغلی کہا جاتا ہے ایک کی بات دوسرے کو پہنچانا فتنہ فساد پھیلانے کے لیے:

وهی نقل كلام الناس بعضهم إلى بعض للإفساد بينهم. ①

ترجمہ: چغل خوری کہا جاتا ہے ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا فتنہ فساد پھیلانے کے لیے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے بارے میں کوئی جملہ کہہ دیا، تو یہ اس کو فوراً جا کر کہتا

---

①تفسير عثيمين: سوة الحجرات، ج ۱ ص ۲۷

ہے، تیرے بارے میں تو اس نے یہ کہا، اب اس نے ایک بات کہی ہوتی ہے، دو تین باتیں یہ اپنی طرف سے لگا دیتا ہے، تو اس طرح بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے، تاکہ ان کے درمیان میں دشمنی ہو جائے، ان کے درمیان میں نفرت ہو جائے۔ یہ طرزِ چغل خوری کہلاتا ہے۔

مخلوق میں بدترین لوگ چغل خور ہیں

حضرت اسماء بن یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خِيَارُ عِبَادِاللّٰهِ الَّذِينَ اِذَارُءُ وْاذُكِرَاللّٰهُ وَشِرَارُ عِبَادِاللّٰهِ الْمَشَّاءُ وْنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْاَحِبَّةِ الْبَاغُوْنَ الْبُرَاءَ الْعَنَتَ. ❶

ترجمہ: بلاشبہ اللہ کے اچھے بندے وہ ہیں کہ جب انھیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے، اور اللہ کے برے بندے وہ ہیں جو چغلی لے کر چلتے پھرتے ہیں، (اور چغلی کی وجہ سے) محبت کرنے والوں میں جدائی کرنے والے ہوتے ہیں، (اور) جو لوگ برائی سے بے زار ہیں ان کے لیے فساد کی تلاش میں رہتے ہیں۔

اس حدیث مبارک میں چغلی کی مذمت فرمائی اور جو لوگ چغلی کرتے پھرتے ہیں ان کو برے انسانوں میں شمار فرمایا۔ درحقیقت چغلی کھانا بدترین چیز ہے، جو چغلی کرتا ہے اُسے کچھ نفع نہیں ہوتا بلکہ اس کے گناہ بڑھتے چلے جاتے ہیں، اور اس کی بری حرکت اور شرارت سے اچھے خاصے اہلِ محبت اور اہلِ وفا میں جنگ ہو جاتی ہے اور دلوں میں نفرت کے شعلے بھڑک کر برائیاں شروع ہو جاتی ہیں، اور افراد کی لڑائیاں خاندانوں کو لے کر بیٹھتی ہیں، چغل خور ذرا سا شگوفہ چھوڑتا ہے اور یہاں کی بات وہاں پہنچا کر جنگ و جدال کی آگ کو

---

❶ مسند أحمد: حديث عبد الرحمن بن غنم الأشعري، ج ۲۹ ص ۵۲۱، رقم الحديث: ۱۷۹۹۸

سلگاتا ہے۔ لوگوں میں لڑائی ہوتے دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے، گویا اس نے بہت بڑا کام کیا، لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ دوسروں کے لیے جو لڑائی کی آگ سلگائی، اس سے اپنی قبر میں بھی انگارے بھر دیئے۔

قرآن کریم اور ذخیرہ احادیث میں جابجا چغل خور آدمی کی مذمت کا ذکر ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿هَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِيمٍ﴾ (القلم: ۱۱)

ترجمہ: ذلیل ہے جو دوسروں کو عیب لگاتا ہے، چغل خور ہے۔

چغل خوری کی وجہ سے عذاب قبر میں مبتلا ہونا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے، جنہیں قبر میں عذاب ہو رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ.

ان دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ کسی بڑے گناہ کے بارے میں نہیں ہو رہا ہے۔ (یعنی یہ لوگ اس گناہ کو معمولی سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ بڑا گناہ ہے۔)

آپ نے فرمایا ان میں پہلا انسان:

كَانَ أَحَدُهُمَا لاَ يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ.

ترجمہ: ان میں ایک آدمی وہ تھا جو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔

اور دوسرا آدمی:

وَكَانَ الآخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ. ❶

ترجمہ: اور دوسرا چغل خور تھا۔

---

❶ صحیح البخاری: کتاب الوضوء، باب من الکبائر أن لا یستتر من بوله، رقم الحدیث: ۲۱۶

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دو گناہوں کی وجہ سے ان دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے، ایک چغل خور ہے، اور دوسرا آدمی پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے والا ہے۔ تو جب آدمی پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچے گا تو اس کا جسم اور کپڑے ناپاک ہوں گے، اب اگر وہ وضو کرے، نماز پڑھے تو نماز ادا نہیں ہوگی، اس لیے کہ نماز کے لیے طہارت (پاکی) شرط اور ضروری ہے، جب وضو نہ ہوا تو نماز بھی نہ ہوئی، اس لیے چھینٹوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہیے، اور اس کے لیے بہتر طریقہ یہ ہے کہ انسان پیشاب کرنے کے بعد تھوڑی دیر بیت الخلاء میں ٹھہرا رہے یہاں تک کہ قطرات آنا بند ہو جائیں، پھر اس کے بعد استنجا کر لے اور استنجے کے بعد ممکن ہو تو ٹیشو پیپر بھی استعمال کرے، اس سے پاکی کا خاص اہتمام ہو جاتا ہے۔ اسی طرح چغل خوری کے گناہ سے بھی انسان اپنے آپ کو بچائے، آج کے معاشرے میں یہ دیکھنے میں آتا ہے، بعض لوگ اچھی باتیں تو دوسروں تک نہیں پہنچاتے، کوئی خیر اور ہدایت کی بات تو نہیں کریں گے، لیکن اگر کسی نے کوئی معمولی بات کسی کے بارے میں کہہ دی تو اس کی بات کے ساتھ دو باتیں اپنی طرف سے لگا کر دوسروں تک پہنچاتے ہیں، تاکہ ان کے درمیان میں نفرت ہو جائے، ایسا کرنے والا سمجھتا ہے کہ میں اس کو بتاؤں گا تو اس کے دل میں میری محبت آ جائے گی، حالانکہ محبت نہیں آتی اس کے دل میں اور کدورت آتی ہے۔ گناہ کر کے کسی کے دل میں انسان محبت نہیں پا سکتا، اللہ کی نافرمانی کر کے کوئی معاشرے میں عزت نہیں پا سکتا، لوگوں کے دلوں میں محبوبیت پانا اور لوگوں کے دلوں کا اس کی طرف متوجہ ہونا، شریعت کے احکامات کو چھوڑ کر ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، ایسا کرنے والا آج نہیں تو کل ضرور رسوا ہو جاتا ہے، اس لیے کہ ہر گناہ کا وبال یہ ہے کہ یہ انسان کو ذلیل کرتا ہے، آج اگر نہیں تو آنے والے وقت میں ضرور اس گناہ کی وجہ سے رسوا ہو جاتا ہے۔

میں چند واقعات ذکر کر دیتا ہوں، جس سے معلوم ہو جائے گا کہ چغل خوری کا نقصان کس قدر ہے۔

چغل خور غلام کی وجہ سے دو خاندانوں میں لڑائی

ایک غلام کو بیچتے ہوئے اعلان کیا گیا کہ ''لَیْسَ بِهٖ عَیْبٌ إِلَّا أَنَّهُ نَمَّامٌ'' اس میں سوائے چغلی کے کوئی عیب نہیں۔ ایک شخص نے اس عیب کو ہلکا جانا اور اسے خرید لیا۔ اب وہ غلام اس مالک کے پاس چند دن تک چغلی سے رکا رہا، پھر ایک دن اس نے اپنے مالک کی بیوی سے چغلی لگائی کہ ''أَنَّهُ یُرِیْدُ التَّزَوُّجَ'' اس کا شوہر کسی عورت کو پسند کرتا ہے، یا اس سے شادی کرنا چاہتا ہے، اور اسے مشورہ دیا کہ ''استرا لے کر اپنے شوہر کی گدی کے چند بال مونڈ دے، تاکہ میں ان بالوں پر جادو کا عمل کرسکوں۔'' اس عورت نے اس کی بات کو سچ سمجھا اور ایسا ہی کرنے کا پختہ ارادہ کیا، پھر وہ غلام اپنے مالک کے پاس آیا اور اس کی بیوی کے بارے میں چغلی کھائی کہ ''اتَّخَذَتْ لَهَا خِدْنًا'' اس کا خفیہ یار ہے، جس سے وہ محبت کرتی ہے، ''وَتُرِیْدُ ذَبْحَکَ اللَّیْلَةَ'' اور آج رات تمہیں ذبح کرنا چاہتی ہے، لہٰذا تم جھوٹ میں سو جانا، تاکہ خود ہی دیکھ لو۔ اس مالک نے اولاً انکار کیا کہ میری بیوی تو مجھ سے محبت کرتی ہے، ایسا نہیں ہوسکتا، لیکن غلام کی بات کی وجہ سے ایک وہم پیدا ہو گیا، تو اُس نے آنکھیں بند کر دیں لیکن حقیقت میں سویا نہیں، جب اس کی بیوی اس کے بال مونڈنے کے لیے آئی اس نے خود سے کہا ''صَدَقَ الْغُلَامُ'' غلام نے سچ کہا تھا۔ لہٰذا جب اس کی بیوی اس کے حلق کے بال مونڈ کے لیے جھکی تو اس نے وہی تیز دھار استرا لے کر اسے ذبح کر دیا۔ جب اس عورت کے خاندان کے لوگ آئے اور اسے مردہ پایا تو انہوں نے اس کے شوہر کو قتل کر دیا۔ اس چغلی خوری کی وجہ سے دونوں خاندانوں میں لڑائی شروع ہو گئی، جانبین سے کئی لوگ مارے گئے، تو وجہ کیا بنی ''چغل خوری'' تو یہ وہ گناہ جو صرف فرد کے لیے نہیں

بلکہ پورے معاشرے کے لیے ناسور ہے۔ ❶

چغل خور کا فعل شیطان سے زیادہ نقصان دہ ہے

''عَمَلُ النَّمَّامِ أَضَرُّ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَان '' چغل خور کا عمل شیطان سے زیادہ نقصان دہ ہے، ''فَإِنَّ عَمَلَ الشَّيْطَانِ بِالْوَسْوَسَةِ '' کیونکہ شیطان کا عمل دل میں وسوسے کے ذریعہ ہوتا ہے، ''وَعَمَلَ النَّمَّامِ بِالْمُوَاجَهَةِ '' جب کے چغل خور کا عمل آمنے سامنے ہوتا ہے۔ ❷

آئندہ کبھی چغل خوری نہیں کروں گا

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے کسی کے بارے میں کوئی منفی بات کی۔ آپ رحمہ اللہ نے چغلی کھانے والے سے کہا: ''إِنْ شِئْتَ نَظَرْنَا فِيْ أَمْرِكَ '' اگر آپ چاہتے ہو تو ہم تمہارے معاملے کی تحقیق کریں ''فَإِنْ كَذَبْتَ '' اور اگر آپ جوٹھے نکلے ''فَأَنْتَ مِنْ أَهْلِ هَذِهِ الْآيَةِ '' تو اس آیت مبارکہ کے مصداق قرار پاؤ گے۔ ﴿إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ﴾ اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لیکر آئے تو اس کی تحقیق کرلو۔ ''وَإِنْ صَدَقْت '' اور اگر آپ سچے ہو ''فَمِنْ أَهْلِ هَذِهِ الْآيَة '' تو یہ آیت مبارکہ تم پر صادق آئے گی ﴿هَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِيمٍ﴾ (القلم:۱۱) ذلیل ہے جو دوسروں پر عیب لگاتا ہے، چغل خور ہے۔ ''وَإِنْ شِئْتَ عَفَوْنَا عَنْكَ '' اور اگر تم چاہو تو ہم تمہیں معاف کردیں۔ اس نے عرض کیا: ''اَلْعَفْوُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ '' اے امیر المومنین! ہمیں معاف کردیں، ''لَا أَعُودُ إِلَيْهِ أَبَدًا '' آئندہ کبھی ایسا (یعنی غیبت اور چغل خوری) نہیں کروں گا۔ ❸

---

❶ الكبائر: الكبيرة الثالثة والأربعون: النمام، ص١٦٣ /تنبيه الغافلين: باب: النميمة، ص١٧١

❷ تنبيه الغافلين: باب: النميمة، ص١٧٢

❸ إحياء علوم الدين: آفات اللسان، ج٣ ص١٥٦

چغل خور کی وجہ سے بارش کا نہ ہونا

حضرت کعب سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل قحط کا شکار ہوئے، تو حضرت موسی علیہ السلام نے کئی بار بارش کی دعا کی، لیکن قبول نہ ہوئی۔ اللہ پاک نے آپ کی طرف وحی کی، میں نہ آپ کی دعا قبول کروں گا اور نہ ہی ان کی جو آپ کے ساتھ ہیں، اس لیے کہ ''**فِيكُمْ نَمَّامٌ**'' تم میں ایک ایسا شخص موجود ہے جو چغل خور ہے، ''**قَدْ أَصَرَّ عَلَى النَّمِيمَةِ**'' اور بار بار چغل خوری کرتا ہے۔ تو حضرت موسی علیہ السلام نے عرض کی: ''**يَا رَبِّ مَنْ هُو؟**'' اے رب وہ کون ہے، ''**حَتَّى نُخْرِجَهُ مِنْ بَيْنِنَا؟**'' تا کہ ہم اس کو اپنے درمیان سے نکال دیں؟ تو اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ''**يَا مُوسَى**'' اے موسی! ''**أَنْهَاكُمْ عَنِ النَّمِيمَةِ**'' جس چیز سے تم بندوں کو منع کرتا ہوں ''**وَأَكُونُ نَمَّامًا**'' کیا خود ایسا کروں۔ بس ان سب نے اجتماعی توبہ کی تو بارش ہوگئی۔ ①

بہرحال چغل خوری کرنا، فتنہ فساد پھیلانے کے لیے ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا، مجلس کی باتیں دوسرے تک پہنچانا، یہ کبیرہ گناہ ہے۔

ہم نے تو جس قدر بھی غور کیا ہماری سمجھ میں یہی آیا ہے کہ چغل خور اپنی ہمدردی خیر خواہی جتانے اور دوسرے کو ذلیل کرنے کے لیے یہ حرکت کرتا ہے اور خود اسی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ چغل خوری صرف آخرت ہی میں خسارے کا باعث نہیں ہوتی، بلکہ دنیا میں بھی اس کا برا بدلہ ملنا شروع ہو جاتا ہے، چغلی کھانے سے کبھی چین سکون نصیب نہیں ہوتا، انسان ہر وقت بے چین اور بے قرار رہتا ہے، اور اس کا وبال یہ ہوتا ہے کہ اس کے اپنے اہل وعیال اور خاندان میں اس کی عزت ختم ہو جاتی ہے، اور آئے

---

① إحياء علوم الدين: الباب الثاني في آداب الدعاء، فضيلة الدعاء، ج ١ ص ٣٠٧

دن گھریلو اور معاشرتی ناچاقیاں سامنے آنا شروع ہو جاتی ہیں، دوسروں کے گھروں کو برباد کرنے والا اپنے گھر کے سکون کو تباہ کر دیتا ہے، اور پھر اس کا نتیجہ گھر کی بربادی، بے سکونی اور بے خوابی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

۴۵......غیبت کرنا

یہ ایسا گناہ ہے جس سے انسان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، اب غیبت کسے کہتے ہیں؟ تو اس کی تعریف خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی:

أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ؟ قَالُوا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيلَ أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ؟ قَالَ: إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ، فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ. ①

ترجمہ: تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کس کو کہتے ہیں؟ صحابہ نے کہا، اللہ اور اللہ کا رسول جانتا ہے، آپ صلی اللہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی وہ بات ذکر کرنا جس کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ آپ سے کہا گیا، یارسول اللہ! اگر وہ بات اس میں موجود ہو جو ہم کہہ رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس میں وہ بات موجود ہو تو تب تو آپ نے غیبت کی، اور اگر اس میں وہ بات موجود نہ ہو، تو آپ نے اس پر بہتان باندھ لیا۔ (یعنی اگر واقعی اس میں وہ بات ہے تو تو غیبت ہے، اگر اس میں وہ بات نہیں ہے اور آپ نے کہہ دی تو یہ بہتان ہے، اور یہ بہتان تو گویا غیبت سے بڑا گناہ ہے۔)

معاشرے میں غیبت کا گناہ کیسے پایا جاتا ہے

اس کی مثال جیسے کسی کے گناہ کا ذکر کرنا، عیوب بیان کرنا، نسب میں طعن کرنا، برے القاب سے یاد کرنا، اس کے اہل وعیال کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنانا اور ہر وہ چیز جس سے دل

---

① صحيح مسلم: كتاب البر والصلة، باب تحريم الغيبة، رقم الحديث: ۲۵۸۹

دکھے یہ سب غیبت میں داخل ہے۔

عورتوں میں یہ بڑا مرض ہے کہ بات بات میں نام دھرتی ہیں اور طعن و تشنیع کرتی ہیں، جہاں دو چار مل کر بیٹھیں عیب لگانے شروع کر دیئے۔ فلاں کالی ہے، بے ڈھنگی، جاہل ہے، اسے خاندان کے رسم و رواج کا علم نہیں، کپڑے ڈھنگ کے نہیں پہنتی، نہ کپڑا سینا جانتی ہے، نہ کاٹنا، خود بھی شکایت کرتی ہیں اور دُوسروں سے بھی سُنتی ہیں، اور اِس کی جستجو میں رہتی ہیں۔ یہ سب غیبت میں شامل ہیں۔

غیبت آج کل ہماری مجلسوں میں زیادہ ہے، جہاں بھی دو آدمی بیٹھتے ہیں، تو تیسرے کا تذکر شروع ہو جاتا ہے۔ عموماً غیبت کی ابتداء تعریف سے ہوتی ہے، کہ فلاں آدمی بہت اچھا ہے، نیک ہے، بات شروع کریں گے تعریف سے پھر خامیوں پہ بات چلتی ہے، اور انسان غیبت میں پڑ جاتا ہے۔ اِس غیبت سے نا اِتفاقی ہو جاتی ہے، آپس میں عداوت ہو جاتی ہے، جس کی غیبت کی اگر اُسے معلوم ہو جائے تو انسان اس کی نظروں میں گِر جاتا ہے، اور وہ محبت اور تعلق نہیں رہتا جو پہلے تھا۔

غیبت کرنے والے کو عموماً توبہ کی توفیق نہیں ہوتی

غیبت کرنے والے کو توبہ کی عموماً توفیق نہیں ہوتی، اس لیے کہ غیبت کرنے والا اس کو ایک ہلکی چیز سمجھتا ہے، کیونکہ جب کوئی برائی عام ہو جاتی ہے تو اس کی قباحت دل سے نکل جاتی ہے اور لوگ اس میں مبتلا ہو جانے کی برائی محسوس نہیں کرتے، یا یہ بات بھی بعید از امکان نہیں ہوسکتی ہے کہ غیبت کرنے والا غیبت کو سرے سے کوئی برا فعل ہی نہ سمجھے، بلکہ اس کو جائز وحلال جانے اور اس طرح وہ کفر کے بھنور میں پھنس جائے۔ غیبت کرنے والا توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ بذاتِ خود کارگر نہیں ہوتی، بلکہ اس توبہ کا صحیح و مقبول ہونا اس شخص کی رضا مندی اور اس کی طرف سے معاف کر دیئے جانے پر موقوف ہوتا ہے، جس کی اس نے

غیبت کی ہے، کیوں کہ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔

اور یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے اس کی قباحت کو بیان کیا کہ اگر تمہارا بھائی مردہ ہو، تو کیا تم اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کو پسند کرو گے؟ یعنی کوئی انسان بھی اس کو پسند نہیں کرے گا، تو اللہ تعالی نے فرمایا، جس طرح تم یہ پسند نہیں کرتے اس طرح تم غیبت بھی نہ کرو، یہ ایسا گناہ ہے، جیسا تم نے اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھایا ہے:

﴿أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ﴾ (الحجرات: ۱۲)

ترجمہ: کیا تم میں سے کوئی ایک اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، پس تم اس کو ناپسند کرو گے، اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

یعنی مسلمان بھائی کی غیبت کرنا ایسا گندہ اور گھناؤنا کام ہے جیسے کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت نوچ نوچ کر کھائے۔ کیا اس کو کوئی انسان پسند کرے گا؟ بس سمجھ لو غیبت اس سے بھی زیادہ شنیع حرکت ہے۔ پس انسان کوشش کرے کہ اس گناہ سے اپنے آپ کو بچائے تاکہ اس کے نیک اعمال محفوظ رہیں۔

۴۶...... بداخلاق ہونا

یہ ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے انسان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، شریعت نے انسان کو بداخلاقی سے روکا ہے، اور حسنِ اخلاق کے ساتھ زندگی گزارنے کا حکم دیا ہے، حسنِ اخلاق کی شریعت میں بڑی تاکید آئی ہے، اور آپ نے امت کو موقع بموقع اس کی تعلیم فرمائی اور اس کے متعدد فضائل بیان فرمائے۔ اور امت کو حسنِ اخلاق مانگنے کی دعا بتلائی اور خود اہتمام فرما کر امت کو اس طرف متوجہ فرمایا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرنے سے پہلے یہ دعا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِی لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِی لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّی سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ. ❶

ترجمہ: اے اللہ عزوجل! مجھے اچھے اخلاق کی راہنمائی فرما، کیونکہ اچھے اخلاق کی رہنمائی تو ہی فرماتا ہے اور مجھ سے برے اخلاق دور رکھ، کیونکہ برے اخلاق تو ہی دور رکھتا ہے۔

انسان کے اعمال میں وزنی عمل حسنِ اخلاق ہے، حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا شَیْءٌ أَثْقَلُ فِی مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ. ❷

ترجمہ: سب سے زیادہ وزنی چیز جو مؤمن کے ترازو میں رکھی جائے گی وہ عمدہ اخلاق ہیں۔

قیامت کے روز سب سے زیادہ محبوب کون ہوگا؟

ایک جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

❶ سنن النسائی: کتاب الافتتاح، باب الدعاء بین التکبیر والقراءة، رقم الحدیث: ۸۹۷

❷ سنن الترمذی: کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی حسن الخلق، رقم الحدیث: ۲۰۰۲

إِنَّ أَحَبَّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبَكُمْ مِنِّي فِي الْآخِرَةِ مَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا. ❶

ترجمہ: میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب اور آخرت میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب اچھے اخلاق والے ہوں گے۔

چنانچہ حدیث میں مروی ہے کہ قیامت کے دن قائم اللیل اور صائم النہار یعنی دن میں روزہ رکھنے والا اور رات بھر نمازیں پڑھنے والا اپنے اس عمل سے جو مرتبہ اور مقام پائے گا حسنِ اخلاق والے کو وہی مرتبہ اور درجہ حسنِ اخلاق کی بدولت حاصل ہوگا:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ قَائِمِ اللَّيْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ. ❷

ترجمہ: مؤمن اچھے اخلاق کی وجہ سے رات کو قیام کرنے اور دن کو روزہ رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ وہ مسلمان انسان جو اچھے اخلاق والا ہو، اللہ تبارک وتعالی اسے روزے دار کے برابر اجر عطا فرماتا ہے اور ساری رات قیام کرنے والے کے برابر اجر عطا فرماتا ہے۔ یعنی ایک شخص پورا دن روزہ رکھے، ساری رات قیام کرے، اس کا جو اجر ہے، اللہ کے ہاں حسن اخلاق والے کا وہی اجر ہے، بھلا کون ہے جو ساری عمر روزہ رکھتا رہے؟ جو ساری رات عبادت کرسکتا ہے؟ جس کے اخلاق اچھے ہوں گے اللہ اُسے اتنا اجر دے گا گویا وہ سارا دن روزہ رکھتا ہے ساری رات اللہ کے ہاں قیام کرتا ہے۔

حسنِ اخلاق کسے کہتے ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اخلاق کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

صِلْ مَنْ قَطَعَكَ، وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ، وَأَحْسِنْ إِلَى مَنْ أَسَاءَ إِلَيْكَ. ❸

---

❶ مسند أحمد: ج ۲۹ ص ۲۶۷، رقم الحديث: ۱۷۷۳۲

❷ سنن أبي داود: كتاب الأدب، باب في حسن الخلق، رقم الحديث: ۴۷۹۸

❸ شعب الإيمان: باب صلة الرحم، رقم الحديث: ۷۵۸۵

ترجمہ: جو تم سے توڑے تم اس سے جوڑو، جو تم پر ظلم کرے تم اس کو معاف کرو اور جو تمہارے ساتھ برا سلوک کرے تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

اچھے اخلاق دخول جنت کا سبب ہیں

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں دو عورتیں تھیں، ایک عورت صوم وصلوٰۃ کی پابند تھی، صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس عورت کے متعلق عرض کیا کہ ایک عورت بڑی عبادت گذار ہے، مگر اس کے اخلاق نہایت خراب ہیں، زبان کی نہایت کڑوی ہے، ہر ایک سے ذرا ذرا سی بات پر لڑتی ہے، ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی، سارا محلّہ اس سے تنگ ہے۔ آپ نے فرمایا: ''هِیَ فِی النَّارِ '' یہ جہنم میں جائے گی۔ آہ! کہاں گئی تہجد، کہاں گئی تلاوت، کہاں گئی نماز، کہاں گیا روزہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کی وعید سنا دی، تو جو اخلاق کا کڑوا ہو اور اس کا کڑوا پن لوگوں میں مشہور ہو کہ یہ آدمی غصے کا تیز اور بدتمیز ہے، مغلوب الغضب ہے، ہر آدمی اس سے پناہ مانگتا ہو، ڈرتا ہو، تو سمجھ لو کہ ایسا شخص انسان نہیں بھیڑیا ہے۔ اور دوسری عورت کے بارے میں خبر دی گئی:

اِمْرَأَةٌ تُصَلِّی الْمَکْتُوبَةَ، وَ تَصَّدَّقُ مِنْ أَثْوَارِ الْأَقِطِ، وَ لَا تُؤْذِی أَحَدًا بِلِسَانِهَا. ①

کہ یا رسول اللہ! ایک عورت ہے، جو فرض، واجب اور سنت مؤکدہ ادا کرتی ہے، ضروری ضروری اعمال کرتی ہے، لیکن اس کے اخلاق سے سارا محلّہ خوش ہے، اس کا ایسا ٹھنڈا مزاج اور نرم دل ہے کہ سارا محلّہ اس سے خوش ہے، کسی کے مصیبت میں کام آنا، کسی کے غم میں غم زدہ ہو جانا، ہر وقت اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھنا اور سن لو! کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے، مسکراتے چہرے سے

---

① الجامع لابن وهب: باب فی الکلام لما لاینبغی، رقم الحدیث: ۳۱۵

ملاقات کرنا صدقہ ہے، اگرچہ مال نہیں خرچ ہوا، لیکن مفت میں صدقہ کا ثواب مل گیا، اگر آپ غمگین بھی ہیں تو بھی اس وقت قصداً تبسم لے آئیے، دل نہیں چاہتا مسکرانے کو، لیکن ایک مسلمان کو خوش کرنے کے لیے اس سے مسکرا کر پوچھ لیں کہ بھائی کیا حال ہے؟ خیریت ہے؟ جب پیٹ کے لیے تبسم کر سکتے ہو تو اللہ کو خوش کرنے کے لیے تبسم تو مفت کا صدقہ ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے اخلاق والی عورت کے بارے میں فرمایا ''هِيَ فِي الْجَنَّةِ'' یعنی وہ جنتی ہے۔

اسلام میں اخلاقِ حسنہ کی اہمیت

اخلاق حسنہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت واضح الفاظ میں اپنے رسول بنائے جانے کی غرض و غایت اخلاقِ حسنہ کی تکمیل ظاہر فرمائی۔ چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ. ①

ترجمہ: میں نیک اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا. ②

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے اچھے اخلاق والے تھے۔

حضراتِ صحابہ اور سلف میں یہ وصف بھی پایا جاتا تھا اس لیے انسان کوشش کرے یہ

---

① السنن الكبرى للبيهقي: كتاب الشهادات، باب بيان مكارم الأخلاق، ج ۱۰ ص ۳۲۳، رقم الحديث: ۲۰۷۸۲

② صحيح مسلم: كتاب الفضائل، باب كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أحسن الناس خلقا، رقم الحديث: ۲۳۱۰

وصف اپنی زندگی میں لائے، اچھے اخلاق والے کے دوست زیادہ ہوتے ہیں اور برے اخلاق والوں کے دوستوں کی کمی ہوتی ہے، اچھے اخلاق کے مثال خوشبو ہے، یہ معاشرے میں پھیلتی جاتی ہیں، انسان کا کردار اور وقار بڑھتا جاتا ہے، خوشبو کی تعریف نہیں کرانی پڑتی، وہ اپنا تعارف خود کراتی ہے، حسن کا تذکرہ کرنا نہیں پڑتا، حسن اپنا تعارف خود کراتا ہے، اچھے اخلاق والے کو اپنے حسب ونسب اور کردار کا بتانا نہیں پڑتا، اس کی گفتگو اس کی شخصیت کو نکھار کر سامنے لے آتی ہے، انسان اپنی زبان کے نیچے ہوتا ہے، اس کی زبان کے بول اس کا تعارف کراتے ہیں، جس کی زبان میٹھی ہوتی ہے اس سے لوگ زیادہ محبت رکھتے ہیں، میٹھی زبان استعمال کرنے سے معاشرے میں محبت بھی بڑھتی ہے، دوست بھی بڑھتے ہیں، اور انسان ہر دل عزیز شخصیت بن جاتا ہے۔ اس لیے ہمیشہ اللہ رب العزت سے حسنِ اخلاق کی دعا کرنی چاہیے۔

۴۷...... دیوث انسان

دیوث کہتے ہیں جن کی عورتوں کے پاس غیر محرم مردوں کا آنا جانا ہو اور وہ اس کی کوئی پرواہ نہ کرے، یہ وہ گناہ ہے جس سے انسان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الصُّقُورِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا. فَقُلْنَا: وَمَا الصُّقُورُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: الَّذِى يُدْخِلُ عَلَى أَهْلِهِ الرِّجَالَ. ①

ترجمہ: اللہ رب العزت قیامت کے دن صقور کی نہ فرض عبادت قبول کرے گا اور نہ نفل، کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! صقور کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جس کے اہل پر غیر محرم مرد آتے جاتے ہیں۔

---

① شعب الإيمان: الزهد والقصر الأمل، فصل فى الزهد، ج۱۳ ص ۲۶۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ دَیُّوثٌ. ❶

ترجمہ: دیوث آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

دیوث آدمی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی نظر کرم سے محروم رہے گا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَلْعَاقُّ وَالِدَیْهِ وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ وَالدَّیُّوثُ. ❷

ترجمہ: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان پر نظر کرم نہیں فرمائے گا، والدین کا نافرمان، مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت اور دیوث انسان۔

مسلمان کی نشانی کیا ہے؟

مسلمان کی نشانی یہ ہے وہ اپنی ماں، بہن، بیٹی کو پردہ کراتا ہے، وہ اُسے پردے میں رکھتا ہے، وہ کبھی برداشت نہیں کرتا کہ کوئی غیر آکر ان سے تعلق رکھے یا ان کی عزت کو تارتار کرے، جو لوگ ایسی زندگی گزارتے ہیں کہ خود اپنی بیویوں کا دوسروں سے تعارف کراتے ہیں، سلفیاں بناتے ہیں، پھر ان کا انجام بھی بڑا عبرتناک ہوتا ہے۔

اپنی اہلیہ کا دوستوں سے پردہ نہ کرانے کا عبرتناک انجام

ایک نوجوان کی جب شادی ہوئی تو اپنے دوستوں کو گھر بلایا، اور کہا آؤ، میں تمہیں اپنی گھر والی اور تمہاری بھابھی دکھاتا ہوں، تو دوست آئے ان کے لیے کھانے کا انتظام کیا،

---

❶ مسند أبی داود للطیالسی: أحادیث عمار بن یاسر، ج ۲ ص ۳۳، رقم الحدیث: ۶۷۷

❷ سنن النسائی: کتاب الذکاة، المنان بما أعطی، رقم الحدیث: ۲۵۶۲

اب گھر والی کھانا لے کر آتی، سب دوستوں کی نگاہ اس پر ہوتی، اب معاذ اللہ دوستوں نے کہا ہم سلفیاں بنا دیں؟ کہا بالکل بنا دو! اب دوست نے اپنی گھر والی کو بٹھا کر ان کے ساتھ سلفیاں بھی بنوائیں، اب جب سب نے اس کی بے غیرتی کو دیکھا، اگلے دن یہی دوست آئے اور اس شخص کو نشہ آور چیز کھلا کر قتل کر دیا اور اس کی بیوی کے ساتھ سب نے اپنا منہ کالا کیا۔ یہ واقعہ مجھے میرے ایک مقتدی نے سنایا۔

جس پر بھروسہ کر رہے تھے کہ یہ میرے دوست ہیں انہی دوستوں نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیا، اس لیے انسان شریعت کے احکامات کو جب بھی جھٹلاتا ہے ذلیل ورُسوا ہو جاتا ہے، پھر اس کی موت بھی بڑی عبرت ناک ہوتی ہے۔ دین نے جو حکم دیا ہے اس میں بڑی حکمت ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے وہ ہماری خواہشات، نفسانیات اور شہوات سے خوب واقف ہے، رب العالمین کے ہر حکم میں بڑی حکمتیں ہیں، جیسے والدین اپنے تجربے کی بنیاد پر اگر کسی چیز سے منع کرتے ہیں اس میں بڑے فوائد ہوتے ہیں۔ جب بے پردگی ہوتی ہے، مخلوط ماحول ہوتا ہے، غیر محرموں کا آنا جانا ہوتا ہے تو اس کے نتائج اچھے نہیں نکلتے، اس لیے جن گھروں کی بچیاں معاذ اللہ! بھاگ جاتی ہیں، عموماً یہ وہ گھر ہوتے ہیں جہاں شرعی پردے کا اہتمام نہیں ہوتا، جس گھر میں پردے کا اہتمام ہو الحمد للہ اس گھر کے اندر ایسے واقعات سننے میں نہیں ملتے۔ آج تجارت کے نام پر بے پردگی بڑھتی جا رہی ہے جو قربِ قیامت کی نشانی ہے۔

تجارت میں عورتوں کی شرکت

قیامت کے قریب دُنیا میں نہ صرف تجارت عام ہوگی، بلکہ مرد وعورت سب دُنیا کمانے میں لگ جائیں گے، اور سارے عالم کی نظر میں دُنیا ہی مقصودِ اعلیٰ قرار پائے گی، مرد وعورت سب دُنیا کمانے میں شانہ بشانہ ساتھ چلیں گے اور اِن دونوں کے ساتھ چلنے سے

دُنیا فتنوں کی آماجگاہ بن جائے گی، جس کو آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ مثلاً:

(۱) کمپنیوں اور سرکاری اداروں وغیرہ میں نوجوان مرد و عورت ایک ساتھ بیٹھ کر نوکریاں کرتے ہیں، جس کی بنا پر نہ صرف عفّت وعصمت داغ دار ہوتی ہے، بلکہ حقیقی ازدواجی زندگی کا سکون بھی غارت ہو جاتا ہے۔

(۲) آج کی خودغرض اور بے غیرت دُنیا نے عورت ذات کو پورے عالم میں تجارت بڑھانے کا ایک اہم وسیلہ بنا دیا ہے اور مصنوعات کی تشہیر کے لیے ماچس کی ڈبیہ سے لے کر قیمتی ترین اشیاء تک ہر چیز کے لیبل اور برسرراہ پر عورت کی بے لباس تصویریں عام ہیں۔

(۳) کاروباری میدان میں عورتوں کے قدم رکھنے کی وجہ سے خاندانی نظام تباہ ہوتا جا رہا ہے، معصوم بچے اپنی ماں کی شفقتوں اور توجہات سے محروم ہیں، اور دُنیا کی ہوس کی وجہ سے کرایہ کی ''آیاؤں'' یا سکول کی ''میموں'' کی گودوں میں اِن کا بچپن گذر رہا ہے، ہوسکتا ہے خودغرض دُنیا اِسے ترقی قرار دے لیکن اصل میں یہ موجودہ دَور کا عظیم اِنسانی اَلمیہ ہے۔

(۴) جب پیسہ ہی سب کچھ ہو جائے تو اِنسانی قدروں کی کوئی حیثیت نہیں رہتی بالخصوص عورت ذات جب دولت کی دیوانی بن جاتی ہے تو پھر دولت کمانے کے لیے وہ اپنی عفّت وعصمت کی نیلامی سے بھی گریز نہیں کرتی، چنانچہ آج کی نئی تہذیب میں اِس نظریہ پر نکیر تو کجا اِسے معیوب ہی نہیں سمجھا جاتا اور دُنیا میں کروڑوں عورتیں اِس راہ سے تجارت میں ملوث ہیں اور اِنہیں قانونی پشت پناہی حاصل ہے۔

یہ تو چند اشارات ہیں ورنہ عورتوں کے تجارتی میدان میں نقل وحرکت کے جو مفاسد ہیں اُنہیں شمار کرانا دُشوار ہے۔ اسلام نے عورت پر گھریلو ذمہ داریاں ڈالی ہیں، جبکہ بیرونی کاموں کی ذمہ داری مرد کے سپرد ہے، اسی لیے عورتوں کو محرم کے بغیر سفر کی ممانعت ہے، گویا اُن کا دائرہ کار صرف اُن کا گھر ہے، اِس ذمہ داری سے منہ چرا کر محض دُنیا کی ہوس میں

عورت جب بھی باہر نکلے گی یہ حکمِ خداوندی اور فطرتِ انسانی سے بغاوت ہوگی اور اِس کا انجام کبھی بھی اچھا نہیں نکل سکتا جس کو آج دُنیا بھگت رہی ہے۔

بے پردگی کے حامی لوگوں میں دو چیزیں مشترک ہیں

جتنے لوگ بے پردگی کے حامی ہیں سب میں دو چیزیں مشترک ہیں: بے حیائی اور عیاشی۔ واقعی ایسے ہی لوگ بے پردگی کے حامی بنے ہوئے ہیں جن کو دین سے بے تعلقی ہے، لیکن اگر اِن میں دین نہیں تب بھی غیرت بھی تو آخر کوئی چیز ہے۔

جن لوگوں نے پردہ اُٹھا دیا ہے اور بے پردگی کے حامی ہیں یہ لوگ بے غیرت ہیں۔ اَحکامِ شرعیہ کے علاوہ طبعی غیرت بھی تو اِس سے مانع ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بے غیرت بے حیاء پہلے سے ہی تھے اِسی لیے اِنہوں نے دین کو دُنیا کی خواہشات اور نفسانیات کا تابع بنا دیا، کیا یہ اِسلام ہے؟

کیا پردہ تعلیم اور دنیوی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے

اصل بات یہ ہے کہ تعلیم یافتہ یا غیر تعلیم یافتہ ہونے میں پردہ یا بے پردگی کو کوئی دخل نہیں، بلکہ اِس میں بڑا دخل توجہ کو ہے۔ اگر کسی قوم کو عورتوں کی تعلیم پر توجہ ہو تو وہ لوگ پردہ میں بھی تعلیم دے سکتے ہیں، غور کیا جائے تو پردہ میں تعلیم زیادہ ہوسکتی ہے، کیونکہ تعلیم کے لیے یکسوئی ذہنی سکون کی ضرورت ہے اور وہ تنہائی کے گوشہ میں زیادہ حاصل ہوتی ہے۔

۴۸......رعایا کو دھوکہ دینے والا حکمران

یہ ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے انسان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، وہ حاکم جو رعایا کو دھوکہ دیتا ہے، ظلم کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

مَا مِنْ وَالٍ يَلِي رَعِيَّةً مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَهُوَ غَاشٌّ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.

ترجمہ: نہیں ہے کوئی والی جو مسلمانوں میں سے کسی ایک پر اس کو ولایت ملی ہو، اور وہ دھوکا دینے والا ہو، مگر اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے۔

یعنی وہ والی اور حکمران جس کے پاس اختیار موجود ہوں اپنے اختیارات کو غلط استعمال کرے، پیسے کو غلط استعمال کرے اور لوگوں کو دھوکا دے، ظلم وستم کرے تو ایسے شخص پر جنت حرام ہے۔ ❶

ظالم حاکم کے لیے آسمان کے دروازے بند ہوتے ہیں

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے معاویہ! میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

مَا مِنْ وَالٍ يُغْلِقُ بَابَهُ عَنْ ذِي الْخَلَّةِ وَالْحَاجَةِ وَالْمَسْكَنَةِ، إِلَّا أَغْلَقَ اللَّهُ أَبْوَابَ السَّمَاءِ دُونَ خَلَّتِهِ وَحَاجَتِهِ. ❷

ترجمہ: جو حکمران یا والی ضرورت مندوں، فقیروں اور مسکینوں کے سامنے اپنے دروازے

---

❶ صحيح البخاري: كتاب الأحكام، باب من استرعى رعية فلم ينصح، رقم الحديث: ۷۱۵۱

❷ سنن الترمذي: كتاب الأحكام، باب ما جاء في إمام الرعية، رقم الحديث: ۱۳۳۲

بند رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات اور حاجت مندی اور محتاجی پر آسمان کے دروازے بند کر دیتا ہے۔

قیامت کب آئے گی؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے (کسی سلسلہ میں) بات فرما رہے تھے کہ اچانک ایک دیہاتی (مجلس نبوی میں) آیا اور کہنے لگا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ، قَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ. ❶

ترجمہ: جب امانت ضائع کی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرنے لگنا۔ دیہاتی نے پوچھا کہ امانت کیونکر تلف کی جائے گی اور یہ نوبت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حکومت وسلطنت کا کام نااہل لوگوں کے سپرد ہو جائے، تو سمجھنا کہ یہ امانت کا تلف ہو جانا ہے اور اس وقت قیامت کا انتظار کرنا۔

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کا متعین وقت اللہ رب العزت کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا اور نہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو وہ ذریعہ بتایا ہے، جس سے قیامت کا متعینہ وقت جانا جا سکے، ہاں، اس نے ایسی علامتیں ضرور مقرر کی ہیں جو قیامت سے پہلے ظاہر ہوں گی اور جو اس امر کی نشانیاں ہوں گی کہ اب قیامت قریب ہے، چنانچہ ان علامتوں میں سے ایک علامت امانتوں کا ضائع کرنا ہے کہ لوگ امانتوں میں خیانت کرنے لگیں گے۔

''نااہل'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے اندر حکومت وسیادت کی شرائط نہ رکھتے ہوں۔

---

❶ صحيح البخاري: كتاب العلم، باب من سئل علما وهو مشتغل في حديثه، رقم الحديث: ٥٩

حدیث کے اس جزء کا حاصل یہ ہے کہ اگر دین ودنیا کے امور کا نظم وانتظام ایسے شخص کے ہاتھوں میں آ جائے جو اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو یقیناً ان امور کا صحیح طور پر انجام پانا ممکن نہیں ہوگا اور طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو جائیں گی، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگوں کے حقوق ضائع و پامال ہونے لگیں گے، اور ہر شخص بے چین ومضطرب رہے گا۔ جیسا کہ آج ہر شخص بے چین ومضطرب ہے۔ نہ اہلیت کے ساتھ ساتھ ظلم بھی بڑھا ہوا ہے۔

۴۹......لوگوں کے سامنے اپنی حیثیت بڑھانے والا

یہ وہ گناہ ہے جس کی وجہ سے انسان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَعَلَّمَ صَرْفَ الْكَلَامِ لِيَسْبِيَ بِهِ قُلُوبَ الرِّجَالِ، أَوِ النَّاسِ، لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا. ①

ترجمہ: جو شخص اس مقصد کے لیے گھما پھرا کر بات کرنے کا سلیقہ سیکھے کہ وہ مردوں کے دلوں یا لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ اس کی نفل عبادت قبول کرے گا اور نہ فرض۔

تشریح: مذکورہ وعید کا تعلق اس شخص سے ہے جو چرب زبانی کرے، ضرورت سے زیادہ باتیں بنائے، اپنے مقصد کو اس طرح گھما پھرا کر بیان کرے کہ حقیقت ظاہر نہ ہو سکے، اور یا اپنے کلام کو ضرورت سے زیادہ فصاحت وبلاغت نیز مبالغہ آرائی کے ساتھ آراستہ و مزین کرے اور ان چیزوں سے مقصد یہ ہو کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں اور اس کی باتوں سے اثر قبول کر کے اس کے مقصد کو پورا کریں۔

یعنی اعتماد کے لباس میں دھوکہ دینا، لباس پہنا ہے اعتماد کا اور دھوکہ دے رہا ہے،

---

①سنن أبي داود: كتاب الأدب، باب ما جاء في المتشدق في الكلام، رقم الحديث: ٥٠٠٦

چہرے پہ داڑھی ہے، وضع قطع دین کے مطابق ہے، کرتا پہنا ہوا ہے، اللہ کے راستے میں وقت بھی لگاتا ہے، زبان پہ ذکر بھی ہے، ہاتھ میں تسبیح بھی ہے، لیکن معاملات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، معاملہ کرتا ہے تو دھوکہ دیتا ہے، لوگ سمجھتے ہیں صف اول کا نمازی ہے، لیکن کام کرتا ہے سود کا، لوگ سمجھتے ہیں تلاوت کرنے والا دیندار ہے، کام کرتا ہے رشوت پر مبنی، جو اس طرح اعتماد کے لباس میں دھوکہ دے اس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے سخت الفاظ میں وعید بیان فرمائی، حضرت سفیان بن اسید الحضرمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

كَبُرَتْ خِيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيثًا هُوَ لَكَ بِهِ مُصَدِّقٌ وَأَنْتَ لَهُ بِهِ كَاذِبٌ. ①

ترجمہ: بہت بڑی خیانت ہے یہ بات کہ تم اپنے بھائی سے ایسی گفتگو کرو کہ وہ تمہاری اس گفتگو کو سچ خیال کرے، اور تم فی الواقع اس گفتگو کے ذریعہ جھوٹ بول رہے ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑی خیانت ہے، تو بہر حال گناہوں میں ایک بڑا گناہ ہے، اس لیے انسان جب نیک لوگوں کے ساتھ رہے اور ان جیسا لباس پہنے، تو وہ کام بھی نیکوں والے کرے، نیک لوگوں کی بدنامی کا ذریعہ نہ بنے۔ ایک آدمی کے غلط کام کی وجہ سے لوگ دینداروں کو برا بھلا کہتے ہیں، اس لیے چاہیے کہ انسان اپنی داڑھی اور کرتے کا لاج رکھے۔ اسی طرح وہ شخص جو علمیت جتانے کے لیے علم حاصل کرے تو ایسے شخص کے متعلق بڑے سخت الفاظ میں وعید ہے۔

علمیت جتانے یا معتقد بنانے کے لیے علم حاصل کرنا

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

① سنن أبی داود: کتاب الأدب، باب فی المعاریض، رقم الحدیث: ۴۹۷۱

مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ. ❶

ترجمہ: جس نے اس لیے علم حاصل کیا کہ عالموں سے مقابلہ کرے یا جاہلوں سے جھگڑا کرے یا لوگوں کو اپنی طرف جھکاوے، اللہ تعالی اس کو دوزخ میں داخل کریں گے۔

اللہ تعالی کی رضا چھوڑ کر علم حاصل کرنے کا ایک مقصد دیگر مقاصد کے علاوہ اپنی شہرت اور نام آوری اور قابلیت کی دھاک بٹھانا بھی ہوتا ہے۔

اگر کوئی علم محض ذاتی وجاہت وعزت کی خاطر حاصل کرتا ہے۔ اگر اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ علم حاصل کرنے کے بعد لوگ ہماری طرف متوجہ ہوں، عوام پر اپنی علم دانی کا سکّہ جما کر ان سے مال ودولت حاصل کیا جائے، علم کو دنیا کے کاروبار اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے آلہ کار بنایا جائے اور نہ صرف یہ بلکہ علم حاصل کرنے کے بعد وہ علماء حق کے ساتھ غرور وتکبر کا معاملہ کرتا ہے، جاہلوں سے خواہ مخواہ الجھتا رہتا ہے، لوگوں کے سامنے بے جا فخر ومباہات کا مظاہرہ کرتا ہے۔ تو ایسے شخص کو کان کھول کر سن لینا چاہیے کہ چاہے وہ دنیاوی اعتبار سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائے اور اس کی خواہشات اور اغراض بظاہر پوری ہو جائیں، لیکن اس کا انجام بڑا ہولناک ہوتا ہے، اور آخر ذلت ورسوائی اس کا مقدر ہوتی ہے۔

علم بڑی مشکل سے حاصل ہوتا ہے بہت ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں، دکھ تکلیف جھیلنا پڑتا ہے، اگر سب کچھ جھیلا اور رضائے الٰہی مقصود نہ ہوئی تو آخرت میں بڑے خسارہ اور نقصان کا سامنا ہوگا۔

---

❶ سنن الترمذی: أبواب العلم، باب ماجاء فیمن یطلب بعلمه الدنیا، رقم الحدیث: ۲۶۵۴

۵۰......مؤمن کے قتل پر خوش ہونے والا

یہ ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے انسان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُؤْمِناً ثُمَّ اغْتَبَطَ بِقَتْلِهِ، لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ. ❶

ترجمہ: جس نے کسی مؤمن کو قتل کیا اور اس کے قتل کرنے پر خوش ہوا اللہ تعالیٰ نہ اس کے فرض قبول کرے گا اور نہ ہی نفل قبول کرے گا۔

کسی کے قتل پر یا مصیبت پر خوشی کا اظہار کرنا۔ ایک آدمی مصیبت میں مبتلا ہے، دوسرا اس پہ خوش ہوتا ہے، اچھا ان کے گھر میں حادثہ ہو گیا! فلاں کا ایکسیڈنٹ ہو گیا! بہت اچھا ہو گیا، فلاں کے کاروبار میں نقصان ہو گیا! فلاں گھر کے میں بیماری آ گئی! تو خوشی مناتا ہے، بہت اچھا ہوا، زبان سے تو سامنے کہہ دیتا ہے، مجھے بہت افسوس ہے! لیکن دل میں خوش ہو رہا ہوتا ہے۔

مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوش ہونے کی ممانعت

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَاتُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْكَ فَيَرْحَمُهُ وَيَبْتَلِيْكَ. ❷

ترجمہ: اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کرو، (ممکن ہے) اس کے بعد اللہ اس پر رحم فرمادے اور تجھے اس میں مبتلا کر دے۔

---

❶ السنن الكبرى للبيهقي: أبواب تحريم القتل، باب تحريم القتل من السنة، ج۸ ص ۴۰، رقم الحديث: ۱۵۷۶۱

❷ سنن الترمذي: أبواب صفة القيامة، باب ما جاء في صفة أواني الحوض، باب، رقم الحديث: ۲۵۰۶

تشریح: اس حدیث میں ایک اہم مضمون ارشاد فرمایا ہے، اور وہ یہ کہ جب کسی مسلمان کو مرد ہو یا عورت کسی طرح کے دکھ، تکلیف یا نقصان وخسارہ میں مبتلا دیکھو، تو اس پر کبھی خوشی کا اظہار مت کرو، کیوں کہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ تم ہمیشہ مصیبت سے محفوظ رہ جاؤ، یہ بہت ممکن ہے کہ تم نے جس کی مصیبت پر خوشی کا اظہار کیا ہے، اللہ پاک اس کو اس مصیبت سے نجات دے دے، اور تم کو اس مصیبت میں مبتلا کر دے، اور یہ محض ایک فرضی بات نہیں ہے، بلکہ عموماً دیکھنے میں آتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ جب کسی کے دکھ، مصیبت، تکلیف پر کسی نے خوشی کا اظہار کیا یا کسی کے اعضاء کا مذاق بنایا، کسی کی کوئی نقل اتاری تو خوشی ظاہر کرنے والا، مذاق اڑانے والا اور نقل اتارنے والا خود ہی اس مصیبت، عیب اور برائی میں مبتلا ہو جاتا ہے، جو دوسرے میں تھا۔ اگر کسی شخص میں کوئی عیب ہے دینی و دنیاوی تو اس پر خوش ہونا یا طعنہ کے طرز پر اس کو ذکر کرنا اور بطورِ عار اور عیب کے اس کو بیان کرنا ممنوع ہے، ہاں اگر اخلاص کے ساتھ نصیحت کے طور پر خیر خواہی کے ساتھ نصیحت کرے، تو یہ اچھی چیز ہے، لیکن حق گوئی کا بہانہ کر کے یا نہی عن المنکر کا نام رکھ کر طعنہ دینا اور عیب لگانا اور دل کے پھپھولے پھوڑنا درست نہیں ہے، مخلص کی بات ہمدردانہ ہوتی ہے اور نصیحت کا طرز اور ہی ہوتا ہے، تنہائی میں سمجھایا جاتا ہے، رسواء کرنا مقصود نہیں ہوتا، اور جہاں نفس کی آمیزش ہو اس کا طرز اور لب ولہجہ اور ہوتا ہے، اس لیے دوسروں کی مصیبتوں پہ مذاق نہیں اڑانا چاہیے، مدد کرنی چاہیے، اللہ نے توفیق دی ہے، تو انسان مدد کرے، نہیں مدد کر سکتا ہے، تو اس کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اُسے اس مصیبت سے نجات دلائے۔

۵۱......حقوق العباد میں کمی کوتاہی کرنا

یہ ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے انسان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ، فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَّا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ، إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ. ①

ترجمہ: جس نے اپنے (مسلمان) بھائی پر مال یا عزت کے متعلق ظلم وزیادتی (حق تلفی) کی ہو سو اُسے چاہیے کہ وہ اس کے پاس جا کر مؤاخذہ سے پہلے اپنے آپ کو معاف کرلے (کیونکہ) مؤاخذہ کے وقت اس کے پاس (مظلوم کو دینے کی لیے) نہ دینار ہوں گے نہ درہم، اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں تو اس سے نیکیاں لے کر حساب کتاب پورا کر دیا جائے گا، وگرنہ مظلوم کی برائیاں اٹھا کر ظالم کے برائیوں کے کھاتہ میں جمع کر دی جائیں گی۔

شریعت نے ہر موقع پر حکم دیا ہے کہ انسان دوسرے کے مال کو ناحق نہ کھائے، ورنہ اس کا وبال آخرت میں تو ہوتا ہی ہے بسا اوقات دنیا میں بھی ہوتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ (النساء: ۲۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ، الا یہ کہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے وجود میں آئی ہو (تو وہ جائز ہے۔)

---

① صحیح البخاری: کتاب المظالم والغضب، باب من کانت له مظلمة عند الرجل فحللها له، رقم الحدیث: ۲۴۴۹

ناحق مال چھیننے کی وجہ سے عذاب قبر میں گرفتار ہونا

صدقہ بن خالد رحمہ اللہ دمشق کے بعض مشائخ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حج کے لیے گئے تو ہمارا ایک ساتھی راستے میں انتقال کر گیا، ہم نے وہاں آبادی میں سے ایک کدال عاریتاً لے کر اس کی قبر کھودی اور اس مردہ کو اس میں دفن کر دیا۔ دفن کرنے کے بعد یاد آیا کہ کدال قبر میں ہی بھول گئے۔ ہم نے قبر کو پھر کھودا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس مردہ کی گردن اور دونوں ہاتھوں کو اس کدال میں باندھ دیا گیا ہے۔ ہم نے یہ وحشت ناک منظر دیکھ کر قبر کو مٹی سے بند کر دیا اور کدال نہ نکال سکے، کدال کے مالک کو اس کی قیمت دے کر راضی کیا، جب ہم سفر سے لوٹ کر آئے تو اس مردہ شخص کی بیوی سے اس کا حال پوچھا۔ اس نے بتایا کہ میرا خاوند ایک شخص کے ہمراہ جا رہا تھا، اس شخص کے پاس مال تھا میرے خاوند نے اس کو قتل کر کے اس کا سارا مال لوٹ لیا تھا اور اسی مال سے حج کے لیے جا رہا تھا۔ ①

اسلافِ امت تجارت میں بہت احتیاط کرتے تھے، حرام تو حرام، مشتبہ چیزوں سے بھی اپنے آپ کو بچاتے تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تجارت میں احتیاط

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے شریک کے پاس تجارت کا مال بھیجا، جس میں ایک کپڑا عیب دار تھا، آپ نے انہیں یہ پیغام بھی دیا تھا کہ جب اس کو بیچیں تو عیب کو ضرور بیان کریں، انہوں نے کپڑا بیچ دیا، مگر عیب کو بیان کرنا غلطی سے بھول گئے اور یہ بھی یاد نہ رہا کہ کس شخص نے خریدا ہے، جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے پوری قیمت صدقہ فرما دی، جو تیس ہزار درہم تھی، نہ صرف یہ بلکہ اپنے شریک سے بھی علیحدگی اختیار

---

① شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور: ص ۱۷۴

فرمائی (کہ یہ معاملات میں احتیاط نہیں کرتا۔ اور معمولی شبہ کی وجہ سے تیس ہزار درہم کی خطیر رقم صدقہ کردی۔) ❶

بہرحال یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے انسان کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں، اللہ پاک ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

۵۲...... بُرے القاب سے پکارنا اور کسی کو برا بھلا کہنا

یہ ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے انسان کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں، اللہ رب العزت قرآن کریم کی سورہ حجرات میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَلۡمِزُوا أَنۡفُسَكُمۡ وَلَا تَنَابَزُوا بِالۡأَلۡقَابِ﴾ (الحجرات: ١١)

ترجمہ: نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو۔

یعنی ایک دوسرے کو عار دلانا اور برے لقب سے ایک دوسرے کو پکارنا، مثلاً اے فاسق، اے کافر، اے منافق! وغیرہ یا ایسا لقب دینا جس سے عار دلانا مقصود ہو شرمندگی مراد ہو، یہ ایک انسان کے لیے اذیت کا سبب ہے، کسی مسلمان کو اذیت دینا یہ اپنے اعمال ضائع کرنے کے مترادف ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَتَدۡرُونَ مَا الۡمُفۡلِسُ قَالُوا الۡمُفۡلِسُ فِينَا مَنۡ لَا دِرۡهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ إِنَّ الۡمُفۡلِسَ مِنۡ أُمَّتِي يَأۡتِي يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأۡتِي قَدۡ شَتَمَ هَذَا وَقَذَفَ هَذَا وَأَكَلَ مَالَ هَذَا وَسَفَكَ دَمَ هَذَا وَضَرَبَ هَذَا فَيُعۡطَى هَذَا مِنۡ حَسَنَاتِهِ وَهَذَا مِنۡ حَسَنَاتِهِ فَإِنۡ فَنِيَتۡ حَسَنَاتُهُ قَبۡلَ أَنۡ يُقۡضَى مَا عَلَيۡهِ أُخِذَ مِنۡ خَطَايَاهُمۡ فَطُرِحَتۡ عَلَيۡهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ. ❷

---

❶ الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: ص ۵۹

❷ صحيح مسلم: كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم، رقم الحديث: ۲۵۸۱

ترجمہ: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ آدمی ہے کہ جس کے پاس مال اسباب نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میری امت کا مفلس وہ آدمی ہوگا کہ جو نماز روزے زکوۃ وغیرہ سب کچھ لے کر آئے گا، لیکن اس آدمی نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو ان سب لوگوں کو اس آدمی کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ان کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہوگئیں تو ان لوگوں کے گناہ اس آدمی پر ڈال دیے جائیں گے پھر اس آدمی کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ بندوں کے حقوق کی پامالی کرنے والے کو آخرت میں نہ تو معافی ملے گی اور نہ اس کے حق میں شفاعت کام آئے گی، عام طور پر لوگ مفلس اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس مال و دولت اور روپیہ پیسہ نہیں ہوتا یا بہت کم ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں مفلس وہی شخص ہے جس کے بارے میں ذکر کیا گیا، چنانچہ دنیاوی مال و دولت سے تہی دست شخص کو حقیقی مفلس نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ مال و دولت اور روپیہ پیسہ کا افلاس عارضی ہوتا ہے جو موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے، بلکہ بسا اوقات زندگی ہی میں وہ افلاس، مال و دولت کی فراوانی میں تبدیل ہو جاتا ہے، اس کے برخلاف حدیث میں جس افلاس کا ذکر کیا گیا ہے اس کا تعلق ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی سے ہے اور اس افلاس میں مبتلا ہونے والا شخص پوری طرح ہلاک ہوگا۔

آج کسی کو مارنے میں اتنی اذیت نہیں ہے جتنا کہ کسی کو برے القاب سے پکارا جائے چند دن پہلے پشاور میں ایک واقعہ پیش آیا، ایک پٹھان کو کسی نے فرعون کہا، اس پٹھان نے اُسے منع کیا کہ مجھے فرعون نہ کہو، اس بات پر ان کا آپس میں جھگڑا ہوگیا، اس پٹھان نے اس پر چار قتل کر دیے، اس سے بعد میں پوچھا گیا تو اس نے کہا، اس نے ہمیں فرعون کہا، ہم نے کہا: ہم پھر موسی ہے، انسان اس کو برداشت نہیں کرتا۔ مذکورہ آیت شریف اور احادیث

مبارکہ سے بات واضح ہوگئی کہ کسی مسلمان کو ایسے لقب یا نام سے نہ پکارا جائے جس کو سن کر وہ مسلمان ناراض ہوجائے یا کسی مسلمان کی دل آزاری ہوجائے۔ ہاں اگر لقب یا نام ایسا ہو کہ جس کے استعمال سے بندہ ناراض نہ ہوتا ہو تو پھر صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن بھی ہے، جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب ''صدیق'' اور ''عتیق'' تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لقب ''فاروق'' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ''اسد اللہ'' حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ''سیف اللہ'' تھا، اسی طرح اگر کسی وصف کے ذکر کرنے سے موصوف کا عیب مراد نہ ہو، بلکہ صرف صفت بیان کرنا ہو تو پھر جائز ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف دوسرے کو بُرے نام سے بلانے سے منع فرمایا بلکہ اس غیر مناسب نام کے رکھنے والے کو نام بدلنے کا حکم بھی فرمایا۔

برے اور بے معنی ناموں کا بدلنا سنت ہے

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيَّرَ اسْمَ عَاصِيَةَ وَقَالَ: أَنْتِ جَمِيلَةُ. ❶

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصیہ کے نام کو تبدیل کیا اور فرمایا: تو جمیلہ ہے۔

عاصیہ کا معنی ہے گنہگار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ''جمیلہ'' رکھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بُرے ناموں کو بدلنا مستحب ہے، چہ جائیکہ کسی مسلمانوں کو ناپسندیدہ نام سے پکارا جائے۔ خلاصہ یہ کہ غیر ناشائستہ نام رکھنا اور غیر ناشائستہ نام سے دوسروں کو بلانا شرعاً معیوب ہیں۔

کسی کی نقل اتارنا

اور اسی طرح آج ہمارے معاشرے میں ایک اور مرض رائج ہو چکا ہے، کسی کی نقل

---

❶ صحیح مسلم: كتاب الأدب، باب استحباب تغيير الأسم القبيح إلى حسن، رقم الحديث: ۲۱۳۹

اتارنا، آج کوئی زبان سے نقل اتارتا ہے، کوئی چل کے دکھاتا ہے کہ فلاں یوں چلتا ہے، کوئی زبان سے بول کر بتاتا ہے کہ فلاں یوں بولتا ہے، کوئی ہاتھوں کے اشارے سے دوسرے کی نقل اتارتا ہے، کوئی قول اور فعل سے بتاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا أُحِبُّ أَنِّی حَکَیْتُ أَحَدًا وَأَنَّ لِی کَذَا وَکَذَا. ❶

ترجمہ: میں اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میں کسی شخص کی نقل اتاروں، اگرچہ میرے لیے ایسا اور ایسا ہی کیوں نہ ہو۔ (یعنی اگر کوئی مجھے بے حساب مال وزر اور کتنا ہی زیادہ روپیہ پیسہ بھی دے، تو بھی میں کسی کی نقل اتارنا گوارا نہ کروں۔)

تشریح: کسی کی نقل اتارنا قولی ہو یا فعلی، حرام اور غیبت محرمہ میں داخل ہے۔ آج افسوس ہے!! کوئی ایک کپ چائے پلا لیتا ہے، ارے! ذرا فلاں کی نقل اتارو، تو اب یہ شروع ہو جاتا ہے، کوئی ایک وقت کا کھانا کھلا دیتا ہے اس کی نقلیں اتارنا شروع کر دے گا، صرف چند ٹکوں کی خاطر، یہ لوگوں کی منافقانہ مسکراہٹ کی خاطر اس نے کتنا بڑا گناہ کر دیا، اللہ کی کتنی بڑی نافرمانی کر دی۔ کسی کا مذاق نہ اڑائیں، ممکن ہے وہی عیب آپ یا آپ کی اولاد میں پیدا ہو جائے۔

نقل اتارنے پر تنبیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے (ایک مرتبہ کسی موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر دیا کہ صفیہ بس اتنی سی ہے (یعنی اس کے حسن وغیرہ کی کوئی مزید خامی بتانے کی ضرورت نہیں ہے پستہ قد ہونا ہی کافی ہے) یہ سن کر رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَقَدْ قُلْتِ کَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ. ❷

---

❶ سنن الترمذي: باب صفة أواني الحوض، باب، رقم الحديث: ۲۵۰۳

❷ سنن أبي داود: كتاب الأدب، باب في الغيبة، رقم الحديث: ۴۸۷۵

ترجمہ: تو نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر اسے سمندر میں ملا دیا جائے تو سمندر کو بھی کڑوا کر دے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کے قد و قامت، ہاتھ پاؤں، ناک، کان وغیرہ کو عیب دار بتانا (اگر چہ واقعتاً عیب دار ہو) اور کسی کی بات یا چال ڈھال کی نقل اتارنا گناہ ہے، اور سخت ممنوع ہے۔ اللہ نے ہر انسان کو خوبصورت پیدا کیا، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ (التين : ۴)

ترجمہ: ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں پیدا کیا۔

اس لیے ہر انسان کو اس کی والدہ کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے، ہر آدمی کسی نہ کسی کا محبوب ہوتا ہے، آپ کی نظر میں وہ محبوب نہیں اس کے والدین سے پوچھیں وہ محبوب ہے! اس کی اولاد سے پوچھیں وہ محبوب ہے! اس کی اہلیہ کی نظر میں وہ محبوب ہے! میرے ہاں اگر کوئی خوبصورت نہیں، تو ضروری نہیں کہ وہ سب کے ہاں نہ ہو۔

بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کا بظاہر رنگ اچھا نہیں لگتا، لیکن وہ محبوب ہوتی ہیں، اب دیکھیں! سیاہ رنگ کی طرف انسان عموماً رغبت نہیں کرتا، لیکن بیت اللہ کا غلاف بھی تو سیاہ ہے، ہر مسلمان چمٹ کے اس سے دعا کرتا ہے، حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا رنگ بھی سیاہ تھا، حضرت لقمان بھی سیاہ فام تھے، اللہ کے ہاں اعتبار تو تقوی کا ہے۔ بسا اوقات کوئی چیز سفید ہوتی ہے، اس سے انسان وحشت کرتا ہے، کفن کا کپڑا سفید ہوتا ہے، لیکن ہر آدمی اس سے گھبراتا ہے، ڈرتا ہے، معلوم ہوا کسی چیز کا سیاہ اور سفید ہونا معیار نہیں ہے، پسند کا معیار اللہ کے ہاں تقوی ہے۔ تو بہر حال ایک دوسرے کو عار دلانا، برے لقب سے ایک دوسرے کو پکارنا، اور دوسروں پر سب وشتم کرنا یہ انسان کے لیے اذیت کا سبب ہے، کسی

مسلمان کو اذیت دینا یہ اپنے اعمال ضائع کرنے کے مترادف ہے، اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

۵۳......خلوت میں گناہ کرنے والا

یہ ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے انسان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَأَعْلَمَنَّ أَقْوَامًا مِنْ أُمَّتِي يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَسَنَاتٍ أَمْثَالِ جِبَالِ تِهَامَةَ بِيضًا فَيَجْعَلُهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَبَاءً مَنْثُورًا، قَالَ ثَوْبَانُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! صِفْهُمْ لَنَا جَلِّهِمْ لَنَا أَنْ لَا نَكُونَ مِنْهُمْ، وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ، قَالَ: أَمَا إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ وَمِنْ جِلْدَتِكُمْ وَيَأْخُذُونَ مِنَ اللَّيْلِ كَمَا تَأْخُذُونَ، وَلَكِنَّهُمْ أَقْوَامٌ إِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللَّهِ انْتَهَكُوهَا. ❶

ترجمہ: میں جانتا ہوں ان لوگوں کو جو قیامت کے دن تہامہ کے پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ ان کو اس غبار کی طرح کر دے گا جو اڑ جاتا ہے۔ حضرت ثوبان نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان لوگوں کا حال ہم سے بیان کر دیجئے اور کھول کر بیان فرمایئے تاکہ ہم لاعلمی سے ان لوگوں میں نہ ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا: تم جان لو کہ وہ لوگ تمہارے بھائیوں میں سے ہیں اور تمہاری قوم میں سے اور رات کو اسی طرح عبادت کریں گے جیسے تم عبادت کرتے ہو، لیکن وہ لوگ یہ کریں گے کہ جب اکیلے ہوں گے تو حرام کاموں کا ارتکاب کریں گے۔

یہ گناہ نیکیوں کو ضائع کر دیتا ہے، لوگوں کے سامنے نیک بنے رہنا اور تنہائی میں گناہوں کا ارتکاب کرنا یہ ایک قسم کی منافقت ہے، جس کی وجہ سے اعمال ضائع ہو جاتے

---

❶ سنن ابن ماجه: كتاب الزهد، باب ذكر الذنوب، رقم الحديث: ۴۲۴۵

ہیں، تہجد پڑھنا نیکی ہے لیکن اس سے زیادہ ضروری تنہائی میں تقوی پر قائم رہنا ہے، اصل تقوی یہ ہی ہے کہ انسان اس وقت بھی گناہ سے باز رہے جب اُسے دیکھنے والا کوئی نہ ہو، پہاڑ برابر نیکیاں لے کر آئیں گے لیکن اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کو اس غبار کی طرح کر دے گا جو اُڑ جاتا ہے، اس کا مطلب اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کو قبول نہیں فرمائے گا، اس کی نیکیاں ضائع ہو جائیں گی، بے وزن ہو جائیں گی۔ اس لیے اگر کوئی گناہوں میں مبتلا ہے اسے چاہیے کہ وہ توبہ کرے، ورنہ اُس کے اعمال گرد و غبار کی طرح ہواؤں میں بکھر جائیں گے، گناہ ہو جائے توبہ کرے، اللہ رب العزت کو توبہ کرنے والا انسان پسند ہے۔

بہترین خطا کار وہ ہے جو توبہ کرتا رہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی امت میں سے یا گزشتہ امتوں میں سے ایک بندے نے گناہ کیا اور پھر کہنے لگا اے میرے پروردگار! میں نے گناہ کیا ہے، تو میرے اس گناہ کو بخش دے، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: کیا میرا یہ بندہ جانتا ہے کہ اس کا ایک پروردگار ہے، جو جس کو چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کے گناہ بخشتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کے گناہ پر مؤاخذہ کرتا ہے، تو جان لو! میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا۔ وہ بندہ اس مدت تک کہ اللہ نے چاہا گناہ کرنے سے باز رہا، اس کے بعد اس نے پھر گناہ کیا اور عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میں نے گناہ کیا ہے تو میرے اس گناہ کو بخش دے، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا:

أَعَلِمَ عَبْدِی أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ؟

ترجمہ: کیا یہ میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک پروردگار ہے جو گناہ کو بخشتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے؟

میں نے اس بندہ کو بخش دیا، وہ بندہ اس مدت تک کہ اللہ نے چاہا گناہ سے باز رہا اور

اس کے بعد پھر اس نے گناہ کیا اور اس کے بعد پھر اس نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میں نے گناہ کیا ہے، تو میرے اس گناہ کو بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک پروردگار ہے، جو گناہ بخشتا ہے اور اس پر مؤاخذہ کرتا ہے؟ میں نے اس بندہ کو بخش دیا، پس جب تک وہ استغفار کرتا رہے جو چاہے کرے۔ ①

حدیث کے آخری الفاظ پس جو چاہے کرے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بندہ جب تک گناہ کرتا رہے گا اور استغفار کرتا رہے گا اس کے گناہ بخشتا رہوں گا، لہٰذا جملہ سے خدانخواستہ گناہ کی طرف رغبت دلانا مقصود نہیں ہے، بلکہ استغفار کی فضیلت اور گناہوں کی بخشش میں استغفار کی تاثیر کو بیان کرنا مقصود ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ. ②

ترجمہ: ہر انسان خطا کار ہے (یعنی ہر انسان گناہ کرتا ہے علاوہ انبیاء کرام کے کیونکہ وہ معصوم عن الخطا ہیں) اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔

انسان گناہ کیوں کرتا ہے

آخر اِنسان گناہ کرتا ہی کیوں ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں نہیں کر دیا کہ گناہ ہی نہ ہو، تو حدیثِ پاک میں آتا ہے یہ کہ گناہ سے توبہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے کہ کوئی اُس سے توبہ کرے اور توبہ وہی کرے گا جو گناہگار ہوگا، ملائکہ کو حکم نہیں ہے کہ وہ استغفار کریں، کیونکہ گناہ ہے ہی نہیں ہے، انسانوں کو حکم ہے کہ استغفار کریں، کیونکہ گناہ ہے، جنات کو حکم ہے کہ

---

① صحیح البخاری: کتاب التوحید: باب قول اللّٰہ تعالی: یریدون أن یبدلوا کلام اللّٰہ، رقم الحدیث: ۷۵۰۷

② سنن ابن ماجۃ: کتاب الذھد، باب ذکر التوبۃ، رقم الحدیث: ۴۲۵۱

وہ استغفار کریں، کیونکہ گناہ ہے، جانوروں کا یہ معاملہ نہیں ہے کہ وہ استغفار کریں، اُن کے بارے میں کچھ بھی نہیں ہے، اُن کا گناہ ہی نہیں ہے۔ تو آقائے نامدار قسم کھا کر فرماتے ہیں: **وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ!** قسم اُس ذات کی! کہ جس کے قبضے میں میری جان ہے، ''**لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا**'' اگر تم گناہ نہ کرو ''**لَذَھَبَ اللّٰہُ بِکُمْ**'' تو اللہ تعالیٰ تمہیں تو لے جائیں ''**وَلَجَآءَ بِقَوْمٍ**'' اور ایسے لوگوں کو (تمہاری جگہ) لائیں کہ ''**یُذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰہَ**'' کہ جن سے گناہ ہوا اور وہ خدا سے توبہ کریں تو ''**فَیَغْفِرُ لَھُمْ**'' اُن کو اللہ تعالیٰ اپنی بخشش سے نوازے۔ ①

گناہوں کا اعتراف صرف اللہ کے سامنے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بندہ جب گناہ کا خدا سے اقرار کرلیتا ہے ''**ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ**'' پھر توبہ کرتا ہے، تو اللہ اُس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔ تو جس بندے سے گناہ کا صدور ہوا ہو اُس کے اعتراف کا مطلب کیا ہے؟ کیا وہ کسی کے سامنے اعتراف کرے جا کر؟ نہیں!! کسی کے سامنے نہیں کرے گا! اعتراف، کسی دُوسرے کو بتلانا اپنے گناہ کو کہ یہ گناہ میں نے کیا ہے یہ منع ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے ''**اِنَّ مِنَ الْمَجَانَۃِ**'' یعنی یہ بندے کی بے پرواہی کی بات ہے کہ وہ خدا کی رحمت سے بے پرواہ ہونا ظاہر کررہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اُس کے گناہ پر پردہ رکھا ہے اور وہ اپنا پردہ خود کھول رہا ہے کہتا ہے میں نے فلاں فلاں گناہ کیا ہے۔ ②

استغفار کی برکت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ حَافِظَیْنِ یَرْفَعَا اِلَی اللّٰہِ مَا حَفِظَا فِیْ یَوْمٍ فَقَرَأَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ

---

① صحیح مسلم: کتاب التوبۃ، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبۃ، ۲۷۴۹

② صحیح البخاری: کتاب الشہادات، باب تعدیل النساء. رقم الحدیث : ۲۶۶۱

أَوَّلِ الصَّحِيفَةِ وَفِي آخِرِهَا اسْتِغْفَارًا إِلَّا قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي مَا بَيْنَ طَرَفَيْ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ❶.

ترجمہ: نگرانی کرنے والے دو فرشتے (یعنی اعمال لکھنے والے) کسی بھی دن جب اللہ جل شانہ کے حضور (کسی کا اعمال نامہ) پیش کرتے ہیں اور اس کے اول و آخر میں استغفار لکھا ہوتا ہے، تو اللہ جل شانہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میں اپنے بندہ کا وہ سب کچھ بخش دیا جو اس اعمال نامہ کے اول و آخر کے درمیان ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا أَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ، وَإِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةٍ. ❷

ترجمہ: جو شخص استغفار کرتا رہے، وہ ان لوگوں میں شمار نہیں جو گناہوں پر اصرار کرنے والے ہیں، اگرچہ ایک دن میں ستر مرتبہ گناہ کرے۔

اللہ کی اس رحمت و مغفرت سے ہم فائدہ نہ اٹھائیں تو اس میں کسی کا کیا نقصان ہے، اپنی ہی کم نصیبی ہے، اگر گناہ نہیں چھوڑتے تو کم از کم سچے دل سے استغفار یعنی اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی تو مانگتے رہیں، وہ تو اتنا رحیم ہے کہ جب بھی معافی مانگی جائے، فوراً معاف فرما دیتا ہے، لیکن ہم استغفار کرنے یعنی معافی مانگنے میں بھی غفلت کرتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَزِمَ الِاسْتِغْفَارَ، جَعَلَ اللَّهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا، وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. ❸

---

❶مسند البزار: مسندأبی حمزہ أنس بن مالک، ج۱۳ ص۲۱۸، رقم الحدیث: ۶۲۹۶

❷سنن أبی داود: کتاب الصلاۃ، باب فی الاستغفار، رقم الحدیث: ۱۵۱۴

❸سنن أبی داود: کتاب الصلاۃ، باب فی الاستغفار، رقم الحدیث: ۱۵۱۸

ترجمہ: جو شخص استغفار میں لگا رہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر دشواری سے نکلنے کا راستہ بنا دیں گے اور ہر فکر کو ہٹا کر کشادگی فرما دیں گے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیں گے، جہاں سے اس کو دھیان بھی نہ ہوگا۔

لوگ دشواریوں کو ختم کرنے اور تفکرات سے نجات پانے اور رزق حاصل کرنے کے لیے کیا کیا جتن کرتے ہیں، لیکن استغفار میں نہیں لگتے جو کہ بہت آسان نسخہ ہے، جس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہے کہ استغفار میں لگنے والا بندہ مذکورہ فوائد حاصل کرے گا۔ استغفار کرنے پر جن انعامات کا ذکر ہوا، وہی انعامات متقین کے لیے بھی وارد ہوئے ہیں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان جائیے کہ آپ کی رحمت نے یہ گوارا نہ کیا کہ میری امت کے خطا کار بندے محروم رہ جائیں، پس توبہ واستغفار کرنے والوں کے لیے بھی ان ہی انعامات کا وعدہ فرمایا جو متقین کو عطا ہوں گے۔

اللہ کو استغفار کرنے والا انسان پسند ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِی نَفْسِی بِيَدِهِ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا لَذَهَبَ اللَّهُ بِكُمْ، وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُونَ، فَيَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ. ①

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، اگر تم لوگ گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اٹھا لے اور تمہاری جگہ ایسے لوگ پیدا کر دے جو گناہ کریں اور اللہ سے بخشش ومغفرت چاہیں اور پھر اللہ تعالیٰ انہیں بخشے۔

تشریح: اس ارشاد گرامی کا مقصد مغفرت اور رحمت باری تعالیٰ کی وسعت کو بیان کرنا اور یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اسم پاک غفور کی شان کو ظاہر کرنے کے لیے اتنا بخشش کرنے

---

① صحیح مسلم: كتاب التوبه، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة، رقم الحديث: ۲۷۴۹

والا ہے، اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔ خدانخواستہ اس حدیث کے ذریعہ گناہ کی ترغیب مقصود ہی نہیں ہے کیونکہ گناہ سے بچنے کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اپنے پیغمبر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں اس لیے بھیجا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو گناہ ومعصیت کی زندگی سے نکال کر اطاعت وعبادت کی راہ پر لگائیں۔

اللہ تعالیٰ گنہگاروں کی توبہ کا منتظر رہتا ہے

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰـهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ، حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا. ①

ترجمہ: اللہ تعالیٰ رات میں مایلیق بشانہ اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے، تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور دن میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے، تاکہ رات میں گناہ کرنے والا توبہ کرے، یہاں تک کہ سورج مغرب کی سمت سے نکلے۔

استغفار کا طریقہ

انسان کو چاہیے کہ آئندہ گناہ نہ کرنے کا ارادہ کرے، پہلے تو گناہ کو گناہ کا کام سمجھے، پھر اُس سے معافی مانگے، آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے تو یہ استغفار ہے۔ اور استغفار کے کلمات کا ادا کرتے رہنا بے خیالی میں کہ آدمی کو خیال بھی نہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں بس تسبیح پڑھے جا رہا ہے "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ" اتنا جملہ فرض کریں پڑھے جا رہا ہے، تو پھر یہ ہے کہ اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ تو ہوگا۔ فائدہ یہ ہوگا جیسے کہ زبان اس کی ذکر ہی میں لگی

---

① صحيح مسلم: كتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب، رقم الحديث: ٢٧٥٩

ہوئی ہے، اللہ کا نام لینے میں لگی ہوئی ہے، لیکن جو حقیقی فائدہ ہے وہ نہیں ہوگا اور اس میں یہ بھی شرط نہیں ہے کہ انسان زبان سے کہے۔

استغفار کا تعلق دل سے ہے

بلکہ اصل میں تو استغفار ہے ہی دل کا کام، زبان کا نہیں ہے۔ زبان سے تو اُس کی تائید کی جاتی ہے، اُس کا اظہار کیا جاتا ہے۔ حقیقتاً جو توبہ ہے یا استغفار ہے اُس کا تعلق قلب سے ہے۔ اور اپنے گناہ انسان کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے اور خدا سے استغفار کرتے رہنا چاہیے اور استغفار سنت عمل ہے۔ استغفار اگر بے خیالی میں بھی ہو تو وہ فائدہ تو نہیں ہوگا جو گناہوں سے توبہ کا ہوتا ہے، اتنا فائدہ ضرور ہوگا کہ زبان خدا کے ذکر میں لگی ہوئی ہے۔ اس لیے جب گناہ سرزد ہو تو فوراً توبہ کرنی چاہیے، اپنے گناہ کی اشاعت نہیں کرنی چاہیے۔ اپنے گناہ کو پھیلانا نہیں چاہیے، بلکہ گناہ پہ معافی مانگنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا اور رحمتوں سے نوازے اور ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ آمین۔

۵۴......فرض نماز کا چھوڑنے والا

یہ ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے انسان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلَاةُ، فَإِنْ صَلَحَتْ صَلَحَ لَهُ سَائِرُ عَمَلِهِ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِهِ. ❶

ترجمہ: سب سے پہلے قیامت کے روز (اللہ کے حقوق میں) نماز کا حساب ہوگا۔ اگر نماز درست نکلی تو تمام اعمال درست ہوں گے، اگر نماز (درست نہ نکلی) خراب رہی تو تمام اعمال خراب ہوں گے۔

---

❶ المعجم الأوسط: باب الألف، من اسمه أحمد، ج ٢ ص ٢٤٠، رقم الحديث: ١٨٥٩

آخرت میں بھی دوسرے اعمال تب صحیح اور مکمل نکل سکتے ہیں جبکہ نماز مکمل ہو، ایک مسلمان تب حقیقی مسلمان کہلانے کا مستحق ہے کہ وہ نماز کی پابندی کرے۔ اس عبادت میں مرد، عورت، مالدار، غریب، دنیاوی مراتب عالیہ پر فائز شخص اور ایک عام مسلمان خواہ دنیا کے شمال میں ہو یا جنوب میں، مشرق میں ہو یا مغرب میں۔ دن میں پانچ نمازیں پڑھنا فرض ہے۔

بے نمازی سے اللہ پاک بری ہے

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَتْرُكِ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا، فَإِنَّهُ مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ. ❶

ترجمہ: نماز کو جان بوجھ کر نہ چھوڑنا اس لیے کہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی تو اللہ کا ذمہ اس سے بری ہے۔

اللہ کے رسول کا آخری کلام نماز کی تاکید

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام یہ تھا:

اَلصَّلَاةَ اَلصَّلَاةَ، اتَّقُوا اللَّهَ فِيمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ. ❷

ترجمہ: نماز کی نگہبانی کرنا نماز کی نگہبانی کرنا اور اپنے غلاموں کے متعلق اللہ سے ڈرنا۔

قرآن وحدیث میں نماز کے متعلق نہایت تاکید کے ساتھ احکامات آئے ہیں، اس

---

❶ مسند أحمد: مسند القبائل، حديث أم أيمن، ج۴۵ ص۳۵۷، رقم الحديث: ۲۷۳۶۴

❷ سنن أبی داود: كتاب الأدب، باب فی حق المملوک، رقم الحديث: ۵۱۵۶

لیے نماز میں کبھی سستی نہیں کرنی چاہیے، ورنہ اس کی وجہ سے آخرت کا عذاب تو ہے ہی انسان عذابِ قبر میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے۔

نماز میں سستی کرنے کا انجام

ایک شخص کی بہن فوت ہوگئی، جب اُسے دفن کر کے لوٹا تو یاد آیا کہ رقم کی تھیلی قبر میں گر گئی ہے چنانچہ قبرستان آکر تھیلی نکالنے کی لیے اُس نے اپنی بہن کی قبر ایک جانب سے تھوڑی سی کھودی، ایک دل ہلا دینے والا منظر اُس کے سامنے تھا، اُس نے دیکھا کہ بہن کی قبر میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں، چنانچہ اُس نے جوں توں قبر پر مٹی ڈالی اور صدمے سے چور چور روتا ہوا ماں کے پاس آیا اور پوچھا پیاری امّی جان! میری بہن کے اعمال کیسے تھے؟ وہ بولی: بیٹا کیوں پوچھتے ہو؟ عرض کی میں نے اپنی بہن کی قبر میں آگ کے شعلے بھڑکتے دیکھے ہیں۔ یہ سن کر ماں بھی رونے لگی اور کہا: افسوس!

كانت أختک تتهاون بالصلاة و تؤخرها عن وقتها. ①

ترجمہ: تیری بہن نماز میں سُستی کیا کرتی تھی اور نماز کو اُس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھتی تھی۔

ہر ممکن کوشش رہے کہ نماز کسی طرح نہ چھوٹے، اور نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام کریں، اس کی فضیلت زیادہ ہے۔

باجماعت نماز پڑھنے سے ستائیس نمازوں کا ثواب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

①الكبائر للذهبي: الكبيرة الرابعة فی ترک الصلاة، ج ۱ ص ۲۵

صَلاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ وَحْدَهُ سَبْعًا وَعِشْرِينَ۔ ❶

ترجمہ: جماعت کی نماز اکیلے نماز کے مقابلے میں ستائیس گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

حضرت ابن عباس کا نماز کے سبب آنکھوں کا علاج نہ کروانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی جب بینائی کمزور ہوگئی اور آہستہ آہستہ جانے لگی، تو لوگوں نے عرض کیا آپ اپنی آنکھوں کا علاج کروایں، لیکن آپ کو کچھ روز نماز چھوڑنی پڑے گی کیوں کہ ان ایام میں حرکت سے نقصان ہوگا، چند دن تک چت لیٹنا پڑے گا، آپ نے یہ بات سن کر فرمایا: یہ کام مجھ سے کبھی نہیں ہو سکے گا، کیوں کہ میرے آقا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَان۔ ❷

ترجمہ: جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہایت غصہ اور غضب کے ساتھ ملاقات کرے گا۔

لوگو! مجھے اندھا رہنا منظور ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے غضب اور غصہ کو کیسے برداشت کروں گا۔

جسم میں تین تیر لگنے کے باوجود صحابی رسول کا نماز کو نہ توڑنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام نخل کی جانب غزوۂ ذات الرقاع کے لیے نکلے۔ ایک مسلمان نے کسی مشرک کی بیوی کو قتل کر دیا (یا اسے قید کر لیا) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے واپس آرہے تھے اس عورت کا شوہر آیا جو کہ کہیں گیا ہوا تھا، جب اسے بیوی کے قتل ہونے کی خبر ملی تو اس نے قسم کھائی کہ جب تک وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ کا خون نہیں بہا لے گا اس وقت تک وہ چین

---

❶ صحیح مسلم: کتاب المساجد، باب فضل صلاة الجماعة، رقم الحدیث: ۶۵۰

❷ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب الصلاة، باب فی ترک الصلاة، ج ۱ ص ۲۹۵

سے نہیں بیٹھے گا۔ چنانچہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل پڑا، آپ نے راستہ میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ آپ نے فرمایا: آج رات ہمارا پہرہ کون دے گا؟ ایک مہاجر اور ایک انصاری نے اپنے آپ کو پہرہ کے لیے پیش کیا اور انھوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم پہرہ دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ تم دونوں اس وادی کی گھاٹی کے سرے پر چلے جاؤ۔ یہ دونوں حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عبّاد بن بشر رضی اللہ عنہما تھے۔ چنانچہ یہ دونوں گھاٹی کے سرے پر پہنچے، تو انصاری نے مہاجر صحابی سے کہا: ہم دونوں باری باری پہرہ دیتے ہیں، ایک پہرہ دے اور دوسرا سو جائے۔ اب تم بتاؤ کہ میں کب پہرہ دوں، شروع رات میں یا آخر رات میں؟ مہاجر صحابی نے کہا: نہیں، تم شروع رات میں پہرہ دو۔ چنانچہ مہاجر صحابی لیٹ کر سو گئے اور انصاری کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ چنانچہ وہ آدمی آیا (جس کی بیوی قتل ہوئی تھی)۔ جب اس نے دور سے ایک آدمی کھڑا ہوا دیکھا تو وہ یہ سمجھا کہ یہ (مسلمانوں کے) لشکر کا جاسوس ہے۔ چنانچہ اس نے ایک تیر مارا جو ان انصاری کو آ کر لگا، انصاری نے وہ تیر نکال کر پھینک دیا اور نماز میں کھڑے رہے۔ اس نے دوسرا تیر مارا وہ بھی آ کر ان کو لگا، انھوں نے اسے بھی نکال کر پھینک دیا اور نماز میں کھڑے رہے۔ اس آدمی نے تیسرا تیر مارا وہ بھی آ کر ان کو لگا، انھوں نے اسے بھی نکال کر پھینک دیا، اور پھر رکوع اور سجدہ کر کے (نماز پوری کی اور) اپنے ساتھی کو جگایا اور اس سے کہا: اُٹھ بیٹھو، میں تو زخمی ہو گیا ہوں۔ وہ مہاجر جلدی سے اُٹھے۔ اس آدمی نے جب (ایک کی جگہ) دو کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ ان دونوں حضرات کو اس کا پتہ چل گیا ہے۔ چنانچہ وہ تو بھاگ گیا، جب مہاجر صحابی نے اَنصاری کے جسم میں سے کئی جگہ خون بہتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا: سبحان اللہ! جب اس نے آپ کو پہلا تیر مارا تو آپ نے مجھے اس وقت کیوں نہیں اُٹھایا؟ اَنصاری نے کہا کہ میں ایک سورت پڑھ رہا تھا تو میرا دل نہ چاہا کہ اسے ختم کرنے سے پہلے چھوڑ دوں، لیکن جب اس نے لگاتار مجھے تیر مارے تو میں نے نماز ختم کر کے آپ کو بتا دیا۔ اور اللہ کی قسم! جس جگہ کے

پہرے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا اگر اس جگہ کے پہرے کے رہ جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں جان دے دیتا اور سورت کو بیچ میں نہ چھوڑتا۔ ①

جماعت کی نماز چھوٹنے پر خواب میں تنبیہ

حضرت عبید اللہ بن عمر القواریری رحمہ اللہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میری جماعت کے ساتھ نماز فوت نہیں ہوتی تھی، لیکن ایک دفعہ کا واقعہ کہ میرا ایک مہمان آیا، اس کی خدمت میں مشغولیت کی وجہ سے میری عشاء کی جماعت فوت ہوگئی، میں قریب کی مساجد میں گھومتا رہا تا کہ کہیں جماعت مل جائے لیکن تمام لوگ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ چکے تھے، بالآخر جب میں گھر پر آیا تو سوچا کہ حدیث میں تو آیا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے ستائیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے، تو یہ سوچ کر میں نے عشاء کی اس نماز کو ستائیس مرتبہ پڑھا پھر میں سو گیا، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک ایسی قوم کے ساتھ ہوں جو گھوڑے پر سوار ہے اور میں بھی گھوڑے پر سوار ہوں اور میں ان تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں اور اپنے گھوڑے کو دوڑا رہا ہوں لیکن ان لوگوں تک پہنچ نہیں سکتا، جب میری تھکاوٹ بڑھ گئی تو ان میں سے ایک شخص نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا:

لِيْ لَا تَتْعَبْ فَرَسَکَ فَلَسْتَ تَلْحَقُنَا.

ترجمہ: آپ ہم تک نہیں پہنچ سکتے ہو اس لیے اپنے گھوڑے کو مت تھکاؤ۔

میں نے کہا کیوں؟

لِأَنَّا صَلَّيْنَا الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ وَأَنْتَ صَلَّيْتَ وَحْدَکَ.

ترجمہ: اس لیے کہ ہم نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی ہے اور آپ نے اکیلے پڑھی ہے۔

---

① صحیح ابن حبان: ج۳ ص ۳۷۵، رقم الحدیث: ۱۰۹۶

میں جب بیدار رہوا تو اس پر بہت غمگین ہوا۔ ❶

تو جب نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہے، اللہ وقت میں برکت ڈال دیتا ہے، جو کام گھنٹوں میں ہونا ہے، وہ منٹوں میں ہو جاتا ہے، اور جب انسان جماعت چھوڑ کے کام کو ترجیح دیتا ہے، وہ کام بھی نہیں ہوتا۔ انسان کہتا ہے، مسجد جاؤں گا دس پندرہ منٹ لگیں گے، چلو پندرہ منٹ میں سفر کر لیتا ہوں، پندرہ منٹ کا سفر پھر آدھے گھنٹے میں طے ہوتا ہے، انسان سفر کا آغاز کرتا ہے، کہیں راستے میں گاڑی پنکچر ہوگئی، گاڑی خراب ہو جاتی ہے، ٹریفک جام ہو جاتی ہے، جس کام کے لیے جاتا ہے وہ کام نہیں ہوتا، نماز چھوڑ کر اس نے سمجھا تھا کہ میں پندرہ منٹ میں سفر طے کروں گا، وہی مسافت آدھے گھنٹے میں طے ہوتی ہے، اور جب انسان نماز پڑھ کے نکلتا ہے، اللہ سفر کو محدود کر دیتا ہے، تکلیفوں، پریشانیوں سے حفاظت کر دیتا ہے، مطلوبہ کام وقت پہ ہو جاتا ہے، اور اللہ رب العزت اُن کے دلوں میں اس کی محبوبیت اور قبولیت ڈال دیتا ہے۔ اس لیے کوشش کریں کہ نماز جماعت کے ساتھ ہو، اس میں قبولیت کے امکان زیادہ ہوتے ہیں۔

فرشتوں کی آمین کا کیا ہوگا؟

محمد بن سماعہ رحمہ اللہ ایک بزرگ عالم ہیں، جو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے شاگرد ہیں، ایک سو تین برس کی عمر میں انتقال ہوا، کثرت سے نوافل پڑھا کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ چالیس سال تک میری تکبیر اولیٰ کبھی فوت نہیں ہوئی یعنی برابر جماعت میں شریک ہوتا رہا، صرف ایک دن جب میری والدہ ماجدہ فوت ہوگئیں، تو جماعت نہ مل سکی، خیال آیا کہ حدیث میں ہے کہ جماعت کی نماز تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے، اس کمی کو پورا کرنے کے لیے میں نے ایک نماز کو ستائیس دفعہ پڑھا کہ فضیلت حاصل

---

❶ الکبائر للذھبی: الکبیرۃ الخامسۃ: منع الزکاۃ، ج ۱ ص ۳۲

ہو جائے۔ اس کے بعد نیند آ گئی اور سو گیا۔ اسی حالت میں ایک کہنے والے نے کہا کہ اے محمد! تم نے ستائیس دفعہ نماز پڑھ لی، مگر فرشتوں کی آمین کا کیا ہوگا۔ (یعنی سورہ فاتحہ کے اختتام پر امام آمین کہتا ہے، تو اس پر فرشتے بھی آمین کہتے ہیں، مگر منفرد اور تنہا آدمی کی آمین پر فرشتوں کی آمین نہیں ہوتی، اس کی طرف اشارہ ہے۔) ❶

حضرت سعید بن مسیّب کا چالیس سال تک تکبیر اولی کا اہتمام

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کے بارے میں امام ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مانودی للصلاۃ منذ أربعین سنۃ إلا وسعید فی المسجد. ❷

ترجمہ: چالیس سال سے سعید بن مسیّب کا معمول تھا آذان سے پہلے مسجد میں موجود ہوتے تھے۔

نماز کے انتظار میں رہتے تھے، چالیس سال تک انہوں نے صف اول میں نماز پڑھی، فرمایا: کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے کسی کی گدی نماز میں دیکھی ہو، یہ اشارہ اس طرف تھا کہ میں نے کبھی دوسری صف میں نماز نہیں پڑھی کہ پہلے صف والے کی گدی پر میری نگاہ گئی ہو، یعنی چالیس سال تکبیر اولی کے ساتھ صفِ اول میں نماز ادا کی۔

میاں جی نور محمد کا تکبیر اولی کا اہتمام

حضرت میاں جی نور محمد رحمہ اللہ کے بارے میں ''تاریخ مشائخ چشت'' میں لکھا ہے کہ انتقال کے وقت فرمانے لگے: میرے پاس اور کوئی عمل نہیں جو اللہ کے دربار میں پیش کرسکوں، ایک چھوٹا سا عمل یہ ہے کہ زندگی کے تیس سال اس طرح گزرے ہیں کہ مجھ سے

---

❶ تاریخ بغداد: ترجمۃ: محمد بن سماعۃ بن عبید اللّٰہ، ج۳ ص۲۹۸ / المنتظم في تاریخ تاریخ الأمم والملوک: ج۱۱ ص۱۹۸

❷ حلیۃ الأولیاء: ترجمۃ: سعید بن المسیب، ج۲ ص۱۶۳

تکبیر اولی نہیں چھوٹی۔ ①

تکبیر اولی کے دو بڑے فائدے

ہم کوشش کریں کہ اذان ہونے کے بعد صرف نماز کی تیاری میں مشغول ہوں، ان شاءاللہ کبھی تکبیر اولی فوت نہیں ہوگی، اور تکبیر اولی پانے کے دو بڑے فائدے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلَّى لِلَّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا فِي جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيرَةَ الْأُولَى كُتِبَ لَهُ بَرَاءَتَانِ: بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ، وَبَرَاءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ. ②

ترجمہ: جس نے چالیس دن تک اللہ کے لیے باجماعت تکبیر اولی کے ساتھ نماز پڑھی، اس کو دو پروانے عطا کیے جاتے ہیں، ایک جہنم سے آزادی کا اور دوسرا نفاق سے بری ہونے کا۔

ہم کوشش کریں کہ اذان ہونے کے بعد صرف نماز کی تیاری میں مشغول ہوں، اور باجماعت نماز تکبیر اولی کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام کریں، نماز کبھی نہ چھوڑیں، ورنہ اعمال ضائع ہوجائیں گے۔

۵۵......خودکشی کرنے والا

یہ ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے انسان کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی بابت جو اسلام کا دعویٰ کیا کرتا تھا فرمایا:

هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا شَدِيدًا فَأَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، الَّذِي قُلْتَ لَهُ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَإِنَّهُ

---

① تاریخ مشائخ چشت: ص۲۳۲

② سنن الترمذی: أبواب الصلاة، باب فضل التکبیرة الأولی، رقم الحدیث: ۲۴۱

قَدْ قَاتَلَ الیَوْمَ قِتَالًا شَدِیدًا وَقَدْ مَاتَ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: إِلَی النَّارِ، قَالَ: فَکَادَ بَعْضُ النَّاسِ أَنْ یَرْتَابَ، فَبَیْنَمَا هُمْ عَلَی ذَلِکَ، إِذْ قِیلَ: إِنَّهُ لَمْ یَمُتْ، وَلَکِنَّ بِهِ جِرَاحًا شَدِیدًا، فَلَمَّا کَانَ مِنَ اللَّیْلِ لَمْ یَصْبِرْ عَلَی الجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَأُخْبِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِکَ، فَقَالَ: اللَّهُ أَکْبَرُ، أَشْهَدُ أَنِّی عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَنَادَی بِالنَّاسِ: إِنَّهُ لَا یَدْخُلُ الجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ، وَإِنَّ اللَّهَ لَیُؤَیِّدُ هَذَا الدِّینَ بِالرَّجُلِ الفَاجِرِ. ①

ترجمہ: یہ دوزخی ہے اور جب میدان جنگ میں آیا تو اس آدمی نے بہت سے لوگوں کو تہ تیغ کیا اور اس معرکہ میں اسے کاری ضرب لگی تھی، کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخی فرمایا تھا وہ آج بڑی جواں مردی سے لڑا اور بالآخر خود داعی اجل کو لبیک کہا، جس پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تو دوزخ میں گیا، حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ قریب تھا کہ بعض لوگ شک وشبہ میں گرفتار ہو جائیں، اتنے میں کسی نے کہا: وہ جوانمرد ابھی تک مرا نہیں ہے، بلکہ اس کو کافی زخم آئے ہیں، جب رات ہوئی تو وہ ان زخموں کی تکلیف برداشت نہ کر سکا اور اس نے خودکشی کر لی، جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! میں اس امر کی شہادت دیتا ہو کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا کہ اعلان کر دو کہ جنت میں مسلمانوں کے علاوہ اور کوئی دوسرا داخل نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ بعض اوقات اس دین کی بدکار آدمی کے ذریعے بھی مدد کرتا ہے۔

زندگی ایک امانت ہے

بعض نادان اس جسم کو اپنی ذاتی ملکیت قرار دے کر اسے ختم کر دینے کو اپنا بنیادی حق

---

① صحیح البخاری: کتاب الجهاد والسیر، باب إن اللّٰه یؤید الدین بالرجل الفاجر، رقم الحدیث: ۳۰۶۲

سمجھتے ہیں، جبکہ جان ایک قیمتی امانت ہونے کے ناطے اس کی حفاظت کرنا لازمی ہے۔ اللہ کے احکامات اور فرمان واجازت کے بغیر اس امانت کی ہلاکت جرم عظیم ہے، یہ جرم جس کو خودکشی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کی سزا انتہائی دردناک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ﴾ (النساء: ۲۹)

ترجمہ: اپنے جانوں کو قتل نہ کرو۔

خودکشی کرنے والے کی سزا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا.

ترجمہ: جس شخص نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر خوکشی کی وہ شخص ہمیشہ جہنم میں گرایا جائے گا، اور وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اس سے کبھی نہیں نکلے گا۔

وَمَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا.

ترجمہ: اور جو شخص زہر پی کر اپنے آپ کو ہلاک کرے گا اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا، جسے وہ دوزخ کی آگ میں پیے گا، وہ اس جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہے گا اس سے کبھی نہیں نکلے گا۔

وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ، فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا. ❶

ترجمہ: اور جس شخص نے لوہے کے ہتھیار (مثلاً چھری تلوار وغیرہ) سے اپنے آپ کو

---

❶ صحیح البخاری: کتاب الطب، باب شرب السم والدواء به، رقم الحدیث: ۵۷۷۸

مار دیا اس کا وہی آلہ قتل دوزخ کی آگ میں اس کے ہاتھ میں ہوگا جس کو وہ اپنے پیٹ میں داخل کرے گا اور دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل ہو کر اس سے کبھی نہ نکلے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام کی رو سے اس جرم کی کتنی شدید سزا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہی ہے کہ اس کے جسم کا حقیقی مالک وخالق اللہ کی ذات ہے، اس میں جو تصرف ہو اس کی مرضی سے ہو۔ انسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے، اللہ رب العزت مالک ہے، اس لیے جسم میں وہی تصرف کرے گا جس کی رب العالمین نے اجازت دی ہے۔

جو شخص خودکشی کرے وہ جہنم میں اسی طرح اپنے آپ کو سزا دیتا رہے گا، یہ سزا اسی کے جنس عمل میں سے ہے، ایسے شخص کے جنازے کے بارے میں فقہاء نے بیان کیا ہے کہ علماء اور خواص اس میں شریک نہ ہوں اور عوام پڑھ لیں تا کہ دوسرے لوگ اس سے عبرت حاصل کریں اور اس عملِ بد سے اپنے آپ کو بچائیں۔

انسان اپنے اعضاء کا مالک نہیں

انسان اور مال کے درمیان موجود شرعی تعلق کا نام ملکیت ہے، ملکیت سے انسان کو مالکانہ تصرف کا حق ملتا ہے، لیکن اعضاء چونکہ مال نہیں اس لیے انسان اس میں مالکانہ تصرف بھی نہیں کر سکتا۔

اسلامی قانون کا تقاضہ یہ ہے کہ آدمی کو اس بات کی اجازت نہ ہو کہ وہ اپنے نفس پر کسی کو مسلط کر دے، تا کہ وہ اسے قتل کر دے یا اس کے اعضاء کو کاٹ دے۔

انسانی اعضاء نعمت بھی ہیں اور امانت بھی

نعمت کا تقاضہ ہے کہ ہم میں جذبہ شکر پیدا ہو اور امانت کا تقاضہ ہے کہ ہم امانت رکھنے والے کی مرضی کے مطابق اس میں تصرف کریں۔ اور جب ہم ایسا کریں گے تو تب امین کہلائیں گے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا﴾ (النساء: ۵۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچا دو امانتیں امانت والوں کو۔

بہرحال امانت پر حق ملکیت قائم نہیں ہوسکتا، ہبہ، بیع اور وصیت وغیرہ مالکانہ تصرفات ہیں، اعضاء میں انسان کی ملکیت معدوم ہے، یہ ناممکن ہے کہ انسان کسی دوسرے کو اس چیز کا مالک بنادے جس کا وہ خود مالک نہیں، یہ محال ہے۔

کیا انسان اپنے اعضاء دوسروں کو دے سکتا ہے؟

جو چیز اپنی ملکیت میں ہو انسان اسے جس طرح چاہے استعمال کرسکتا ہے، خواہ خود فائدہ اُٹھائے یا کسی اور کو عارضی یا مستقل استعمال کے لیے دیدے۔ لیکن جو چیز ملکیت میں نہ ہو بلکہ مالک نے صرف استعمال کی اجازت دی ہو، انسان وہ چیز کسی دوسرے کو منتقل نہیں کرسکتا اور نہ ہی دوسروں کو اپنے ساتھ فائدہ اُٹھانے میں شریک کرسکتا ہے، اعضاء انسان کے پاس صرف ذاتی استعمال کے لیے ہیں، اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان پر اپنے مالکانہ حق جتلاتے ہوئے کسی کو اجرت، قیمت یا مفت میں یوں ہی کسی کو مالک بنادے۔

انسان کی مثال اس اجازت یافتہ تاجر غلام کی ہے جسے کاروبار کا آزادانہ اختیار تو ہوتا ہے، مگر وہ یہ اختیار نہیں رکھتا کہ اپنے آپ کو فروخت کردے یا کسی کو مفت بخش دے یا اپنے کسی عضو کو ضائع کردے۔ اسی طرح آزاد انسان اللہ کے غلام اور بندے ہیں، انہیں اپنے جسم میں جائز تصرفات کا حق تو ہے، مگر وہ اپنے جسم اور جان کے مالک نہیں، جیسے بندوں کے اموال اور حقوق ان کی اجازت کے بغیر فروخت کرنا یا ایک کی امانت دوسرے کے سپرد کرنا ظلم ہے، اسی طرح خدا کا حق کسی اور کو دینا اس سے بھی بڑا ظلم ہے۔

ایک انسانی جسم سے (خواہ زندہ ہو یا مردہ) دوسرے انسانی جسم میں اعضاء یا اجزاء

کی منتقلی ناجائز ہے خواہ ایسا انتقال مفت میں ہو یا معاوضہ کے ساتھ ہو۔ کیونکہ اس مقصد کے لیے انسانی جسم کی چیڑ پھاڑ اس احترام اور کرامت کے خلاف ہے جو قرآن وسنت نے بنی آدم کو بخشا ہے۔

اسلام نے تمام انسانوں کو رنگ ونسل اور صنف وعقیدے میں امتیاز کیے بغیر احترام بخشا ہے، اور انسان کا بحیثیت انسان موت کے بعد بھی احترام باقی رہتا ہے، اس لیے مردہ انسان کے اعضاء بھی زندہ انسان کے جسم میں علاج معالجے کے طور پر استعمال نہیں کیے جا سکتے۔

بہرحال بات چل رہی تھی خودکشی کرنے کی، تو خودکشی کرنا یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے انسان کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالی ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

۵۶......عورت کی نماز بغیر دوپٹہ کے قبول نہیں

نیک اعمال کو ضائع کرنے والے گناہوں میں ایک گناہ عورت کا بغیر دوپٹے کے نماز پڑھنا ہے، ایسی عبادت اللہ رب العزت قبول نہیں فرماتے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ. ❶

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بالغ عورت کی نماز دوپٹہ کے بغیر قبول نہیں فرماتا۔

۵۷......وارث کیلئے وصیت جائز نہیں

نیک اعمال کو ضائع کرنے والے گناہوں میں ایک گناہ وارث کے لیے وصیت کرنا ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، وَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ، وَالْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ،

---

❶ سنن ابی داود: کتاب الصلاۃ، باب المرأۃ تصلی بغیر خمار، رقم الحدیث: ٦٤١

وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ، وَمَنْ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ أَوْ انْتَمَى إِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ رَغْبَةً عَنْهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ، لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا. ❶

ترجمہ: اللہ نے ہر حقدار کا حق مقرر فرما دیا ہے، لہٰذا کسی وارث کے لئے وصیت درست نہیں اور بچہ اس کو ملے گا (جس کے نکاح یا ملک میں اس بچہ کی ماں ہوگی) اور زانی کے لیے پتھر ہیں، (یعنی شادی شدہ ہو تو سنگسار کرنا ہے) جو اپنے باپ کے علاوہ کی طرف اپنی نسبت کرے یا جو غلام اپنے آقاؤں کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے نہ اس کا فرض قبول ہوگا نہ نفل۔

۵۸......زنا کرنے والا

یہ ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے انسان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، قرآنِ مجید کی سورہ اسراء میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ (الإسراء: ۳۲)

ترجمہ: زنا کاری اور بدکاری کے قریب مت جاؤ دراصل یہ بڑی بے شرمی اور بے حیائی کا فعل ہے، جس سے بدی کے راستے کھلتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِيْ الَّذِيْنَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِيْ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَاتَعْلَمُونَ﴾ (النور: ۱۹)

ترجمہ: جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے، انھیں دنیا و آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا، اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے ہو۔

---

❶ سنن الترمذی: أبواب الوصایا، باب ماجاء لا وصیة لوارث، رقم الحدیث: ۲۱۲۱

زنا کے وقت ایمان نہیں رہتا

لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ. ❶

ترجمہ: زنا کرنے والا جب زنا کرتا ہے تو مسلمان نہیں رہتا۔

یعنی اس گناہ کے وقت انسان کا ایمان باقی نہیں رہتا۔

زانی کا ایمان کیسے نکلتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ زَنَى وَشَرِبَ الْخَمْرَ نَزَعَ اللَّهُ مِنْهُ الْإِيمَانَ كَمَا يَخْلَعُ الْإِنْسَانُ الْقَمِيصَ مِنْ رَأْسِهِ. ❷

ترجمہ: جو زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے، اللہ تعالی اس سے ایمان اس طرح کھینچ لیتا ہے جس طرح انسان اپنے سر سے قمیص اتارتا ہے۔

زنا ایک قرض ہے اس کا بدلہ چکا دیا جاتا ہے، انسان کی اولاد سے، یا گھر والوں سے، اس لیے کبھی اِس گناہ کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے، آخرت کا عذاب تو ہے ہی دنیا میں بھی انسان اس وجہ سے ذلت ورسوائی کا شکار ہو جاتا ہے۔

دینِ اسلام نے زنا کا فعل تو دور کی بات ہے اس کے قریب جانے سے بھی منع فرمایا۔

زنا کی مختلف صورتیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الِاسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ

---

❶ سنن النسائي: كتاب الأشربة، باب المغلظات في شرب الخمر، رقم الحديث: ۵۶۵۹

❷ المستدرک علی الصحيحين: كتاب الإيمان، وأما حديث معمر، ج ۱ ص ۷۳، رقم الحديث: ۵۷

الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَى، وَالْقَلْبُ يَهْوَى وَيَتَمَنَّى وَيُصَدِّقُ ذَلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ. ❶

ترجمہ: دونوں آنکھوں کا زنا (شہوت سے) دیکھنا ہے اور زبان کا زنا (شہوت سے) باتیں سننا ہے اور ہاتھ کا زنا (شہوت سے) کسی کا ہاتھ وغیرہ پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا (شہوت سے) قدم اٹھا کر جانا ہے اور قلب کا زنا یہ ہے کہ (شہوت سے) وہ خواہش کرتا ہے اور تمنا کرتا ہے۔

کان آنکھ اور دل کے متعلق قیامت کے روز سوال ہوگا

﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ (الإسراء: ٣٦)

ترجمہ: یقیناً کان، آنکھ اور دل اِن میں سے ہر ایک کے متعلق سوال ہوگا۔

اس آیت میں بتلایا ہے کہ قیامت کے روز کان آنکھ اور دل سے سوال کیا جائے گا، مطلب یہ ہے کہ کان سے سوال ہوگا کہ تو نے عمر میں کیا کیا سنا، آنکھ سے سوال ہوگا کہ تو نے کیا کیا دیکھا، دل سے سوال ہوگا کہ تمام عمر دل میں کیسے کیسے خیالات پکائے اور کن کن چیزوں پر یقین کیا۔ اگر کان سے ایسی باتیں سنیں جن کا سننا شرعاً جائز نہیں تھا، جیسے کسی کی غیبت یا حرام گانا بجانا وغیرہ، یا آنکھ سے ایسی چیزیں دیکھیں جن کا دیکھنا شرعاً حلال نہ تھا، جیسے غیر محرم عورت یا امرد لڑکے پر نظر بد کرنا وغیرہ، یا دل میں کوئی ایسا عقیدہ جمایا جو قرآن وسنت کے خلاف ہو، یا کسی کے متعلق اپنے دل میں بلا دلیل کوئی الزام قائم کرلیا، تو قیامت کے دن اِن اعضاء کے متعلق سوال ہوگا۔

﴿ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ (التكاثر: ٨)

---

❶ السنن الكبرى للبيهقي: كتاب النكاح، باب تحريم النظر: ١٣٥١٠ / مسند أحمد: ج ١٤ ص ٢٥٤، رقم الحديث: ٨٥٩٨

ترجمہ: پھر تم سے قیامت کے روز (اللہ تعالیٰ کی) نعمتوں کے متعلق سوال ہوگا۔ کان، آنکھ، دل ان نعمتوں میں سب سے زیادہ اہم ہیں اس لیے یہاں ان کا خصوصیت سے ذکر فرمایا گیا ہے۔

تو بہرحال بات چل رہی تھی زنا کرنے کی، تو زنا کرنا یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے انسان کے نیک اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔ اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

۵۹ ...... بے فائدہ گفتگو کرنے والا

یہ ایک ایسا فعل ہے جس کی وجہ سے انسان کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن صحابہ میں سے ایک شخص کا انتقال ہوا، تو ایک دوسرے شخص نے (مرحوم کی میت کو مخاطب کر کے کہا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے تمہیں) جنت کی بشارت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن کر اس شخص سے فرمایا:

أَوَلَا تَدْرِی فَلَعَلَّهُ تَكَلَّمَ فِيمَا لَا يَعْنِيهِ أَوْ بَخِلَ بِمَا لَا يَنْقُصُهُ. ①

ترجمہ: تم یہ بات کس طرح کہہ رہے ہو جبکہ حقیقت حال کا تمہیں علم نہیں، ہوسکتا ہے کہ اس شخص نے کسی ایسے معاملہ میں اپنی زبان سے الفاظ نکالے ہوں جو اس کے لیے بے فائدہ ہو، یا کسی ایسی چیز میں بخل کیا ہو جس کی وجہ سے کمی نہ آئے۔

تشریح: بے فائدہ گفتگو کی ہو، لایعنی باتوں میں اپنا وقت ضائع کیا ہو، لایعنی سے مراد ہر ایسا قول و فعل جس کا دنیا و آخرت میں کوئی نفع نہ ہو، محض تفریح یا وقت گزاری کے لیے جس کو اپنا مشغلہ بنائے، یا کسی ایسی چیز میں بخل کیا ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کسی ایسی چیز کو دینے میں بخل سے کام لیا ہو جو دیئے جانے کے باوجود کم نہیں ہوتی، جیسے علم کی تعلیم یا

---

① سنن الترمذی: أبواب الزهد، باب فیمن تکلم بکلمة یضحک بها الناس، باب، رقم الحدیث: ٢٣١٦

مال زکوۃ کی ادائیگی کہ علم تقسیم کرنے سے یا زکوۃ ادا کرنے سے علم اور مال میں کوئی کمی نہیں ہوتی، بلکہ ان میں زیادتی اور برکت ہی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کا ماحصل یہ تھا کہ اس شخص کے جنت میں جانے کے بارے میں اس طرح کا جزم ویقین کیوں ظاہر کیا ہے؟ جب کہ تمہیں اس کی زندگی کے سارے ظاہری باطنی گوشوں سے واقفیت اور اس کے احوال کی حقیقت کا علم نہیں ہے، بے شک اس شخص کی ظاہری زندگی بڑی پاکیزہ تھی، لیکن ہوسکتا ہے کہ اس نے اپنی زبان سے کوئی لایعنی بات نکالی ہو، یا بخل کیا ہو اور اس مواخذہ میں گرفتار ہو کر جنت میں داخل ہونے سے روک دیا گیا ہو۔

بسا اوقات ایک جملہ جہنم میں جانے کا ذریعہ بن جاتا ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ لا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَرْفَعُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَاتٍ وَإِنَّ الْعَبْدَ لِيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ لا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ①.

ترجمہ: یقیناً انسان کوئی گفتگو کرتا ہے، اور کوئی بول ایسا بولتا ہے کہ جس سے وہ اللہ کی رضامندی چاہتا ہے، اور اسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی، اللہ اس کے درجات کو بلند کر دیتا ہے، اور بسا اوقات انسان کوئی جملہ ایسا بول دیتا ہے، جس میں اللہ کی ناراضگی ہوتی ہے، اور اسے اس کی پرواہ نہیں ہوتی، اور وہ جملہ انسان کو جہنم میں گرا دیتا ہے۔

یعنی بسا اوقات انسان کے منہ سے کوئی ایک جملہ نکل جاتا ہے، اور وہ انسان کے جہنم میں جانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

انسان کے جسم میں زبان ایک ایسا عضو ہے کہ جس سے سب سے زیادہ گناہ سرزد

---

①صحيح البخاري: كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، رقم الحديث: ٦٤٧٨

ہوتے ہیں، زبان اس لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل بھی ہے کہ اس سے بہت سے نیک اعمال بھی وجود میں آتے ہیں، لیکن انسان کے جسم میں ایسا کوئی عضو نہیں، جس سے تیس گناہ کبیرہ سرزد ہوتے ہوں، سوائے زبان کے، جسم میں جو اعضاء ہیں، جیسے ہاتھ، پاؤں، انسان کی آنکھیں اور کان ہیں، ان سے بھی گناہ کبیرہ سرزد ہوتے ہیں، لیکن کسی سے ایک، کسی سے دو، البتہ زبان ایک ایسا عضو ہے کہ جس سے تیس گناہ کبیرہ سرزد ہوتے ہیں۔ راقم کا اس موضوع پر تفصیلی درس ہے جس میں ان تیس گناہوں کی نشان دہی کی ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کی حفاظت کی تاکید بہت زیادہ بیان فرمائی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ. ❶

ترجمہ: جو شخص مجھے دو چیزوں کی ضمانت دے گا: نمبر ایک، دو جبڑوں کے درمیان زبان کے صحیح استعمال کرنے کی، اور نمبر دو، دو رانوں کے درمیان شرمگاہ کے صحیح استعمال کرنے کی، تو میں اُسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کی حفاظت پر جنت کی بشارت عطا فرمائی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَمَتَ نَجَا. ❷

ترجمہ: جس شخص نے خاموشی اختیار کی اس نے نجات پالی۔

مطلب یہ ہے کہ چپ رہ کر اور زبان کو بری باتوں سے محفوظ رکھ کر دنیا کی بہت سی آفتوں سے نجات مل جاتی ہے اور دینی واخروی طور پر بھی بہت سی بلاؤں اور نقصان وخسران سے نجات حاصل ہو جاتی ہے، کیونکہ انسان عام طور پر جن بلاؤں اور آفتوں میں مبتلا ہوتا ہے

---

❶ صحیح البخاری: کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، رقم (الحدیث: ٦٤٧٤

❷ سنن الترمذی: باب ماجاء في صفة أواني الحوض، باب، رقم الحديث: ٢٥٠١

ان میں سے اکثر زبان ہی کے ذریعہ سے پہنچتی ہیں۔

اس کی بہت سی آفتیں ہیں: فضول باتیں کرنا، خلاف شرع باتیں کرنا، بحث ومباحثہ کرنا، ناحق تکرار کرنا، لڑائی کرنا، کلام میں بناوٹ وتکلف کرنا، گالم گلوچ کرنا، کسی پر لعنت کرنا، گانا گانا، دل لگی کرنا جس سے دوسرے کو ایذاء پہنچے، یا اس میں زیادہ مشغولی کرنا، کسی کا راز ظاہر کرنا، جھوٹا وعدہ کرنا، جھوٹ بولنا، یا جھوٹی قسم کھانا، یا جھوٹی گواہی دینا، غیبت کرنا، چغل خوری کرنا، دونوں طرف جا کر لڑائی بجھائی کرنا، کسی کی زیادہ تعریف وخوشامد کرنا، ذات، صفات الٰہی میں محض اٹکل پچو گفتگو کرنا، علماء سے فضول باتیں پوچھنا۔

زیادہ گفتگو کرنے والا سے ہمیشہ غلطیاں ہوتی ہیں، اور خاموش رہنے والا غلطیوں سے اور گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ. ❶

ترجمہ: جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اُسے چاہیے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُولُ: اتَّقِ اللّٰهَ فِينَا فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ، فَإِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَإِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا. ❷

ترجمہ: جب ابن آدم صبح کرتا ہے، تو سارے اعضاء چشم زبان کے سامنے عاجزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے حق میں اللہ سے ڈر، کیونکہ ہمارا تعلق تجھ ہی سے ہے، اگر تو سیدھی رہے گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

---

❶ صحیح البخاری: کتاب الأدب، باب من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الآخر، رقم الحدیث: ٦٠١٨

❷ سنن الترمذی: کتاب الزھد، باب ماجاء فی حفظ اللسان، رقم الحدیث: ٢٤٠٧

اللہ تعالیٰ کو تین چیزیں ناپسند ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَقَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ. ①

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین چیزیں ناپسند فرمائی ہیں، ایک بے فائدہ گفتگو کرنا، دوسرا مال ضائع کرنا اور تیسرا بہت مانگنا۔

معالجہ: جو بات کہنا ہو تھوڑی دیر پہلے تامل کر لے کہ اس سے اللہ تعالیٰ جو کہ سمیع بصیر ہیں ناخوش تو نہ ہوں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ کوئی بات گناہ کی منہ سے نہ نکلے گی۔

ہمہ وقت اللہ کا ذکر کریں، یا خاموش رہیں، اس لیے کہ زبان کی آفتیں ان گنت ہیں اور ان سے بچنا مشکل ہے الّا یہ کہ زبان کو ہی بند رکھا جائے، کسی نے خوب کہا ہے:

اَللِّسَانُ جِسْمُهُ صَغِيرٌ وَجُرْمُهُ كَبِيرٌ وَكَثِيرٌ.

ترجمہ: زبان کا جثہ تو چھوٹا ہے مگر اس کے جرم بڑے اور زیادہ ہیں۔

زبان اژدہا کی مانند ہے اس کی حفاظت کرو کہیں تمہیں ڈس نہ لے:

اِحْفَظْ لِسَانَكَ أَيُّهَا الْإِنْسَانُ لَا يَلْدَغَنَّكَ أَنَّهُ ثُعْبَانٌ.

ترجمہ: اے انسان! اپنی زبان کی حفاظت کر، یہ اژدہا ہے کہیں تمہیں ڈس نہ لے۔

حفظ لسان کے لیے ترکِ لایعنی ضروری ہے، اور اگر یہ بات مشکل ہو تو پھر زبان کی حفاظت کے لیے جو بات ضروری ہے وہ یہ ہے۔

طویل خاموشی!

بولنا جرم تو نہیں، لیکن خاموشی میں بھی جان ہوتی ہے
سارے گلشن کی آبرو ہو کر بھی کلیاں بے زبان ہوتی ہیں۔

---

① صحیح البخاری: کتاب الزکاة، باب قول الله تعالى، يسألون الناس إلحافا، رقم الحديث: ۱۴۷۷

جسم کے بہترین اور بدترین عضو

حضرت لقمان حکیم رحمہ اللہ بڑے اللہ والے بزرگ گزرے ہیں، قرآن کریم میں اللہ تعالی نے حضرت لقمان رحمہ اللہ کا تذکرہ بھی فرمایا، یہ ابتداء میں غلام تھے، ان کے آقا نے ایک دن ان کو ایک بکری دی کہ لقمان اس بکری کو ذبح کرو، اور اس کے جسم میں جو بہترین عضو ہوں انہیں لے کر آجاؤ، حضرت لقمان گئے بکری کو ذبح کیا، اور بکری کے جسم میں زبان اور دل کو لے کر آئے، اگلے دن آقا نے پھر ایک بکری دی، کہا: لقمان اسے لے جاؤ، اور اسے ذبح کرو، اور اس کے جسم میں جو بدترین عضو ہیں، وہ لے کر آؤ، حضرت لقمان پھر زبان اور دل لے کر آئے، آقا نے کہا کہ جب میں نے کہا: بہترین عضو لے کر آؤ، تو تم دل اور زبان لے کر آئے، اور جب میں نے کہا بدترین عضو لے کر آؤ، پھر بھی تم یہ دو عضو لیکر آئے، اس کی وجہ کیا ہے؟ حضرت لقمان نے فرمایا: اگر یہ دو عضو ٹھیک ہو جائیں تو انسان کا پورا جسم ٹھیک رہتا ہے، کیونکہ جسم میں سب سے بہترین عضو یہی دو ہوتے ہیں، اور جب یہ دو عضو بگڑ جائیں تو سارے جسم میں بگاڑ آجاتا ہے۔ ①

تو اسی لیے حضرات انبیاء علیہم السلام کی محنت کا مدار انسانوں کے دل ہوا کرتے تھے، جب دل درست ہوتا ہے، تو زبان بھی درست ہو جاتی ہے، جب انسان کی عقل کامل ہوتی ہے تو اس کی گفتگو کم ہو جاتی ہے، جس کی عقل مکمل ہوگی اس کی زبان چھوٹی ہوگی، وہ کم گفتگو کرے گا، اور جو گفتگو زیادہ کرتا ہے اس کی عقل ناقص ہوتی ہے، جب عقل مکمل ہوگی تو انسان بلا ضرورت بات نہیں کرے گا۔ اسی لیے حضراتِ انبیاء علیہم السلام پر ہمیشہ خاموشی طاری ہوتی تھی، وہ ضرورت کی بات کرتے ورنہ وہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے، لایعنی گفتگو سے اپنے آپ کو بچاتے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول ہے، فرماتے

---

① الکشاف: سورۃ لقمان آیت نمبر ۱۳ کے تحت، ج ۳ ص ۴۹۳

ہیں: اگر گفتگو کرنا چاندی ہے تو خاموش رہنا سونے کے بمنزلہ ہے اور سونا چاندی سے بہتر ہے۔ زیادہ گفتگو کرنے والوں کو ندامت ہوتی ہے، لیکن خاموش رہنے والا کبھی رسوا نہیں ہوتا۔ زبان کا زخم ہمیشہ رہتا ہے اور یہ داغ کبھی دل سے ختم نہیں ہوتا:

جِرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِئَامُ وَلَا يَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

ترجمہ: نیزے اور تلوار کا زخم ٹھیک ہو جاتا ہے، لیکن زبان سے لگا ہوا زخم ٹھیک نہیں ہوتا۔

اس لیے ہمیں زبان کے بارے میں بڑا محتاط رہنا چاہیے، کوئی اہم بات ہو تو کریں ورنہ اللہ کا ذکر کریں، لایعنی گفتگو سے اپنے آپ کو بچائیں، تا کہ ہمارے اعمال محفوظ رہیں۔

٦٠ ......اللہ تعالیٰ پر جھوٹی قسم کھانے والا

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا: اس امت میں سے یا گزشتہ امتوں میں سے ایک شخص نے کہا:

وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ، وَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى قَالَ: مَنْ ذَا الَّذِي يَتَأَلَّى عَلَيَّ أَنْ لَا أَغْفِرَ لِفُلَانٍ، فَإِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ، وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ. ❶

ترجمہ: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو نہیں بخشے گا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کون شخص ہے جو میری قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کو نہیں بخشوں گا اور یہ جان لے کہ میں نے اس شخص کو بخش دیا اور تیرے عمل کو ضائع کر دیا۔

تشریح: ایک شخص بہت زیادہ گناہ کرتا تھا اس کے بارے میں ایک دوسرے شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اسے نہیں بخشے گا، اس نے یہ بات ازراہِ تکبر اس کو بہت گنہگار اور اپنے کو اس سے اچھا جان کر کہی۔ جیسا کہ بعض جاہل صوفیاء گنہگاروں کے بارے میں اچھا گمان نہیں

---

❶ صحيح مسلم: كتاب البر والصلة، باب النهي عن تقنيط الإنسان من رحمة الله تعالى، رقم الحديث: ٢٦٢١

رکھتے، حالانکہ ایسے لوگ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع اور عام ہے، اس کے گنہگار بندوں کو بھی اس کے دامن میں پناہ ملتی ہے اور وہی ان کو بخشتا ہے۔

حاصل یہ کہ اس طرح قسم کھانے والے نے اس کے نہ بخشے جانے کا جو یقین کیا تھا اس پر عتاب ہوا، بایں طور کہ اس کی قسم کو جھوٹا کیا گیا اور اس شخص کو بخش دیا گیا۔ لہٰذا کسی بھی شخص کے بارہ میں قطعی طور پر یہ کہنا کہ وہ جنتی ہے، یا دوزخی ہے جائز نہیں ہے، ہاں قرآن وحدیث نے وضاحت کے ساتھ جن لوگوں کو جنتی و دوزخی کہا ہے ان کو قطعی طور پر جنتی یا دوزخی کہا جائے گا۔

یہ ایک بڑا گناہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالی پر جھوٹ بولے۔ قرآنِ کریم میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ (الأنعام: ۱۴۴)

ترجمہ: پس اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا کہ جو اللہ پر جھوٹ باندھے تا کہ وہ لوگوں کو گمراہ کردے بغیر علم کے، یقیناً اللہ ظالموں کی رہنمائی نہیں کرتا۔

قیامت میں مکذبین کے چہرے سیاہ ہوں گے

اللہ کی طرف سے جو سچی بات آئے اس کو جھٹلانا یہ ہی اللہ پر جھوٹ بولنا ہے۔ کیونکہ جھٹلانے والا دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ نے فلاں بات نہیں کہی، حالانکہ واقع میں کہی ہے۔ اس جھوٹ کی سیاہی قیامت کے دن ان کے چہروں پر ظاہر ہوگی۔

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنْفُسَهُمْ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا انْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَكَفَى بِهِ إِثْمًا مُبِينًا﴾

(النساء: ۵۰)

ترجمہ: کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں، بلکہ اللہ ہی پاکیزہ کرتا ہے، جس کو چاہے، اور ان پر ظلم نہ ہوگا دھاگے برابر، دیکھ! کیسا باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور کافی ہے یہی گناہ صریح۔

خلاصہ تفسیر

(اے مخاطب) کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا (یعنی تعجب کے قابل ہیں) جو اپنے کو مقدس بتلاتے ہیں (ان کے بتلانے سے کچھ نہیں ہوتا) بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں مقدس بتلا دیں (یہ البتہ قابل اعتبار ہے اور اللہ تعالیٰ قرآن میں مؤمن کو مقدس بتلا چکے ہیں، ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى﴾ پس وہی مقدس ہوگا نہ کہ کفر کرنے والے جیسے یہود ہیں) اور ان یہود کو قیامت میں اس جھوٹے دعوے کا جس کا سبب کفر کو ایمان سمجھنا ہے، جو سزا ہوگی اس سزا میں ان پر دھاگے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا (یعنی وہ سزا ان کے جرم سے زیادہ نہیں ہے، بلکہ ایسے جرم پر ایسی ہی سزا لائق ہے، ذرا دیکھ لو! اس دعویٰ میں یہ لوگ اللہ پر کیسی جھوٹی تہمت لگاتے ہیں (کیونکہ جب وہ باوجود کفر کے اللہ کے ہاں مقبول ہونے کے مدعی ہیں تو اس سے صاف لازم آتا ہے کہ کفر اللہ کے ہاں پسندیدہ ہے، حالانکہ یہ محض تہمت ہے، اس لیے کہ تمام شرائع میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تصریح فرما دی ہے کہ کفر ہمارے نزدیک سخت ناپسند اور مردود ہے) اور یہی بات (کہ خدا پر تہمت لگائی جائے) صریح مجرم ہونے کے لیے کافی ہے پھر کیا ایسی صریح بڑی بات پر ایسی سزا کچھ ظلم و زیادتی ہے۔ ❶

---

❶ معارف القرآن: ج۲ ص۴۸۳

مؤلف کی کاوشوں پر ایک طائرانہ نظر

معارف ام القرآن
قواعد التفسیر
قواعد الفقہ
ابو حنیفہ رحمہ اللہ
سلف صالحین کے ایمان افروز واقعات
علمائے سلف کا شوق علم
خواتین اسلام کے ایمان افروز واقعات
کتب سیرت کا تعارف
اسلام میں ضیافت فضائل و مسائل
پڑوسیوں کے حقوق
اصول ہدایہ
اسلام کا نظام امن
اسلام کا نظام عفت و عصمت
اسلام کا نظام مساجد
اسلام کا نظام تربیت
کتب فقہ، اصول فقہ اور اردو فتاوی کا تعارف
خلیفہ اول کی باتیں
قبولیت دعا
حفظ حدیث
درس ختم بخاری
مقدمہ صحیح بخاری
کتب حدیث کا تعارف
اصول ہدایہ
کامیاب استاذ کے ۱۰۰ اخلاق و اوصاف
خلیفہ دوم کی باتیں
قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت
اصول ہدایہ
خلیفہ سوم کی باتیں
مختصر اعمال اُن کے فضائل
قرآن کریم کی روشنی میں پسندیدہ اور ناپسندیدہ افراد
خلیفہ چہارم کی باتیں
قرآن وحدیث کی روشنی میں گناہوں کو مٹانے والے اعمال

Designed & Printed By: Shafaq Urdu Bazar Karachi. 0321-2037721

مولانا محمد نعمان صاحب کے علمی وتحقیقی بیانات ودروس کے لئے اس وٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں: 03112645500

اسٹاکسٹ

مکتبۃ المتین نزد المتین جامع مسجد گلزار کالونی کورنگی کراچی
0311-2645500

ادارۃ المعارف کراچی
(احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی، کورنگی انڈسٹریل ایریا۔ کراچی)
021-35123161,021-35032020,0300-2831960

مولانا محمد ظہور صاحب
(جامعہ سراج الاسلام، پارہوتی، مردان)
0334-8414660,0313-1991422